جہاد

اور

دہشت گردی

تالیف

حافظ مبشر حسین لاہوری

NOMANI

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

جہاد اور دہشت گردی

تالیف

حافظ مبشر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۳ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

ناشر

مُبشّر اکیڈمی۔ لاہور

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by Mubasher Acadmi Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated,reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد

اور

دہشت گردی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد اور دہشت گردی

ناشر

مُبشر اکیڈمی۔ لاہور

فون: ۷۳۲۱۸۶۵-۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✪....✪....✪

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

WWW.KITABOSUNNAT.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلام اور مسلمانوں کو مطعون کرنے کے لئے مغرب نے ہمیشہ نئے سے نیا حربہ استعمال کیا ہے۔ ایک حربہ ابھی پرانا نہیں ہو پاتا کہ اس کی جگہ اس سے زیادہ مؤثر حربہ تلاش کرلیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ''بنیاد پرستی'' کی اصطلاح وضع کی گئی۔ یہ اصطلاح ، جسے بطور گالی مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا رہا، ابھی اپنا اثر کھونہیں پائی تھی کہ اس کی جگہ اس سے بڑی گالی اور اس سے زیادہ وحشت و بربریت کی ترجمان اصطلاح یعنی ''دہشت گردی'' ایجاد کر لی گئی۔ بس پھر کیا تھا کہ ہر طرف مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جانے لگا۔ بلکہ نوبت ایں جا رسید کہ مسلمان اور دہشت گرد کو دنیا بھر میں مترادف کے طور پر بولا، لکھا، پڑھا اور سمجھا جارہا ہے۔۔۔۔!!

یہ بنیاد پرستی ،انتہا پرستی کیا ہے؟ دہشت گردی کس بلا کا نام ہے؟ اسلام کو دہشت گرد دین ڈیکلئیر کیوں کیا جارہا ہے؟ اصلاً دہشت گرد کون اور دہشت گردی کا شکار کون ہے؟ دنیا بھر میں ظلم و جارحیت کا مرتکب کون اور مظلوم کون ہے؟ مذہبی ، ریاستی ، اور سیاسی دہشت گردی کے اسباب و علل کیا ہیں؟ دہشت گردی اور اس کے انسداد کے بارے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ فدائی اور خود کش حملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ردعمل اور ظلم کا بدلہ لینے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے قانون ہاتھ میں لینے کی گنجائش کتنی ہے؟ جہاد اور دہشت گردی میں فرق کیا ہے۔۔۔؟ یہ اور اس جیسے بیسیوں سوالوں کے جواب تو آپ کو اس کتاب میں مل جائیں گے، البتہ سر دست چند ایک چیزوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

بنیاد پرستی:

لغوی اعتبار سے بنیاد پرستی کوئی مذموم لفظ نہیں کیونکہ اس کا لغوی معنی ہے کسی بھی چیز، نظام، عقیدہ، فلسفہ اور نظریہ کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کرنا۔ اور یہ بات تو بجائے خود مستحسن ہے کہ آدمی جس نظام یا جس مذہب کا پیروکار ہو، اس کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہو۔ اور ویسے بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کوئی بھی عقیدہ و نظریہ ہو یا علم وفلفہ۔۔۔ اس کی کوئی نہ کوئی مبادیات (بنیادی اصول وقواعد) ضرور ہوتے ہیں۔ بلکہ جس نظام، فلسفہ، عقیدہ، نظریہ یا علم وفن کی کوئی بنیاد ہی نہ ہو، وہ فی الواقع کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔۔۔!

یہ تو تھا بنیاد پرستی کا لغوی مفہوم، اب آیئے اس کے اصطلاحی مفہوم کی طرف:

بنیادی طور پر بنیاد پرستی کی اصطلاح کا اطلاق یورپ کے ان عیسائیوں پر ہوتا ہے جنہوں نے سائنسی نظریات اور جدید تحقیقات کو اپنی مذہبی کتاب ''بائبل'' (جو تورات، انجیل اور زبور کا مجموعہ ہے) کے خلاف سمجھتے ہوئے ان سائنسی تحقیقات کی مخالفت کی۔ یہ مخالفت اس لئے پیش آئی کہ سائنسی تحقیقات، بائبل یا دوسرے لفظوں میں عیسائی مذہب کے بہت سے ایسے نظریات کو غلط ثابت کر رہی تھیں جو پہلے سے عیسائی دنیا میں مسلمہ چلے آ رہے تھے۔ اگر ان سائنسی تحقیقات کو درست تسلیم کر لیا جاتا تو اس سے نہ صرف یہ کہ عیسائی علما اور مذہبی پیشواؤں کو معاشرے میں قائم اپنی بالادستی ختم ہونے کا واضح اندیشہ تھا بلکہ اس کے ساتھ انہیں یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر بائبل ہی جھوٹی ثابت ہوگئی تو پھر ہمارا مذہب ہی جھوٹا سمجھ لیا جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ چنانچہ انہی باتوں کے پیش نظر عیسائیوں کے بہت بڑے طبقہ نے جو بعد میں اقلیت میں تبدیل ہو کر رہ گیا، ان جدید علوم کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر دی۔ بلکہ مذہبی روایات پر مستحکم ایمان رکھنے اور جدید نظریات کو لغو قرار دینے کے لئے انہوں نے سیاسی، عسکری، مادی، روحانی اور فکری ہر طرح کا حربہ استعمال کیا۔ لیکن ان کی موٹی موٹی باتیں بھی صریح طور پر سائنس کے متفقہ اصولوں کے خلاف جا رہی تھیں، اس لئے رائے عامہ ان کے حق میں ہموار ہونے کی بجائے ان کے خلاف ہو گئی۔ اور انہیں ازراہِ حقارت 'بنیاد پرست' کہنے لگی۔

جبکہ دوسری طرف مذہب کی فرسودہ روایات پر عمل کرنے والے ان عیسائیوں نے بھی اپنے آپ کو بنیاد پرست تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ مگر فرق صرف اتنا تھا کہ یہ ازراہ فخر اپنے آپ کو بنیاد پرست کہتے اور ان کے مخالف ازراہ حقارت ان کے لئے کہ یہ لفظ استعمال کرتے۔

ان عیسائی بنیاد پرستوں نے جب مذہبی روایات کا پاس رکھنے کے لئے انتہائی تشدد کی راہ اختیار کی، اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا شروع کر دیا تو ان کے خلاف ردِعمل کے طور پر مادہ پرستی کی ایک ایسی لہر اٹھی جس نے نہ صرف یہ کہ دینِ عیسوی کو قول و عمل کی زندگی سے نکال باہر کیا بلکہ دیگر مذاہب (بالخصوص اسلام) اور ان کے ماننے والوں کو بھی اسی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا جس نگاہ سے وہ بائبل اور اس کی فرسودہ روایات پر عمل کرنے والے ان عیسائیوں کو دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں دنیا بھر میں ان تمام لوگوں کو بنیاد پرست قرار دیا جانے لگا جو کسی بھی مذہب کو عملی و اجتماعی زندگی کی بنیاد قرار دیتے۔ البتہ مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے ان کے مذاہب کا 'سابقہ' استعمال کر لیا جاتا اور اس طرح یہودی بنیاد پرست، ہندو بنیاد پرست، اور مسلم بنیاد پرست کے الفاظ دنیا میں سنے جانے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بنیاد پرستی کی حقیقت

یہاں یہ بات یاد رہے کہ بائبل کے خلاف ثابت ہونے والے سائنسی انکشافات نے جو یہ ذہن پیدا کر دیا کہ ۔۔۔ ''ہر مذہب ہی فرسودہ نظریات کا پلندہ ہے اور عملی و اجتماعی زندگی میں اس کی کوئی ضرورت نہیں'' ۔۔۔ تو یہ بات اصولی طور پر غلط ہے۔ اس لئے کہ مذہب اگر خدا کی طرف سے آیا ہے اور حرف بحرف اپنی اسی اصلی شکل میں محفوظ و موجود ہے جس میں کہ اسے خدا نے بھیجا تھا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود خدا ہی کے نظام قدرت کے وہ خلاف ہو؟

البتہ اگر کسی نظریہ میں سائنس اور مذہب کا ٹکراؤ ہو تو پھر لامحالہ دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یعنی یا تو سائنسی تحقیق ابھی نامکمل، ناقص اور غلط ہے یا پھر مذہبی نظریہ ہی تحریف و تغیر کا شکار ہو چکا ہے۔ دیگر ادیان و مذاہب جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہاں کی تا قیامت حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ذمی داری نہیں اٹھائی جبکہ دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔ کیونکہ یہ اب آخری آسمانی اور تا قیامت رہنے والا دین ہے اس لئے اسلام کے عقائد و نظریات سائنسی تحقیقات کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر کہیں ایسا محسوس ہو تو پھر وہاں اصولی فیصلہ یہ ہے کہ سائنسی تحقیق ہی نامکمل ہے۔

بنیاد پرست عیسائیوں کی مخالفت کرنے والوں کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ ۔۔۔ ''یہ مذہبی کتاب (بائبل) جدید دور کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتی ۔۔۔'' فی الواقع ان کا یہ خیال درست تھا کیونکہ بائبل (تورات، انجیل، زبور) میں موجود تعلیمات چند مخصوص علاقوں اور ایک مخصوص زمانے تک کے لئے تھیں، البتہ اسلام کے بارے میں بھی یہی بات متصور کر لینا بجا طور پر غلط ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی تعلیمات نہ تو علاقائی طور پر محدود ہیں اور نہ انہیں زمانی طور پر محدود کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی وسعت اور لچک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھی ہے کہ تا قیامت پیش آمدہ تمام مسائل میں یہ اپنے والوں کی راہنمائی کر سکے۔ اور اسکی ان وسعتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اجتہاد کا دروازہ بھی قیامت تک کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ البتہ یہ اجتہادی دروازہ ہر کس و ناکس کے لیے نہیں بلکہ صرف ان اہل علم کے لئے ہے جو اسلام کے مجموعی مزاج شناس ہوں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ جس طرح اسلام کی وسعت کا یہ معنی نہیں کہ گردش ایام سے جو نظریہ، فلسفہ اور فکر سامنے آئے، اسے بعینہ اسلام میں ایڈجسٹ کر لیا جائے، (بلکہ اسلام کا اپنا مجموعی نظام ہے)۔۔۔۔۔ اسی طرح اسلام میں اتنی تنگی بھی نہیں کہ اسلام قبول کر کے مسلمان کی زندگی ہی اجیرن بن جائے۔ مگر افسوس کہ خود مسلمانوں ہی میں ایک طرف ایسے 'دانشور' بھی موجود ہیں جو ہر چیز کے ساتھ محض 'اسلامی' کا اضافہ کر کے اسے 'مسلمان' بنا لینے کی مہارت رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف ایسے اصحاب جبہ و دستار بھی ہیں جو ہر چیز پر 'غیر اسلامی'، 'غیر اسلامی' کی مہر لگاتے پھرتے ہیں۔ اس طرح دور حاضر میں مسلمانوں کا ایک طبقہ تو کلی طور پر ان لوگوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے جو عیسائی بنیاد پرستوں کے ردعمل میں پیدا ہوا تھا اور دوسرا طبقہ ان لوگوں کا سا کردار ادا کرتا دکھائی دیتا ہے جو فی الواقع ''بنیاد پرست'' تھے۔ حالانکہ اسلام نہایت متوازن دین ہے، اس لئے اسے جو توازن و یکسانیت اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھی ہے، از راہ کرم اسے اس سے پس و پیش نہ کیا جائے۔

دہشت گردی

بنیادی طور پر دہشت گردی کی اصطلاح بھی مغرب ہی نے متعارف کروائی ہے اور پھر خود ہی مغرب نے اسے موم کا ایسا پتلا بنا لیا کہ جدھر کو وہ چاہیں، ادھر ہی اس کی ناک سیدھی کر لیں۔ کتاب ہذا میں مغرب ہی کی طرف سے پیش کردہ دہشت گردی کی مختلف تعریفوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا مصداق مسلمان ہرگز نہیں۔ مثلاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔''اگر معصوم و بے گناہوں کو قتل کرنا دہشت گردی ہے''۔۔۔''اگر دیگر قوموں، ملکوں اور حکومتوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا دہشت گردی ہے''۔۔۔۔''اگر جنگ و جارحیت کا ارتکاب دہشت گردی ہے''۔۔۔۔تو پھر نہ صرف نظری بلکہ عملی و واقعاتی حقائق کی روشنی میں دکھایا گیا ہے کہ اس کا مرتکب کون ہے؟!اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مغرب نے مسلمانوں کے لئے دوہرے معیار قائم کر رکھے ہیں، جو چیز مسلمانوں کے لئے انہیں دہشت گردی دکھائی دیتی ہے، اگر اسی کا ارتکاب وہ خود کریں تو وہ اسے اپنا حق قرار دیتے ہیں۔۔۔!!!

سچی بات یہ ہے کہ دہشت گردی خواہ مذہبی نوعیت کی ہو یا سیاسی اور ریاستی نوعیت کی ۔۔۔۔اسلام ہر طرح کی دہشت گردی کے خلاف ہے، خواہ اس کا ارتکاب کوئی مسلمان ہی کیوں نہ کرے، وہ بھی بارگاہ خداوندی میں اسی طرح مذموم ہے جس طرح کوئی اور۔۔۔!

اس سلسلہ میں کتاب ہذا میں ایک باب مختص کیا گیا ہے اور اس میں چند ایک ان واقعات پر بحث کی گئی ہے جن کا ارتکاب نہ صرف یہ کہ مسلمانوں نے کیا بلکہ اس ارتکاب پر انہوں نے اعتراف بھی کیا ہے۔ان واقعات کے منفی و مثبت پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ایسے واقعات اور ان کے مرتکب افراد سے اسلام بریٔ الذمہ ہے!! لیکن اس کے باوجود ایسے چند واقعات کی بنیاد پر پورے اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطعون کرنا، کہاں کا انصاف ہے؟؟؟

اسلامی دہشت گردی!!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں نہ صرف یہ کہ ظلم و جبر کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ مسلمانوں کو اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو غالب کرنے کے لیے حالات کی مناسبت سے جہاد و قتال کی راہ بھی اختیار کریں۔ بلاشبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینکڑوں آیات میں اس طرح کے احکام کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔اسی نوعیت کی آیات کو لے کر مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے کہ ''جی دیکھئے! اسلام تو صاف دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے!''۔۔۔حتی کہ اس نوعیت کی بعض آیات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے دنیا بھر میں مسلم حکومتوں سے مطالبے ہونے لگے کہ ان آیات کو اپنے درسی نصاب سے خارج کرو۔۔۔ان کی تعلیم بند کرو۔۔۔جن مدارس اور اسلامی یونیورسٹیوں میں ان کی تعلیم دی جاتی ہے، ان پر پابندی عائد کرو۔۔۔۔حتی کہ یہاں تک کہا گیا کہ انہیں قرآن ہی سے نکال باہر کرو۔۔۔!!

دوسری طرف مسلم حکومتیں مرعوبیت ومغلوبیت کی وجہ سے معذرت خواہانہ انداز سے ان مطالبات کو پورا کرنے پر کمربستہ ہوگئیں۔حتی کہ معاملہ آخری مطالبہ پر آ کر رک گیا کیونکہ قرآن مجید سے ایسی آیات کو نکالنے کی جرأت کون بدبخت کرتا۔گویا معاملہ جوں کا توں اسی درجہ پر آ گیا کہ اسلام میں غلبہ اور حکومت کے لئے جہاد وقتال کا حکم بدستور موجود ہے!!

چاہئے تو یہ تھا کہ اسلامی احکام (بالخصوص جہاد وقتال) پر معذرت خواہانہ انداز سے نظر ثانی کرنے کی بجائے، ہم معقول انداز سے اسلام پر ہونے والے ان تمام اعتراضات کے جواب دیتے، اور یہی رویہ نہ صرف یہ کہ قرین قیاس تھا بلکہ فی الواقع اسلامی تاریخ کی گزشتہ چودہ صدیوں سے امت مسلمہ نے اسی کو اختیار کئے رکھا اور غیر مسلموں کے کسی بھی اعتراض پر اپنا اسلامی موقف چھوڑنے کی بجائے، ان کے ہر اعتراض کا معقول ومسکت جواب دیا۔

عالمی بالادستی اور دیگر اقوام وملل

اسلام پر جو یہ (مذکورہ بالا) اعتراض اٹھایا جاتا ہے، اسی کے تشفی بخش جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ روئے ارضی پر قبضہ وتسلط ہر قوم، ملت اور حاکم وبادشاہ کا مطمح نظر رہا ہے۔نہ صرف نظریاتی طور پر بلکہ عملی طور پر بھی۔۔۔اور جسے بھی طاقت ملی، اس نے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا۔ خواہ وہ قدیم تاریخ کے فرعون، ہامان، اور نمرود وغیرہ ہوں یا جدید دور کے ہٹلر، مسولینی، نپولین بوناپارٹ۔۔۔!! اور اب تو دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جب برطانیہ کے پاس طاقت آئی تو اس نے اس کا کس طرح غلط استعمال کیا اور جب جاپان کے پاس اور پھر جب روس کے پاس طاقت آئی تو انہوں نے اس کا کس شتر بے مہار کی طرح استعمال کیا اور اب جب یہ طاقت امریکہ کے پاس آئی ہے تو وہ کس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔۔۔!! (واضح رہے کہ کتاب ہذا کے آخری ابواب میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت وغیرہ کے عالمی بالادستی کے عزائم و نظریات اور دنیا بھر میں ان کے جرائم اور جبر و تشدد کے عملی واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔)

اور آئندہ کل بھی جس کے پاس طاقت آئے گی وہ لامحالہ اس کا غلط استعمال کرے گا۔ الا یہ کہ اسے خدا کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا احساس ہو تو پھر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ قوم اس کا صحیح استعمال کرے گی بلکہ یوں کہئے کہ وہ اس کا استعمال اسی انداز سے کرے گی جس پر اللہ کی رضامندی کی مہر ہوگی! اور یہ امید صرف مسلمانوں سے کی جاسکتی ہے، اس لئے مسلمانوں کی گزشتہ چودہ صدیوں کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کے پاس طاقت رہی، مسلمانوں نے مجموعی طور پر اس کا درست استعمال کیا، اگرچہ شاذ و نادر واقعات ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جن میں مسلمانوں نے بھی طاقت کا غلط استعمال کرتے ہوئے شوریدہ سری کا مظاہرہ کیا۔ لیکن ان کی بنیاد پر مسلمانوں کے بارے میں غلط فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اول تو اس لئے کہ مجموعی قواعد میں شذوذ و نوادرات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور دوم اس لئے بھی کہ ان کا یہ عمل بذات خود ان اسلامی تعلیمات کے برخلاف تھا، جنہیں تسلیم کرنے کا انہوں نے اقرار کر رکھا تھا۔ اور منصف مزاج مسلمانوں نے مسلم حکمرانوں کے غلط اقدامات کو بھی ہمیشہ غلط ہی کہا، کبھی انہیں عین اسلامی قرار دینے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ مسلمان کے ہر عمل و اقدام کی بنیاد اسلامی تعلیمات ہوتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اگر مسلمان کے کسی عمل کے پیچھے اسلامی بنیاد نہ ہو تو پھر وہ اس کا ذاتی عمل ہے، جس کی بنیاد پر پورے اسلام اور اہل اسلام کو مطعون و بدنام نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دوسرے انداز سے جواب!

غلبہ دین کے لیے جہاد کرنے کے حوالے سے اسلام پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام تو امن و امان اور پر امن بقائے باہمی (Peaceful Co-existence) کی بجائے مستقل جنگ کی کیفیت برپا کیے رکھنے اور دنیا پر غلبہ و تسلط قائم کرنے والا دین ہے۔

تو اس اعتراض کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر فی الوقت امریکہ ساری دنیا میں اپنا ورلڈ آرڈر جاری کر سکتا ہے اور اس کے تحفظ اور قیام کے لیے ہر طرح کی دشمنی مول لے سکتا ہے تو پھر اسلام کو دنیا میں اپنا نظام قائم کرنے اور اس کے لئے جدو جہد کرنے کی آخر اجازت کیوں نہیں؟؟

البتہ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اسلام اللہ تعالی کا آخری آسمانی اور تا قیامت ابدی دین ہے اور یہ اللہ کا حق ہے کہ اس کی زمین اور اس کے بندوں پر صرف اسی کا دین اور حکم چلے۔ اس لیے اگر کوئی نام نہاد مسلمان بھی صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے یا اسلام کے خلاف کسی اور نظام کی ترویج کے لیے کھڑا ہو تو اسلام ایسے مسلمان کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔

جب کہ اسی اعتراض کا عقلی جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک ارتقائی تسلسل ہے اور انسان کی عقل و بصیرت انتہائی کارگر ہونے کے باوجود محدود ہے۔ اس لیے انسانی عقل کی بنیاد پر بننے والا ہر نظام اور ہر قانون محدود ہوتا ہے۔ تاریخی ارتقا کے ساتھ لامحالہ اس میں بہت سی تبدیلیاں کی جاتی ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ پچھلے پورے کے پورے نظام کو الوداع کہہ دیا جاتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالی کی طرف سے آنے والا نظام اس فطری کمزوری سے یکسر پاک ہوتا ہے۔ اس لیے آسمانی دین ہی اس بات میں حق بجانب ہے کہ بہر صورت اسے ہی فکری و عملی طور پر نافذ کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اب یہاں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اسلام کے علاوہ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ بھی تو آسمانی ادیان تھے، پھر انہیں چھوڑ کر صرف اسلام ہی کا تقاضا کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دین اسلام کے علاوہ تمام الہامی دین تغیر وتبدل اور تحریف کی نذر ہو چکے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے اپنے ادوار تک محدود تھے جب کہ اسلام ہر طرح کے نقص وعیب اور تغیر وتبدل سے پاک، زمان ومکان کی قید سے آزاد اور قیامت تک کے لیے قابل عمل وقابل محفوظ رہنے کی خدائی ضمانت لئے ہوئے ہے۔ اس لیے اب صرف اسی آخری آسمانی دین کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے غالب وقائم کیا جائے اور اسی کے مطابق دنیا کا نظام کھڑا کیا جائے، خواہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو! ولو کرہ الکافرون!

اس اعتراض کا دوسرا عقلی جواب یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی کوئی مقتدر قوت، خدائی تعلیمات سے منحرف ہو کر محض اپنی عقل کی بنیاد پر کوئی قانون اور نظام تجویز کرے گی تو وہ نظام لامحالہ اسی اعلیٰ قوت اور مقتدر افراد یا اقوام کے ذاتی اغراض ومقاصد کا ترجمان اور محافظ ہوگا جب کہ اس بالا دست طبقہ کے علاوہ دیگر طبقوں اور لوگوں کا اس کے ذریعے استحصال اور دیگر حقوق کی پامالی یا ناانصافی یقینی ہوگی!! (دور حاضر میں اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں)

جب کہ آسمانی دین کسی فرد وقوم کے ذاتی اغراض ومقاصد سے بالاتر ہو کر محض خدائی حقوق وفرائض اور عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے دین اسلام ہی یہ استحقاق رکھتا ہے کہ اسے تمام نظاموں پر حاوی کیا جائے مگر اسے حاوی کرنے کی صلاحیت بھی صرف وہی لوگ رکھتے ہیں جو پہلے اپنی زندگیوں، اپنے معاشروں اور اپنے خطوں میں اسے غالب کر چکے ہوں!

ان تصریحات کے بعد با آسانی یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ اسلام امن وسلامتی سے نوازنے والا دین ہے مگر صرف ان لوگوں کو جنہیں امن وسلامتی کا حق اس ذات کی طرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مل جائے جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے اور صرف اسی دین کے اصول وقوانین عدل وانصاف پر مبنی ہیں جنہیں بلا نقص وعیب قرآن وسنت میں سمودیا گیا ہے۔اب اگر کوئی نام نہاد مسلمان بھی ان اصول وقواعد کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ اس کا ذاتی طور پر قابل اعتراض فعل ہوگا۔اس لئے اس بنیاد پر اسلام کو مطعون کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

11 ستمبر (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کا حادثہ اور نئی صلیبی جنگوں کا آغاز!

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کا ۱۱۰ دس منزلہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر (WTC) جو ربع صدی قبل ایک ارب ڈالر کی لاگت سے ۱۱۶ ایکڑ اراضی پر تعمیر ہوا تھا، چند نامعلوم دہشت گردوں کے ہاتھوں تباہ ہوگیا۔اس کی تباہی اس طرح ہوئی کہ دہشت گردوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ جہاز اغوا کئے اور انہیں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت سے جا ٹکرایا، جس کے نتیجے میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر دیکھتے ہی دیکھتے زمین بوس ہوگیا۔دیگر نقصانات کے علاوہ جانی نقصان کا اندازہ پانچ سے دس ہزار نفوس کی ہلاکت کے ساتھ لگایا گیا۔جن میں کم بیش ایک ہزار افراد مسلمان تھے۔

امریکہ کی تاریخ میں یقیناً یہ ایک غیر معمولی نوعیت کا حادثہ تھا، جس کی دنیا بھر میں مسلم وغیر مسلم سبھی نے مخالفت کی۔البتہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ حادثہ کس نے کیا اور کیوں کیا۔بعض کے خیال میں یہ اسامہ اور اس کی القاعدہ کے لوگوں نے کیا، بعض اس کے قلابے یہودیوں سے ملاتے تھے جبکہ بعض کے بقول یہ حادثہ خود امریکی حکومت نے کروایا۔مگر ان مختلف خیالات میں سے کسی کے بارے میں بھی تصدیق نہ ہوسکی اور نہ ہی کسی نے اس کی ذمہ داری قبول کی۔

اسامہ بن لادن اور اس کی القاعدہ جس انداز سے امریکہ کی مخالفت اور اس سے عرب ممالک سے خروج کا مسلسل مطالبہ کررہی تھی، اس کے پیش نظر اس کارروائی کا سارا ملبہ انہی پر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔اور امریکہ کی طرف سے بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے فوری طور پر اسامہ کی حوالگی کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔دوسری طرف اسامہ، افغانستان کی 'طالبان' حکومت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس تھے، اور طالبان نے نہ صرف یہ کہ بارہا اسامہ کے ملوث ہونے کا ثبوت مانگا، بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم غیر جانبدار مسلم ممالک کی اعلیٰ عدالت یا اعلیٰ کمیشن کے آگے اسامہ کو پیش کر دیتے ہیں، اگر اس کے خلاف شہادتیں مل جائیں تو ان شہادتوں کی بنیاد پر اس کے بارے میں فیصلہ کر لیا جائے۔ لیکن اس کے برعکس امریکہ کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ اسامہ ہی مجرم ہے، خواہ شہادتیں ملیں یا نہ ملیں، اس لئے اسامہ کو فوراً ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔

امریکہ کو چونکہ اپنی طاقت پر غرور تھا اس لئے اس نے دلائل اور عدالتی راہ اختیار کرنے کی بجائے اگلے ہی ماہ یعنی ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو کچھ اور 'بدمعاشوں' کے ساتھ مل کر افغانستان پر جارحانہ فوج کشی کر دی۔ اور کئی ہفتے مسلسل آتش و آہن کی بارش برسا کے ہزاروں بے گناہوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔ اور بس اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اسے تہذیبوں کی جنگ قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف ایک نیا صلیبی محاذ کھول دیا۔ جس کا اگلا ہدف، جو پہلے ہی سے طے تھا، عراق قرار پایا۔ اور پھر آناً فاناً یہ جارح اور عالمی دہشت گرد عراق پر قابض ہو کر بیٹھ گیا اور ہنوز اس کے منہ سے عراقی مظلوموں کا خون ٹپک رہا ہے!

لیکن یہ امریکی جارحیت ابھی رکتی ہوئی نظر نہیں آتی، بلکہ اس کے اگلے ہدف بھی متعین ہو چکے ہیں، بس واجبی سی گیم باقی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ سو اب مسلمان کب تک حسرت بھری نگاہوں سے ایسے خون آشام واقعات دیکھتے رہیں گے؟ ساٹھ کے قریب مسلم ممالک اپنی آزاد و خود مختار حیثیت، گولہ بارود، بھاری بھرکم افواج، اور آلاتِ حرب اور دیگر وسائل کے باوجود آخر کب تک خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں گے؟ اب ضرورت اس امر کی ہے عالم اسلام اپنی سیاست و معیشت، سائنس و ٹیکنالوجی، حقوق کے تحفظ اور اپنے دفاع کے لئے غیروں پر انحصار ختم کر کے فوری طور پر اپنا 'اسلامی عالمی نظام' اور 'ورلڈ مسلم بلاک' تشکیل دے کر کفر کی سازشوں کے مقابلہ کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ دنیوی فلاح اور اخروی نجاح کا دارومدار اسی پر ہے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

WWW.KITABOSUNNAT.COM

باب 1

دہشت گردی کیا اور دہشت گردی کون ہے؟؟

- دہشت گردی کیا ہے؟؟
- دہشت گردی کی پہلی تعریف اور اسکا تجزیہ
- آزادی کے لئے قوت کا استعمال دہشت گردی نہیں!
- دہشت گردی کی دوسری تعریف اور اسکا تجزیہ
- اسلام میں انسانی جان کا احترام اور قتل ناحق کی حرمت
- محاربہ اور اسلام
- غیر اسلامی مذاہب اور دہشت گردی کی تعلیم
- دہشت گرد کون؟ عملی اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں
- دہشت گردی کی تیسری تعریف اور اسکا تجزیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کیا ہے؟

دہشت کے معنی ڈر، خوف اور خطرہ کے ہیں اور اسی طرح دہشت گردی کا معنی ہے:

"خوف و ہراس پھیلانا"۔ (۱)

عربی زبان میں اس کے لیے رھبة، رھبٰی اور رھباء کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس میں ڈر اور خوف کا معنی پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عوام کو خوفزدہ کرنے والے حاکم کو عربی میں 'الارھابی' کہا جاتا ہے۔ جبکہ الحکم الارھابی کا معنی ہوتا ہے: "خوفزدہ کرنے کا حکم"۔ (۲)

انگریزی زبان میں دہشت کے لیے لفظ Terror استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی ہر زبان میں دہشت یا خوف و خطر کے لیے کوئی نہ کوئی لفظ ضرور دستیاب ہے مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ دور حاضر میں دہشت گردی کی اصطلاح جس پس منظر میں استعمال کی جا رہی ہے اس کی حدود و قیود، معنی و مفہوم اور متفقہ تعریف کیا ہے؟

دوٹوک الفاظ میں اس کا جواب یہ ہے کہ دہشت گردی کی کوئی واضح اور متفق علیہ تعریف موجود نہیں!!

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ہونے والی بحث بھی دہشت گردی کی تعریف متعین کرنے میں ناکام رہی۔ اس سلسلہ میں آکسفورڈ کنسائزڈ ڈکشنری آف پالیٹکس کا مندرجہ اقتباس قابل غور ہے:

"دہشت گردی۔۔۔ حکومتوں یا اہل علم تجزیہ نگاروں کے درمیان اس کی کوئی متفق علیہ تعریف نہیں۔ بالعموم جانی نقصان پہنچانے والی سرگرمیوں کو بیان کرنے کے لیے یہ بلا

(۱) [(فیروز اللغات بذیل مادہ "دہشت")]

(۲) [(المنجد بذیل مادہ "رھب")]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استثنا، بُرے مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے جو خود ساختہ نیم سرکاری گروہ سیاسی مقاصد کی خاطر انجام دیتے ہیں لیکن اگر یہ سرگرمیاں کسی مقبول عام مقصد کے حصول کے لئے کی جائیں۔۔۔مثال کے طور پر وچی فرانس کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لئے مارکویس کی کوشش۔۔۔تو پھر لفظ دہشت گردی کے استعمال سے عام طور پر احتراز کیا جاتا ہے اور اس کی جگہ زیادہ دوستانہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ ایک شخص کسی کے خیال میں دہشت گرد اور دوسرے فرد کے نزدیک آزادی کا سپاہی ہوتا ہے۔۔۔

۔۔۔بعض اوقات دہشت گردی نیم سرکاری اداروں کی بجائے حکومتوں کے لئے بھی برے مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے مثال کے طور پر ریاستی دہشت کی اصطلاح بعض اوقات گستاپو کے جی بی اور مشرقی جرمنی کے سٹیٹ سائی اور ان جیسے دوسرے اداروں کے بارے میں بھی استعمال کی جاتی ہے جنہیں سرکاری طور پر خود اپنے ہم وطن شہریوں میں سے اختلاف کرنے والے یا نسلی اقلیتوں کے خلاف کاروائیوں کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسری ریاستوں میں اس پالیسی کے تحت بلا واسطہ انجام دی جانیوالی پرتشدد کارروائیاں یا ان میں بالواسطہ مدد کو بھی ریاستی دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں مختلف رجحان رکھنے والے ممالک انہی کاموں کے لیے دوسرے ملکوں کی سخت مذمت کرتے ہوئے اسی طرح کی سرگرمیوں میں خود بھی ملوث رہے ہیں۔ مثال کے طور پر رونالڈ ریگن کے دور صدارت میں خود امریکہ نے مختلف حکومتوں خاص طور پر لیبیا کو موردالزام ٹھہرایا جب کہ اس وقت نکاراگوا کے خلاف نیم سرکاری تشدد کی کھلے عام پشت پناہی امریکہ نے کی۔ حالانکہ نکاراگوا کی حکومت کے ساتھ اس کے مکمل سفارتی تعلقات قائم تھے۔ اس طرح کی کھلے عام عدم مطابقت سے شاید ہمیں زیادہ حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے اگر ہم یہ یاد رکھیں کہ امریکی ڈالر پر سیاسی مقاصد کے لیے نیم سرکاری تشدد کرنے والی ایک مشہور و معروف شخصیت یا دہشت گرد یا آزادی کے سپاہی یعنی جارج واشنگٹن کی تصویر ہوتی ہے۔"(۱)

(۱)[آکسفورڈ کنسائز ڈکشنری آف پالیٹکس۔(ص ۴۹۲، ۴۹۳)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ طویل اقتباس کا لُبِّ لباب یہی ہے کہ دہشت گردی کی کوئی مسلمہ و متفقہ تعریف موجود نہیں۔ ممکن ہے کہ ایک ہی شخص بعض کے نزدیک محبِّ وطن' یا آزادی کا سپاہی یا اسلام کا مجاہد ہو اور دوسروں کے نزدیک وہی دہشت گرد اور مجرم ہو۔ یہی بات ایک مرتبہ نیلسن منڈیلا نے اقوام متحدہ میں کہی تھی کہ ''میں ایک زمانے میں دہشت گرد تھا اور اس کے بعد سربراہ مملکت!۔۔۔کون دہشت گرد ہے اور کون نہیں' کس کو معلوم نہیں۔!(۱)

دہشت گردی کی تعریف کے تعین کی کوشش:

دہشت گردی کی اصطلاح جدید دور کی اختراع ہے۔قدیم دور اور بالخصوص اسلام کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ واضح رہے کہ اسلام جس چیز کا معنی و مفہوم اور حدود و قیود واضح طور پر بیان کرتا ہے اسے اس چیز کی شرعی تعریف یا شرعی اصطلاح قرار دیا جاتا ہے مثلاً اسلام میں صلاۃ سے مراد مخصوص اوقات اور مخصوص شرائط و کیفیات کے ساتھ ادا کی جانے والی خاص عبادت ہے۔۔۔' زکوٰۃ سے مراد مخصوص مالی نصاب میں سے مخصوص وقت پر مخصوص حصہ راہ خدا میں پیش کرتا ہے۔(اسی طرح دیگر بہت سی چیزیں ہیں) اور یہی صلاۃ وزکوٰۃ کی شرعی تعریفیں ہیں مگر دہشت گردی کی کوئی اصطلاحی تعریف اور حدود و قیود اسلام نے پیش نہیں کیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلام قیامت تک کے لیے کامل و مکمل اور محفوظ ترین آسمانی دین ہے جس میں انسانی زندگی کا کوئی گوشہ و پہلو تشنہ نہیں بلکہ ہر طرح کی الہامی ہدایات اسلام میں موجود ہیں۔اس لیے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دہشت گردی کی اصطلاح متعارف کروانے والے اسے کس حد تک واضح کر کے پیش کرتے ہیں۔ پھر انکی ممکنہ تعریفات کے مطابق ہم قرآن و سنت اور

(۱)[(امریکہ، مسلم دنیا کی بے اطمینانی از پروفیسر خورشید احمد ص ۲۴۴)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی و عملی واقعات کی روشنی میں دہشت گردی کا جائزہ لیں گے۔ اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ دہشت گردی کی اصطلاح مغرب نے اجاگر کی ہے۔ اس لیے اس کی تعریف کے تعین کے لیے تقریباً مغربی مفکرین ہی کے بیانات و اقتباسات پر اکتفا کیا جائے گا۔

دہشت گردی کی اصطلاحی تعریف کے حوالہ سے انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

((Terrorism, The systematic use of terror or unpredicutable violoence against governments, public, or individuls to attain a political objective. Terrorism has been used by political organizations with both rights and leftist objectives,by nationlistic and ethoic gorups, by revolutionories and by the armies and secret police of governments themselves.))(1)

''دہشت گردی' کسی سیاسی مقصد کے حصول کیلئے حکومت' عوام یا کسی فرد کے خلاف باقاعدہ و منظم طور پر خوف و ہراس یا نا قابل تصدیق تشدد کے استعمال کا نام ہے۔ سیاسی تنظیمیں اپنے قدامت پسندانہ اور جدت پسندانہ اہداف کے حصول کیلئے دہشت گردی کرتی ہیں۔ اسی طرح قوم پرست' نسلی و لسانی گروہ' انقلاب پسند گروہ اور خود حکومتی فوج اور خفیہ پولیس بھی دہشت گردی کا ارتکاب کرتی ہے۔''

ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا میں دہشت گردی کے حوالہ سے یہ معلومات درج ہیں:

((Terroism is the use or threat of violence to

(1)[(The new Encyclopedia Britannica Vol, 11,p650)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

create fear and alarm. Terroists murder and kidnap people. set off bombs, hijaeck airplanes, set fires and commit other serious crimes. but the goals of terroists differ form those of ordinary criminals. Most criminals want money or some other form of personal gain. but most terrorists commit crimes to support political causes.))[1]

''خوف ودہشت اور خطرے کا ماحول پیدا کرنے کا نام دہشت گردی ہے۔دہشت گرد لوگوں کو قتل و غارت اور اغوا کا نشانہ بناتے ہیں۔۔۔بم دھماکے کرتے ہیں۔۔۔ہوائی جہاز ہائی جیک(اغوا) کر لیتے ہیں۔۔۔آگ لگاتے ہیں اور اسی طرح کے شدید ترین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔۔۔لیکن دہشت گردوں کے اغراض ومقاصد عام مجرموں کی بنسبت مختلف ہوتے ہیں۔اکثر و بیشتر مجرم مال و دولت یا کسی اور ذاتی منفعت کیلئے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں جب کہ عام طور پر دہشت گرد صرف سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں''۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سرکاری انٹیلی جنس ایجنسی(FBI) کے نزدیک بین الاقوامی دہشت گردی کی تعریف یہ ہے کہ

''طاقت کا غیر قانونی استعمال یعنی افراد کے خلاف یا پراپرٹی کو تباہ کرنے یا حکومت شہری آبادی یا اس کے حصہ پر دباؤ ڈالنے یا سیاسی وسماجی مقاصد کے حصول کیلئے کسی ایسے گروپ یا فرد کی طرف سے تشدد کا ارتکاب جس کا تعلق کسی ملکی طاقت سے ہو یا جس کی سرگرمیاں قومی حدود سے تجاوز کر جائیں''۔[2]

---

(۱)[(The world book Encyclopedia Vol 19,P;178)]

(۲)[(روگ سٹیٹ از ولیم بیلم مترجم ص ۵۴)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکی سکالر نوم چومسکی نے دسمبر 2001 کو دہشت گردی کے حوالہ سے جو تقریر کی، فرنٹ لائن کے مطابق اس کی رپوٹنگ اس طرح کی گئی کہ

''چومسکی نے دہشت گردی کے تصورات کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔ایک لغوی اور دوسرا پروپیگنڈے والا۔دہشت گردی کا لغوی تصور جو امریکہ کے سرکاری دستاویزات میں بھی اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ''دہشت گردی۔۔۔تشدد کی دھمکی کا بیجا، مثلاً استعمال ہے جو دباؤ ڈال کر اور جبر یا خوف پیدا کر کے سیاسی، مذہبی یا نظریاتی نوعیت کے اہداف حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔چومسکی نے تسلیم کیا کہ امریکہ کی استعماری پالیسی نے لغوی تعریف کو پروپیگنڈے والی تعریف کے حق میں دستبردار کر دیا ہے۔اس کے مطابق جو کوئی بھی امریکہ کے خلاف ہے اور اس کے دوستوں یا حلیفوں کے خلاف ہے، وہ دہشت گرد ہے''۔ (۱)

مندرجہ اقتباسات کی روشنی میں دہشت گردی کی درج ذیل مختلف صورتیں اور تعریفیں سامنے آتی ہیں:

(۱) سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے تشدد اور قوت کا استعمال۔

(۲) خوف و ہراس پھیلانے کیلئے بے گناہ شہریوں، سول آبادیوں اور نجی و سرکاری عمارتوں کو تخریب کاری کا نشانہ بنانا اور وسیع پیمانے پر قتل عام کرنا۔

(۳) امریکہ کی پالیسیوں اور اس کے حامیوں کی مخالفت کرنا (امریکہ کے نزدیک یہ بھی دہشت گردی ہے!)

امریکی نظام اور امریکی پالیسیوں کی مخالفت میں چونکہ مجاہدین ہی پیش پیش ہیں، اس لیے اب ایک عرصہ سے جہاد کو دہشت گردی کے مترادف قرار دینے کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔علاوہ ازیں مسلمانوں کو انکا دین اسلام ہی جہاد پر ابھارتا ہے، اس لیے مغربی میڈیا

(۱)[(فرنٹ لائن دسمبر ۲۰۰۱ء ص ۲۵، ۲۶)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کوبطور دہشت گرد مذہب کے متعارف کروانے کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ پہلے اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے خلاف بنیاد پرست کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی مگر اس میں لفظی طور پر کوئی ایسی تاثیر نہ تھی کہ جس سے مسلمانوں کی برائی ظاہر ہوتی اور ویسے بھی اس اصطلاح کے مستحق اصولی طور پر پروٹسنٹ فرقہ سے تعلق رکھنے والے وہ عیسائی تھے جو عیسائیت کے بنیادی اصولوں پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ اب بنیاد پرستی کی جگہ دہشت گردی کی اصطلاح بڑی تیزی سے متعارف کروائی جارہی ہے کیونکہ اول تو اس میں لفظی طور پر خوف وہراس کا تصور پایا جاتا ہے اور دوم یہ کہ اس وقت دنیا بھر میں تقریباً مسلمان ہی مختلف خطوں میں آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور سوم اس لیے بھی کہ مغرب کو اگر دنیا بھر میں کسی قوم سے خطرہ ہے تو وہ مسلمان ہیں اور یہ خطرہ محض مادی وسیاسی سطح ہی پر درپیش نہیں بلکہ مغرب کو معاشرتی اور تہذیبی وتمدنی سطح پر بھی اسلامی تہذیب وتمدن ہی سے خطرہ لاحق ہے۔ بہرصورت اب ہم دہشت گردی کی تعریفوں کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ اسلام اس سلسلہ میں ہماری کیا راہنمائی کرتا ہے نیز ان تعریفوں کا مصداق مسلمان ہیں یا کوئی اور...؟

دہشت گردی کی پہلی تعریف:

سیاسی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے تشدد اور قوت کا استعمال

تجزیہ:-

سیاسی اغراض ومقاصد میں کسی غلام قوم کا اپنا حق آزادی حاصل کرنا بھی شامل ہے اس لئے پہلے ہم اس مسئلہ کی وضاحت کئے دیتے ہیں۔

آزادی کے لئے قوت کا استعمال دہشت گردی نہیں!

اگر آزادی کیلئے کوئی قوم غاصب وقابض قوم کے خلاف مزاحمت کرتی ہے تو یہ اس کا حق ہے کہ اسے آزادی کی دولت ملے اور اس حق کو چھیننے والا ظالم ہے۔ صاف ظاہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

YYYn̈ lUŞEOoeOOÇUhEO

%el ~ i l Uebf 9e0¢ ^+0Uer Kskel &2e84l ' 0 r b ~+g%

www.KitaboSunnat.com

☆ ایک طرف عالم اسلام میں دینی بیداری کی تحریکات مدوجزر کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہیں اور وہ مسلم ممالک میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ اور عالمی سطح پر خلافت کے احیا کی خواہاں ہیں۔

☆ دوسری طرف مغرب کے سیکولر فلسفہ، نظام اور ثقافت کی مسلم ممالک میں ترویج ونفاذ کے لیے اقتصادی، سیاسی اور عسکری بالادستی کے ساتھ مسلمان کہلانے والی حکومتوں کے تعاون سے پیش رفت جاری ہے۔

☆ تیسری طرف کم وبیش تمام مسلم ممالک اقوام متحدہ کے ممبر کی حیثیت سے اور اس کے منشور وقوانین پر دستخط کرنے کے باعث قانونی اور اخلاقی طور پر آج کے عالمی نظام کا حصہ ہیں جو اپنے مقاصد واہداف اور قوانین وضوابط دونوں حوالوں سے اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔

☆ چوتھی جانب عالم اسلام میں دینی بیداری کے رجحانات، اسلامی تعلیمات کے مراکز، قرآن وسنت کے ساتھ غیر مشروط اور بے لچک کمٹمنٹ کے جذبات اور اسلامی تہذیب وثقافت کے عالمی سطح پر احیا کے لیے اسلامی تحریکات کے عزائم مبینہ دہشت گردی کے خلاف اس عالمی جنگ کا براہ راست ہدف ہیں جس کی فوج کشی کا شکار اسی وجہ سے افغانستان بن چکا ہے اور مذکورہ بالا عزائم وجذبات رکھنے والی ہر تحریک اور ہر طبقہ اس جنگ کی ''ہٹ لسٹ'' میں شامل ہے۔

☆ ان کے علاوہ معروضی حقائق وحالات کا ایک پانچواں دائرہ یہ بھی ہے کہ عالم اسلام کے وسائل خود مسلمانوں کے کنٹرول میں نہیں ہیں، مسلم ممالک اقتصادی اور معاشی طور پر بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے تہہ در تہہ جال میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں، مسلم حکومتیں سیاسی، معاشی، عسکری اور انتظامی شعبوں میں کوئی بنیادی فیصلہ کرنے میں آزاد نہیں ہیں اور دنیا کے کسی بھی خطے میں کسی بھی مسلم حکومت کے اختیارات ومعاملات کے گرد ایک غیر مرئی ''ریڈ لائن'' موجود ہے جس کو کراس کرنا اس کے بس میں نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وسیع تناظر میں دہشت گردی کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لینا یقیناً ایک اہم بات ہے اور اس کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس جزوی مسئلہ سے پہلے بہت سے اصولی معاملات اہل علم کی توجہات کے مستحق ہیں اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل یہ مسئلہ ہے کہ عالم اسلام کو اس مخمصہ سے نکالنے اور اس کی آزادی و خود مختاری بحال کرنے کے لیے ہمارے ارباب علم و دانش جہد و عمل کا کون سا خاکہ تجویز کرتے ہیں؟ اور وہ ملت اسلامیہ کو موجودہ صورت حال پر قناعت کرنے یا اس سے جان چھڑانے کے لیے کچھ کر گزرنے میں سے کون سا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں؟ پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ دہشت گردی کی اسلامی حیثیت اور اس کے بارے میں شرعی احکام و قوانین کی وضاحت کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ اور اس کی اصل غرض کیا ہے؟ اگر تو اس کا مقصد عالم اسلام کی دینی تحریکات کی راہ نمائی کرنا ہے اور ان کو یہ بتلانا ہے کہ ملت اسلامیہ کی خود مختاری کی بحالی، خلافت اسلامیہ کے احیا، عالم اسلام کے وسائل کی بازیابی اور مسلم اقوام و ممالک کے گرد عالمی استعمار کے حصار کو توڑنے کے لیے ان کی جدوجہد کو ان شرعی حدود کا پابند رہنا چاہیے اور انہیں ارباب علم و دانش کی راہ نمائی کے دائرے سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تو یہ ایک مفید اور مثبت عمل ہے جس کی ضرورت مسلم ہے اور اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر اس سارے عمل کی غرض دہشت گردی کے حوالے سے عالمی استعمار کو مطمئن کرنا اور قاعدین و متخلفین کو ان کے قعود و تخلف کے لیے جواز اور اس کے دلائل فراہم کرنا ہے تو اس سے زیادہ قابل نفرین عمل کا موجودہ حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک عالم اسلام کی بعض عسکری تحریکات پر ''دہشت گردی'' کا لیبل چسپاں کرنے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں ایک اصولی بات ہر شخص کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ عمل کے احکام سے ردعمل کے احکام مختلف ہوتے ہیں اور کسی ایکشن پر جن قواعد و ضوابط کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطلاق ہوتا ہے، اس کے ری ایکشن پر انہی قواعد وضوابط کا کلیتاً اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اصول دنیا کے ہر قانونی نظام میں تسلیم شدہ ہے اور قرآن کریم نے بھی سورۃ النساء آیت ۱۴۸ میں اس اصول کو اس حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ کسی شخص کی بری بات کو ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ظلم وزیادتی کو روا رکھنے والے ظالم کی برائی کو ظاہر کرے۔ گویا جس بات کی ایکشن اور عمل میں شرعاً اجازت نہیں ہے، ری ایکشن اور ردعمل میں قرآن کریم اس کی اجازت دے رہا ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ کوئی مظلوم ردعمل میں کوئی ایسی بات کر گزرتا ہے جس کی عام حالات میں اجازت نہیں ہے تو اس کی مظلومیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس معاملے میں اس سے درگزر کر دینا ہی اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

اس لیے واقعاتی پس منظر کی تفصیل میں جائے بغیر اصولی طور پر یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی جن تحریکات اور گروپوں کو ''دہشت گرد'' قرار دیا جا رہا ہے، ان کے بارے میں اس بات کا جائزہ لے لینا چاہیے کہ اگر وہ غلبہ اور اقتدار کے شوق میں ایسا کر رہے ہیں اور حکمرانی کی حرص نے انہیں ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا ہے تو ان کے ''دہشت گرد'' ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر انہیں کسی طرف سے ہونے والے مظالم اور جبر نے ردعمل کے طور پر اس راستے پر ڈالا ہے اور جبر واستبداد کے حصار کو توڑنے میں دیگر کسی متبادل حربہ اور کوشش میں کامیابی کا کوئی امکان نہ دیکھتے ہوئے ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق وہ ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں تو انہیں اس رعایت سے محروم کر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت ۱۴۸ میں مظلوموں کے لیے بیان فرمائی ہے۔

ان تمہیدی گزارشات کے بعد ہم ان سوالات کی طرف آتے ہیں جو مذکورہ بالا سوال نامہ میں اٹھائے گئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف کیا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ قرآن کریم نے سورۃ المائدہ کی آیت ۳۳ میں "محاربہ" کا جو حکم بیان فرمایا ہے، ہمیں اس پر غور کر لینا چاہیے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو سزا کا مستحق بتایا ہے، ان کے دو وصف بیان فرمائے ہیں:

ایک: یحاربون اللہ ورسولہ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ لڑتے ہیں۔ جس سے مراد ہمارے خیال میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قائم کردہ نظام سے بغاوت کرتے ہیں۔

دوسرا: ویسعون فی الارض فسادا کہ وہ زمین میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں جس کا معنی آج کی معروف زبان میں یہ ہوگا کہ وہ امن عامہ کے لیے خطرہ بن جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہمارے ناقص فہم کے مطابق جو لوگ کسی جائز اور قانونی سسٹم کے خلاف ناجائز طور پر بغاوت کرتے ہیں اور عام شہریوں کی جان و مال کے لیے بلاوجہ خطرہ بن جاتے ہیں، وہ "دہشت گرد" کہلائیں گے۔

کسی حکومت کے جائز اور قانونی ہونے کے لیے اس دور کے عرف کو دیکھا جائے گا کہ اس وقت بین الاقوامی تعامل اور عرف کی رو سے کون سی حکومت کو جائز اور قانونی سمجھا جاتا ہے جبکہ بغاوت کے جائز یا ناجائز ہونے میں بھی اسی بین الاقوامی عرف کا اعتبار ہوگا لیکن اس میں ایک بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ عرف اور تعامل اور چیز ہے اور کسی مخصوص مسئلہ پر عالمی برادری کا طرز عمل اس سے بالکل مختلف معاملہ ہے۔ جس کا تجربہ ہمیں حال ہی میں افغانستان کے حوالے سے ہوا ہے کہ وہاں طالبان کی حکومت نے ملک کے ۹۰ فیصد علاقہ کا کنٹرول حاصل کر لیا تھا، دارالحکومت کابل بھی ان کے کنٹرول میں تھا اور ان کے زیر اثر علاقہ میں امن کا قیام اور ان کے احکام کی عملداری بھی تسلیم شدہ ہے۔ آج کے بین الاقوامی عرف میں کسی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے یہ باتیں کافی سمجھی جاتی ہیں بلکہ اس سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم تر اہداف حاصل کرنے والی حکومتیں بھی تسلیم کر لی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود عالمی برادری نے افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس پر فوج کشی کر کے اسے جبراً ختم کر دیا۔ اس لیے ہمیں عرف و تعامل اور وقتی طرز عمل میں فرق کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور اب تو یہ فرق اس قدر واضح ہو گیا ہے اور بڑھتا جا رہا ہے کہ بین الاقوامی قوانین و ضوابط، اخلاقیات اور عالمی سیاسیات کی بیشتر اقدار و روایات کا مفہوم و معیار تک بدل کر رہ گیا ہے۔

دوسرا سوال اس حوالے سے ہے کہ کوئی حکومت اپنے ملک کے کسی طبقہ کے ساتھ انصاف نہیں کرتی اور ان کے سیاسی حقوق اور جان و مال تک کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو کیا اس حکومت کے ایسے طرز عمل کو بھی ''دہشت گردی'' قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ کوئی حکومت اپنی رعیت کے کسی طبقے کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھتی ہے اور اس محروم رکھنے میں ریاستی جبر کا ایسا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے جس سے اس طبقہ کے وجود اور اس کے افراد کی جان و مال کو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں تو یہ بات یقیناً ''ریاستی دہشت گردی'' کہلائے گی۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہو تو اس پر احتجاج اور ردعمل کی کیا حیثیت ہے؟ اور کیا مظلوم کا ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بھی ''دہشت گردی'' کہلائے گا؟

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ مظلوم کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا دنیا کے ہر قانون میں حق حاصل ہے اور اسلام بھی اسے یہ حق دیتا ہے۔ اب اس حق کی درجہ بندی کہ یہ جائز ہے یا واجب، اس کا انحصار اس وقت کے حالات پر اور مظلوم کی صواب دید پر ہے۔ اسلام نے اس میں دو درجے رکھے ہیں: عزیمت اور رخصت۔ اگر وہ عزیمت پر عمل کرتا ہے اور اپنے حق کے لیے ظالم کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو اسے اس کا حق حاصل ہے اور اگر صبر و تحمل کے ساتھ رخصت کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے اس کا جواز بھی ہے چنانچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنی جان کی حفاظت میں مارا گیا، وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا، وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی عزت کی حفاظت میں مارا گیا، وہ بھی شہید ہے۔ اس ارشاد نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ رخصت پر عمل کی اجازت ہے، لیکن ترجیح بہرحال عزیمت ہی کو حاصل ہے۔

باقی رہی بات ہتھیار اٹھانے کی تو فقہائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصی اور انفرادی معاملات میں تو قانون کو ہاتھ میں لینے اور ہتھیار اٹھانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے اور ایسا کرنا بغاوت کے زمرے میں آئے گا البتہ اجتماعی معاملات میں (۱) مسلم حکمران کی طرف سے کفر بواح کے ارتکاب اور (۲) مسلم اکثریت پر غیر مسلم اقلیت کا جبری اقتدار قائم ہو جانے کی صورت میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے جو بسا اوقات فرض کا درجہ بھی اختیار کر جاتا ہے جیسا کہ دہلی پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار قائم ہو جانے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور دیگر اکابر علماء کرام نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا تھا۔

حملہ آور قوت کے خلاف اپنی آزادی اور خودمختاری کے لیے ہتھیار اٹھانے کے حق کو دنیا کے ہر قانون میں تسلیم کیا جاتا ہے اور اسے حریت اور آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے ''دہشت گردی'' قرار دینا ایسا ہے جیسے یہ کہہ دیا جائے کہ برطانوی استعمار سے آزادی کے لیے جن امریکی حریت پسندوں نے ہتھیار اٹھائے تھے اور اس جنگ میں انہوں نے متعلقہ اور غیر متعلقہ ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، وہ حریت پسند نہیں بلکہ ''دہشت گرد'' تھے اور اسی طرح دنیا بھر کی وہ تمام اقوام و ممالک دہشت گرد قرار پائیں گے جنہوں نے غیر ملکی قابضین اور نوآبادیاتی حکمرانوں کے خلاف جنگ لڑ کر آزادی حاصل کی ہے۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر کسی طبقہ کے کچھ افراد نے ظلم کیا ہے تو کیا مظلوموں کو یہ حق حاصل ہے کہ اس طبقے کے دوسرے افراد کو انتقام کا نشانہ بنائیں جو اس عمل میں شریک نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جہاں تک غیر متعلقہ لوگوں کو انتقام کا نشانہ بنانے کا تعلق ہے، اسلام اس کی کسی صورت میں اجازت نہیں دیتا۔ یہ بھی اسی طرح کا ظلم ہوگا جس کا وہ مظلوم خود نشانہ بن چکے ہیں۔ البتہ ظالموں کے خلاف کارروائی کے دوران کچھ لوگ ناگزیر طور پر زد میں آتے ہوں تو ان کا معاملہ مختلف ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے جہاد میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور غیر متعلقہ افراد کو قتل کرنے سے صراحتاً منع کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کتاب الجہاد میں حضرت صعب بن جثامہؓ کی یہ روایت بھی موجود ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم ایک جگہ شب خون مارنا چاہتے ہیں مگر وہاں عورتیں اور بچے بھی ہیں تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: **ھم منھم** ''وہ انہی میں سے ہیں'' یعنی اگر وہ شب خون (چھاپہ مار کارروائی) کی زد میں ناگزیر طور پر آتے ہیں تو وہ انہی میں شمار ہوں گے اور ان کی وجہ سے کارروائی روکی نہیں جائے گی۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں جو غیر مسلم شہری آباد ہیں، ان کو اپنے مذہبی معاملات یعنی عقیدہ، عبادت، شخصی قوانین وغیرہ میں کس حد تک آزادی حاصل ہے؟ اس کے جواب میں ہمارا طالب علمانہ نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی مسلم حکومت ایسی نہیں ہے جس پر 'اسلامی حکومت' کا اطلاق کیا جا سکے یا جسے خلافت کا قائم مقام قرار دیا جائے اور اس کے دائرے میں رہنے والے غیر مسلموں کو ذمیوں کا درجہ دینا شرعاً ضروری ہو جبکہ کم و بیش تمام مسلم ممالک اقوام متحدہ کے منشور پر دستخط کرنے کے علاوہ اس حوالے سے دیگر بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی بھی قبول کر چکے ہیں اس لیے جب تک خلافت کا احیا نہیں ہوتا اور خالصتاً اسلامی شرعی حکومت قائم نہیں ہو جاتی، ہم ''میثاق مدینہ'' کی طرز پر بین الاقوامی معاہدات کے پابند ہیں اور ہمیں ان پر عمل درآمد کرنا چاہیے الا یہ کہ ان میں سے کوئی بات کسی مسلمان ملک کی خود مختاری وسالمیت اور مسلمانوں کے ملی مفاد کے لیے صریحاً خطرے کا باعث ہو تو اس میں وہ ملک ضروری تحفظات اختیار کر سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کے ہر جگہ کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ اسلام ان اسباب کے تدارک کے لیے کیا ہدایات دیتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ دہشت گردی فی الواقع بہت بڑا جرم ہے۔ اسلام تو عام معاشرتی جرائم میں بھی مجرم کے لیے سخت سزائیں تجویز کرنے کے ساتھ ساتھ جرم کے اسباب وعوامل کے تدارک کا حکم دیتا ہے اور ان دواعی کا راستہ روکتا ہے جو کسی شخص کو جرم تک لے جاتے ہیں۔ اسلام کا یہی اصول دہشت گردی کے بارے میں بھی ہے۔ اس پس منظر میں ہمارے نزدیک دہشت گردی کے حوالے سے دو محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک محاذ یہ ہے کہ جو عالمی قوتیں ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا عنوان اختیار کر کے دنیا بھر کی دینی تحریکات کو ٹارگٹ بنائے ہوئے ہیں، انہیں اس بات کا احساس دلایا جائے کہ جس کو تم دہشت گردی قرار دے رہے ہو، یہ دراصل ردعمل ہے ان مظالم اور جبر و نا انصافی کا جو ان اقوام وممالک اور طبقات پر مسلسل روا رکھے جا رہے ہیں اور اس ردعمل کو جبر اور تشدد کے ذریعے کبھی ختم نہیں کیا جا سکتا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ اس قسم کی صورت حال میں جبر وتشدد سے مزید منافرت بڑھتی ہے اور جذبات میں مزید شدت پیدا ہوتی ہے اس لیے اگر تم دہشت گردی کو ختم کرنے میں سنجیدہ اور مخلص ہو تو تمہیں جبر وتشدد اور عسکری جنگ کا راستہ ترک کر کے مفاہمت اور مذاکرات کا راستہ اپنانا ہوگا۔ ظالم اور مظلوم کے فرق کو محسوس کرو، مظلوم کی مظلومیت کو تسلیم کرو، ظالم کو ظالم قرار دو اور مسلمہ اصولوں کی روشنی میں مظلوم اقوام وطبقات کو ظلم واستحصال سے نجات دلانے کے لیے سنجیدہ پیش قدمی کرو ورنہ تمہاری یہ جنگ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے نہیں بلکہ اس کے فروغ کے لیے متصور ہوگی اور دہشت گردی کا جواب اس سے بڑی دہشت گردی کے ذریعہ دے کر تم خود سب سے بڑے دہشت گرد قرار پاؤ گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف عالم اسلام کی ان عسکری تحریکات سے بھی گفتگو کی ضرورت ہے جو مختلف محاذوں پر مصروف کار ہیں اور جنہیں دہشت گرد قرار دے کر ان کو کچلنے کا عمل مسلسل جاری ہے۔ان تحریکات کی قیادتوں کو دو باتیں سمجھانے کی ضرورت ہے۔ایک یہ کہ ہر مسئلے کا حل ہتھیار نہیں ہے اور نہ ہی ہر جگہ ہتھیار اٹھانا ضروری ہے۔ جہاں کسی مسئلہ کے حل کا کوئی متبادل راستہ موجود ہے، اگر چہ وہ لمبا اور صبر آزما ہی کیوں نہ ہو، وہاں ہتھیار سے کام لینا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں شاید شرعاً جائز بھی نہ ہو۔ہتھیار تو آخری حربہ ہے۔ جہاں اور کوئی ذریعہ کام نہ دیتا ہو اور کسی جگہ مسلمانوں کا وجود اور دینی تشخص حقیقی خطرات سے دوچار ہو گیا ہو تو آخری اور اضطراری حالت میں ہتھیار اٹھانے کی گنجائش نکل سکتی ہے اس لیے اضطرار بلکہ ناگزیر اضطرار کے بغیر ہتھیار کو ہاتھ میں نہ لیا جائے۔

دوسری بات ان سے یہ عرض کرنے کی ہے کہ آزادی، تشخص اور خودمختاری کے لیے اضطرار کی حالت میں قومیں ہتھیار اٹھایا کرتی ہیں۔یہ زندہ قوموں کا شعار ہے اور آزادی کی عسکری تحریکات سے دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے لیکن غیر متعلقہ لوگوں کو نشانہ بنانا اور بے گناہ لوگوں کا خون بہانا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی اور قانون وضابطہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ان تحریکات کو اس حوالے سے شرعی احکام وقوانین کی پابندی کا ایک بار پھر عہد کرنا چاہیے اور شرعی احکام بھی وہ نہیں جو خود ان کے ذہن میں آ جائیں بلکہ وہ قوانین وضوابط جو امت کے اجماعی تعامل وتوارث کے ساتھ تسلیم شدہ چلے آ رہے ہیں اور جنہیں وقت کے اکابر علما وفقہا کی طرف سے ضروری قرار دیا جا رہا ہو۔اس کے بغیر کوئی بھی تحریک اور جدوجہد تمام تر خلوص وجذبہ اور ایثار وقربانی کے باوجود خلفشار پیدا کرنے کا باعث بنے گی اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی ہوگی اس لیے ایسی تحریکات کو کسی بھی ایسی بات سے قطعی طور پر گریز کرنا چاہیے جو:

☆ معروف اور مسلمہ شرعی اصولوں کے مطابق نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ جس سے مسلمانوں کی مشکلات میں بلاوجہ اضافہ ہوتا ہو۔

☆ جو اسلام کے لیے بدنامی کا باعث بن سکتی ہو۔

☆ اور جس سے خود ان تحریکات کی قوت کار اور دائرہ عمل متاثر ہوتا ہو۔

ساتواں سوال یہ ہے کہ کسی گروہ یا فرد کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ دفاع واجب ہے یا مستحب؟

اِس سلسلے میں اصولی طور پر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی جان، مال، اور آبرو کی حفاظت میں مارے جانے والے مسلمان کو شہید قرار دیا ہے تو ان تینوں حوالوں سے دفاع کا حق اور اس کی فضیلت میں کسی کلام کی گنجائش نہیں رہ جاتی البتہ ایک اور بات عرض کرنا بھی شاید نامناسب نہ ہو کہ جان بچانے کو فقہاء کرام نے فرض قرار دیا ہے اور جہاں جان کے تحفظ کا مسئلہ آ جائے، وہاں اضطرار کی حالت میں خنزیر کا گوشت بقدر ضرورت کھانے کو بھی بعض فقہا نے فرض بتایا ہے تو اس اصول کی رو سے کسی فرد یا گروہ کے لیے یہ بات بھی فرض ہی کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ اگر اسے اپنے وجود اور جان کا خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ اسے بچانے کے لیے جو صورت دفاع کی ناگزیر ہو، وہ اسے اختیار کرے اور اس دفاع کی حد بھی وہی ہے جو حالت اضطرار کی دیگر صورتوں میں ہے کہ جتنی کارروائی سے جان بچ سکتی ہو، اسی حد تک اجازت ہے، اس سے زیادہ کی نہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ الشریعۃ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی اور عالم اسلام

......دہشت گردی کسے کہتے ہیں؟ کیا دین اسلام میں اس کا کوئی تصور ہے......؟
جنوبی افریقہ کے ریچ اُم کھن ڈو، نیویارک ٹائمز کے سرج شمے مان، یونیورسٹی آف کیلیفورنیا رائروائن کے مارک لیوائن، معروف صحافی رے بکا سکاروف اور مارک ڈیری، افسانہ نگار رچرڈ فورڈ، کوئنز کالج اور گریجویٹ سینٹر کولم، بیا یونیورسٹی کے پروفیسر جان جیریکی، اسرائیلی پارلیمنٹ (کنیسیٹ) کے رکن عزمی بشارہ، فرانس کے مشہور فلسفی جین برکمونٹ، لاطینی امریکہ کے ناول نگار ایڈوارڈو گلیانو، میساچوسٹس انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے پروفیسر نوم چومسکی، ہندوستان کی انگریز ناول نگار ارون دھتی رائے، ترکی کے ناول نگار ادرحان پامک، مصر کی ڈاکٹر نوال سعداوی، برطانیہ کے صحافی رابرٹ فسک، ایران کے محسن مخمل باف، یونیورسٹی آف ٹیکساس آسٹن امریکہ کے راہل مہاجن اور امریکی فری پریس کے کرسٹوفر بولن کی مطبوعہ تحریروں کے بعض اقتباسات سے ان دو سوالوں کا جواب درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمایئے......

دہشت گردی اور اس کے ممکنہ مفاہیم

بے گناہ شہریوں کے خلاف طاقت کے ایک ایسے استعمال یا استعمال کی دھمکی کو دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کسی سیاسی یا معاشرتی تبدیلی لانے کی غرض سے ہو۔ کسی حکومت کو دھمکانے، خوف زدہ کرنے اور اپنے سیاسی اور معاشرتی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے اس حکومت کی شہری آبادی یا اس کے کسی حصے کی جان و مال کے خلاف یا تشدد کا غیر قانونی استعمال 'دہشت گردی' ہے۔

حیاتیاتی، کیمیائی یا جوہری ترکیبوں کے علاوہ سیاسی بنیاد پر کیے جانے والے قتل، دہشت گردی ہیں۔ ان تمام جنگی جرائم کو دہشت گردی شمار کیا گیا ہے، جن کا دنیا کی اکثر حکومتوں خاص طور پر بڑی طاقتوں نے ارتکاب کیا ہے۔

دہشت گردی یا دہشت گرد کے الفاظ کو پہلی مرتبہ مارچ ۱۷۹۳ء سے جولائی ۱۷۹۴ء تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرانسیسی حکومت کے برپا کیے ہوئے عہدِ دہشت کے لیے استعمال کیا گیا۔ حکومت مخالف سرگرمیوں کے اظہار کے لیے دہشت گرد کا لفظ ۱۸۶۶ء میں آئرلینڈ اور ۱۸۸۳ء میں روس کے حوالے سے تحریری شکل میں آیا۔

دہشت زدگی کی سب سے عام کارروائی وہ اذیت ہے، جو حکومتیں خود اپنے شہریوں کو پہنچاتی ہیں۔

ہتھیاروں کی روز افزوں عالمی تجارت نے جو ہر سطح پر تشدد کو تیز کرتی ہے، ایسے لوگوں کی شکایتوں میں اضافہ کر دیا ہے، جنہیں تشدد کے خلاف شکایت ہے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء کی دہائیوں میں زیرِ زمین کام کرنے والے یہودیوں کو دہشت گرد کہا جاتا تھا۔

ہمارے چاروں اطراف موجود یہ دنیا اپنے آپ کو ان اصطلاحات اور تصورات کے ذریعہ بیان کرنے لگی ہے جن کے مفہوم سے ہم پوری طرح واقف نہیں، دہشت گردی کا تصور بھی ایسا ہی لفظ ہے۔ اس میں پنہاں درد و اذیت کا ہم تصور کر سکتے ہیں مگر اس اصطلاح کا مفہوم کیا ہے؟

دہشت گردی کی اصطلاح کی کوئی عالمی طور پر متفقہ تعریف نہیں ہے مگر اس میں بار بار دہرائے جانے والے چند موضوعات ہیں، جن میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

تشدد جو سیاسی یا سماجی مقصد کے تحت ہو، خوف زدہ کرنے کی کوشش ہو اور اس عمل کا رخ شہریوں اور دوسرے ایسے لوگوں کی طرف کر دیا جائے جو لڑائی میں شریک نہیں ہیں۔ دہشت گردی سیدھے سادھے تشدد سے بڑھ کر ہے، جس میں صرف دو فریقین کی ضرورت ہوتی ہے، ایک جارحیت کرنے والا اور دوسرا اس کا شکار (Victim)۔ دہشت گردی کے لیے ایک تیسرے فریق کی بھی ضرورت پڑتی ہے، جو ان تمام واقعات سے مرعوب یا خوف زدہ ہو جائیں جو جارحیت کے شکار کے ساتھ پیش آ رہے ہیں۔

دہشت گردی کی کارروائی کا ایک اہم درجہ ان کارروائیوں پر مشتمل ہے، جن پر عمل درآمد یا جن کی ہدایت و منصوبہ بندی، براہِ راست یا بالواسطہ طور پر ریاست کی طرف سے کی گئی ہو یا پھر ریاست نے اجازت دے دی ہو، چاہے اس ریاست کی اپنی فوج یا پولیس براہِ راست ملوث نہ ہو، مگر یہ بعض قاتل دستوں کو تفویض کر دی گئی ہو۔

اپنے طریقے اور مقصد میں دہشت گردی، انسانی عمل، قانون اور تصادم کے اُصولوں کی خلاف ورزی ہے، اس کا مقصد ہے حادثاتی و سرسری سفاکی کے مظاہرے کے ذریعے سے ہمت کو توڑنا، غیر انسانی بنانا، تذلیل کرنا اور خوف زدہ کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گرد کون؟

ایک شخص کے نزدیک جو 'دہشت گرد' ہے، وہ دوسرے کے نزدیک 'مجاہدِ حریت' ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جب ڈک چینی جیسے سیاست دان نیلسن منڈیلا کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے، اس وقت امریکی حکومت اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں کو جنگِ آزادی کے سپاہی قرار دے کر ان کی تعریف کر رہی تھی۔

لیکن اس بات کی نشان دہی اب بھی نہیں کی جا سکتی کہ کون دہشت گرد ہے اور کون نہیں؟ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات دہشت گرد تھے اور اب وہ دہشت گرد نہیں۔ آئرلینڈ کی سن فین (Sinn Fein) کے جیری آدمس اور جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا دہشت گرد تھے اور اب وہ بڑے عظیم مدبر اور رہنما ہیں۔ کم از کم تین اسرائیلی وزرائے اعظم یا تو خود اپنے اعتراف کے مطابق دہشت گرد تھے یا ان پر دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام قانونی طور پر لگایا جا سکتا تھا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارے سب سے نئے حلیف، روس کے صدر ولاڈی میر پوٹین آج بھی چیچنیا میں ایک ایسی غلیظ جنگ لڑ رہے ہیں، جسے شہریوں کے خلاف بہیمانہ مظالم کی وجہ سے دہشت گردی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

۳۰ سال قبل چومسکی نے ہمیں یاد دلایا تھا کہ قومی تحفظ کے نام پر اذیت اور دہشت گردی کے آلات استعمال کرنے والی حکومتوں کی دو تہائی تعداد امریکہ کی گاہک ہیں۔

اگر ہم اس اُصول پر توجہ دیں کہ دہشت گردوں کو تحفظ اور مالی مدد کون مہیا کر رہا ہے تو ہمیں ایک بار پھر مغربی طاقتیں، مشرقِ وسطیٰ اور جنوب میں ان کے حلیف ہی ملزم نظر آئیں گے۔

صرف ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک امریکی حکومت نے روئے زمین پر عملاً ہر قوم کو ایک سو نوے ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا یا اس کی منظوری دی یا بلا قیمت بانٹ دیا۔ یہی صورتِ حال چھوٹے پیمانے پر سوویت یونین کی بھی تھی۔ لاطینی امریکہ، افریقہ، ایشیا، مشرقِ وسطیٰ غرض کوئی بھی جگہ ہو، جہاں کہیں بھی دہشت گرد حکومتیں دہشت گردی میں مشغول رہی ہیں، وہ ان دونوں اعلیٰ طاقتوں اور ہمارے جی-8 کے حلیفوں کے تعاون کے بغیر پنپ ہی نہیں سکتی تھیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صلیبی جنگوں اور عدالتی احتساب، دونوں کی اجازت براہِ راست کلیسا سے ملی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کے بارے میں اعداد و شمار

۱۹۶۸ء سے جب سے امریکی حکومت نے اس قسم کے اعداد و شمار رکھنے شروع کیے، دنیا بھر میں دہشت گردی کی سات ہزار سے زیادہ بم باری کی وارداتیں ہو چکی ہیں۔ امریکی محکمہ خارجہ نے ۳۰ نامزد بیرونی دہشت گرد تنظیموں کی اور ۱۴ دوسری دہشت گرد تنظیموں کی فہرست بنا کر رکھی ہے۔

امریکی محکمہ خارجہ کے مطابق ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۹ء تک کے عرصے میں دہشت گردی کی کارروائیاں فی سال ۳۰۰ سے ۵۰۰ تک رہی ہیں۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ دہشت گردی کی تمام کارروائیوں کا دو تہائی حصہ تجارتی اداروں کے خلاف رہا ہے اور یہ تعداد سفارت کار، فوجی یا سرکاری ملازم یا جائیداد سے پانچ گنا زیادہ رہی ہے۔ مزید برآں اگر چہ ذرائع ابلاغ پر دہشت گردی کی خبروں میں غلبہ مشرق وسطیٰ کا رہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۹۹ء میں لاطینی امریکہ اور روس کے بعد سب سے زیادہ حملے مغربی یورپ نے برداشت کیے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مقبول طریقہ 'بمباری' کا رہا ہے۔ اس کے بعد آتش گیر بم باری، اغوا، آتش زنی اور ہائی جیکنگ کا نمبر آتا ہے۔

بہر حال امریکی محکمہ خارجہ کے اعداد و شمار گمراہ کن ہیں کیونکہ کسی حادثے کو بین الاقوامی دہشت گردی کے زمرے میں صرف اس وقت شامل کیا جاتا ہے، جب اس میں ایک سے زیادہ ملکوں کے شہری یا علاقے شامل ہوں۔ اسی طرح ملکوں کے اندر کوئی ایسی دہشت گردی جس سے غیر ملکی شہریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے، شمار میں نہیں لائی جاتی۔

طاقتور جماعت کے تشدد کے تجربے نے تاریخی طور پر مظلوموں کو دہشت گردوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ مار کھانے والے بچے، بڑے ہو کر پُر تشدد سزائیں دینے والے والدین بن جاتے ہیں۔ یہی کچھ لوگوں اور قوموں کے ساتھ ہوتا ہے، جب ان کو مار پڑتی ہے تو وہ جواب میں ہاتھ اٹھانے لگتے ہیں، اکثر یہ ہوتا ہے کہ ریاستی دہشت گردی، اجتماعی دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔

جب حکومت دہشت گردی پر اتر آتی ہے تو وہ بہت بڑی مثال قائم کرتی ہے، مارک سی ہمیشہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ انقلابی دہشت گردی، معاشرتی اور نفسیاتی انتخاب پر مبنی ہوتی ہے۔

دہشت گرد تبدیل ہوتے رہے ہیں، کل کا دہشت گرد آج کا ہیرو ہے۔

ہم دہشت گردی کی وضاحت نہیں کر سکتے لیکن یہ مغربی اقدار کے لیے خطرہ ہے، یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانیت کے لیے بھی خطرہ ہے...... دہشت ایک گہرا اور مسلط ہو جانے والا خوف ہے۔

غیر آئینی جبر و استبداد...... یہ اصطلاح صحیح ہے کیونکہ یہ دہشت گردی کا صحیح رخ دکھاتی ہے، چاہے وہ حکومت کرے یا غیر سرکاری لوگ۔ ۲۵ / اکتوبر ۱۹۸۴ء کو جارج شلز نے جو اس وقت امریکہ کے وزیر داخلہ (سیکرٹری آف سٹیٹ) تھے، نیو یارک پارک ایونیو کے سناگوگ میں دہشت گردی پر ایک طویل تقریر کی۔ یہ تقریر سات صفحات پر مشتمل تھی لیکن اس میں ایک جگہ بھی لفظ دہشت گردی کی وضاحت نہیں کی گئی تھی۔ ہم جو کچھ اس سے سمجھ سکے، وہ یہ تھا:

تعریف نمبر ۱: "جدید وحشیانہ پن کو دہشت گردی کہتے ہیں"

تعریف نمبر ۲: "دہشت گردی دراصل سیاسی تشدد کی ایک شکل ہے"

تعریف نمبر ۳: "دہشت گردی مغربی تہذیب کے لیے ایک دھمکی کا نام ہے"

تعریف نمبر ۴: "دہشت گردی مغربی اخلاقی اقدار کے لیے ایک خطرہ ہے"

آپ نے غور کیا کہ ان سب وضاحتوں سے صرف ہمارے جذبات کو اُبھارا جاتا ہے، یہ لوگ دہشت گردی کی تعریف بیان نہیں کرتے، اس لیے کہ تعریف بیان کرنے کا مطلب ہے، تجزیے، گرفت یا کسی قسم کی مستقل مزاجی سے وابستگی۔ یہ دہشت گردی، سرکاری مواد کی دوسری خصوصیت ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ تعریف کے فقدان کے باوجود سرکاری حکام، عالمی معیار کی گفتگو سے باز نہیں آتے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ طاقت صرف عالمگیر نہیں ہوتی بلکہ ہمہ گیر ہوتی ہے، ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ کہاں حملہ کریں، ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کے ذرائع ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس معلومات حاصل کرنے کے آلات بھی ہیں، ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ شلز نے کہا:

> "ہم آزادی کے لیے لڑنے والوں اور دہشت گردوں کے درمیان فرق جانتے ہیں۔ ہم چاروں طرف نظر ڈالیں تو بتا سکتے ہیں کہ کون کیا ہے؟"

۵۔ سرکاری رویے سے اسباب معلوم نہیں ہوتے۔ آپ یہ نہیں جان سکتے کہ کسی کے دہشت گرد بننے کی کیا وجہ تھی؟ دہشت گرد ہم سے صرف ہمدردی کی توقع کرتے ہیں۔

۶۔ دہشت گردی کے خلاف اخلاقی نظریہ بڑا مختلف ہوتا ہے۔ ہم ان گروہوں کو دہشت گرد گردانتے ہیں، جنہیں ہماری سرکار ناپسند کرتی ہے اور ان کی تعریف کرتے ہیں جنہیں ہمارے افسران پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا ذرائع ابلاغ پر دہشت گردی کی وہی نظریاتی چھاپ ہوتی ہے۔ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطہ نظر دوست حکومتوں کی دہشت گردی سے بھی صرف نظر کرتا ہے، جس کی ذاتی طور پر میرے لیے بہت اہمیت ہے۔

بد قسمتی سے تاریخ 'طاقت' کو پہچانتی ہے، کمزوری کو نہیں۔ لہٰذا تاریخی اعتبار سے غالب گروہوں کی پہچان زیادہ آسان ہے۔ اس حصے کا میرا آخری نکتہ یہ ہے کہ امریکہ کی سرد جنگ کی پالیسی نے دہشت گردی کو مسلسل ہوا دی ہے۔ ساموزا، باتستا، یہ سب دہشت گرد امریکہ کے دوست رہے ہیں۔ یہ آپ جانتے ہیں اور اس کا سبب بھی جانتے ہیں۔ ہم اور آپ مجرم نہیں ہیں!!

سرکاری دہشت گردی نجی بھی ہو سکتی ہے، حکومت اپنے مخالفین کے قتل کے لیے بعض افراد کو معاوضے پر رکھتی ہے...... سب سے زیادہ مہنگی دہشت گردی حکومت کی دہشت گردی ہے...... اس کے بعد مذہبی دہشت گردی کا نمبر آتا ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو بیسویں صدی میں یہ دہشت گردی نسبتاً کم ہوئی ہے...... اس کے بعد بیماری کی دہشت گردی؛ ایک تحقیق کے مطابق ۵۰ فی صد دہشت گردی کسی سیاسی وجہ کے بغیر کی گئی تھی...... محض جرائم اور مجرمانہ ذہن اس کے محرک بنے!

ہمارے دور کے فلسطینی دہشت گرد، جو سب سے بڑے دہشت گرد کہلاتے تھے، ۱۹۴۸ء میں ان کو وطن سے محروم کر دیا گیا۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۸ء تک وہ دنیا کی ہر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔ انہوں نے ہر ملک کے دَر پر دستک دی، لیکن انہیں بتایا گیا کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور عرب ریڈیو کے ذریعے انہیں چلے جانے کا حکم دیا گیا، کوئی شخص سچائی سننے کو تیار نہیں تھا۔ آخر کار انہوں نے دہشت گردی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا، وہ ان کا اپنا ایجاد کردہ تھا اور وہ تھا جہازوں کو اغوا کرنا۔

زیادہ تر لوگ ابھی تک اس بات پر حیرت کے صدمے میں ہیں کہ وہ اُنیس افراد، جنہوں نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے جڑواں ٹاورز اور پینٹاگون کا ایک حصہ تباہ کر دیا، درمیانی طبقے کے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تربیت یافتہ افراد تھے۔ انہوں نے امریکہ کے مختلف حصوں میں موجود فلائٹ سکولوں سے طیارے اُڑانے کی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ حملہ اس قدر رازداری کے ساتھ اور غیر معمولی 'ہتھیاروں' کے ذریعے کیا گیا کہ سپر پاور کی ساری خفیہ ایجنسیاں بھی اس حملے کو روک نہ سکیں۔ یہ اغوا کنندگان کوئی اَن پڑھ، انتہائی مایوس اور ناراض نوجوان نہیں تھے، جو اپنے جسموں سے چند بم باندھ کر کسی شاپنگ مال میں داخل ہو جائیں، جیسے کہ اور جگہ ہوا ہے۔ جو لوگ ان اُنیس افراد کو جانتے تھے، وہ ان کو 'عام'، 'اوسط درجے کے' اور 'صحیح دماغ' سمجھتے تھے اور کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہولناک کاموں کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں گے۔

پچھلے تیس سال میں سلسلہ وار قتل اور قتل انبوہ کی سب سے بڑی تعداد ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہے۔'انسان کا شکار' نامی کتاب میں مصنف ایلیٹ لیٹن نے نکتہ اٹھایا ہے کہ

''تناسب کے اعتبار سے امریکہ، دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ قاتل پیدا کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان قاتلوں کے ذاتی، سیاسی اور مذہبی نظریات ہوں مگر یہ نہ تو کسی منظم سیاسی یا مذہبی جماعت کے رکن ہوتے ہیں اور نہ ان کی سرگرمیاں کسی پارٹی کے ایجنڈے کا حصہ، جیسا کہ آج کل دہشت گردوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

دہشت گرد دراصل تضاد کی علامت ہیں، بیک وقت کمزور بھی ہیں اور بہت طاقتور بھی۔ وہ گمنام بھی رہنا چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اپنی برادری کی تاریخ میں ہیرو بن کر رہے...... موت کی اہمیت کی پیمائش اس زندگی کی اہمیت سے کی جاتی ہے، جو ختم ہو چکی ہے۔ قیمتی زندگی کو گھٹیا بنا دیا گیا۔

امریکہ اور دہشت گردی

سوویت یونین اور عالمی سوشلسٹ نظام کے زوال کے بعد امریکہ بلاشرکت غیرے، دنیا کی واحد سپر پاور بنا ہوا تھا۔ سوویت یونین کے حصے بخرے ہو جانے سے اور مشرقی یورپ کی سوشلسٹ جمہوریاؤں کے ختم ہو جانے کے بعد امریکہ کو عالمی سیاست اور دہشت میں کھلا میدان ملا ہوا تھا اور اسے کسی بھی سمت میں کوئی بھی قدم اٹھانے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس مطلق العنان اور بے لگام طاقت کا مالک بن جانے کے بعد امریکہ پالیسی ساز دنیا کے مختلف خطوں میں اپنی پالیسیوں میں توازن اور احتیاط کا مظاہرہ کرتے، جو خود ان کی اپنی بقا اور استحکام کے لیے بھی یکساں طور پر ضروری تھا، لیکن انہوں نے طاقت کے نشے میں سب کچھ بھلا دیا اور ان معروضی حقائق کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی، جو امریکہ کو دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں سیاسی علیحدگی کی طرف لے جا رہے تھے اور اس کے لیے ناپسندیدگی اور استرداد کے جذبات کو ہوا دے رہے تھے۔

عالمی سامراجی طاقت کی حیثیت سے امریکہ کے سیاسی اور معاشی اثر و نفوذ میں اصل اضافے کا آغاز دوسری عالمی جنگ کے بعد سے ہوا۔ یہ امریکہ ہی تھا جس نے تاریخ انسانی کی سب سے بڑی دہشت گردی کا ارتکاب کیا اور اس وقت جب کہ نازسی اور ان کے ایشیائی اتحادی جنگ ہار رہے تھے اور ان کی فتح کے سارے راستے مسدود ہو چکے تھے، ناگاساکی اور ہیروشیما پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایٹم بم مار کر لاکھوں بے گناہ جاپانی شہریوں کو، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ساری دنیا اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جاپان کی سرزمین پر امریکی حکام کی یہ کارروائی صرف ظالمانہ ہی نہیں، بلکہ قطعاً غیر ضروری بھی تھی، کیوں کہ نازی اور ان کے اتحادی میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔

سی آئی اے کا کردار

سی آئی اے وہ امریکی ادارہ ہے جو ملک کے اندر بہت کم اور ملک کے باہر بہت زیادہ کام کرتا ہے اور اس ادارے کا بنیادی کام یہ رہا ہے کہ سامراجی مفادات کے تحفظ اور حصول کی غرض سے دنیا بھر میں بالعموم اور تیسری دنیا کے ممالک میں بالخصوص، ہر طرح کی سازشوں کے جال بچھائے جائیں۔ اگر ضروری ہو تو ناپسندیدہ حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کو قتل کیا جائے، ان کے خلاف مقامی تنخواہ دار ایجنسیوں کے ذریعے تحریکیں چلائی جائیں، انہیں کسی نہ کسی طور پر اقتدار سے محروم کیا جائے اور ان کی جگہ اپنے پسندیدہ اور تنخواہ دار حکمرانوں کو بدنصیب قوموں کے سروں پر مسلط کر دیا جائے۔ سوویت یونین اور عالمی سوشلسٹ نظام کے زوال کے وقت تک کی امریکی سی آئی اے کی تاریخ ایسے خوفناک اور روح فرسا واقعات سے بھری پڑی ہے۔ امریکہ نے دنیا کے ہر ملک کی قومی آزادی کی تحریک کی بھرپور مخالفت کی اور اسے ناکام بنانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ امریکی پالیسی سازوں کا سیاہ نامہ اعمال ایسے ہی واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ سی آئی اے نے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کو ہمیشہ اپنی شکارگاہ سمجھا۔ تیسری دنیا کا کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بے گناہ عوام کے خون کے چھینٹے امریکی حکمرانوں کے دامن پر موجود نہ ہوں۔

۱۹۵۶ء میں جب اسرائیل کو آگے بڑھا کر برطانیہ اور فرانس نے مصر کی قوم پرست حکومت کا خاتمہ کرنے اور نہر سویز پر اپنے غاصبانہ قبضے کو برقرار رکھنے کی غرض سے مصر پر حملہ کیا تو امریکہ اس کارروائی میں حملہ آوروں کے ساتھ تھا۔

کوریا اور ویت نام میں امریکہ برسہا برس تک مقامی باشندوں کے خون کی ہولی کھیلتا رہا اور ان دونوں چھوٹے اور کمزور ممالک کی جدوجہد آزادی کے بدترین دشمن کا کردار ادا کرتا رہا۔

ٹیکنالوجی کی شکست: یہ بات ثابت ہو گئی کہ سیکورٹی کا کوئی بھی نظام ایسا نہیں ہے، جسے ناکام نہ بنایا جا سکے۔ جدید ترین ٹیکنالوجی نے جہاں انسان کو عظیم ترین تحفظ فراہم کیا ہے، وہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عظیم ترین تحفظ کا توڑ بھی فراہم کیا ہے، کیوں کہ ٹیکنالوجی تو انسانی ذہن کی پیداوار اور دریافت ہے اور انسان کو اپنی تخلیق، اپنی پیداوار اور اپنی دریافت پر مکمل عبور اور غلبہ حاصل ہے۔ وہ اسے جس طرح سے چاہے، استعمال کرسکتا ہے جس طرح دنیا میں آج تک ایسی کوئی تجوری نہیں بن سکی جسے چور اور ڈاکو کھول یا توڑ نہ سکیں، کیوں کہ اگر تجوریاں بنانے والا انسانی دماغ ہوتا ہے تو وہی انسانی دماغ تجوریاں کھولنے اور توڑنے کی تکنیک بھی تلاش کر لیتا ہے۔ اسی طرح آج تک سیکورٹی کا کوئی ایسا نظام نہیں بن سکا جو صد فی صد کامیاب ہو، کیونکہ سیکورٹی کا نظام بنانے والا بھی انسان ہوتا ہے اور اس میں نقب لگا کر اس کو توڑ دینے والا بھی انسان ہی ہوتا ہے۔

امریکی حکومت ملک کی اندرونی سیکورٹی پر کتنی رقم خرچ کرتی ہے؟ کتنے لوگ موجود ہیں جو رات دن اس کام میں مصروف رہتے ہیں اور ان کو ریاست کے سارے وسائل پر دسترس حاصل ہوتی ہے، لیکن نتیجہ......؟ تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود چار چار طیارے ایک ساتھ اغوا کر لیے جاتے ہیں، اغوا کنندگان بڑے اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ طیاروں میں داخل ہو جاتے ہیں، وہ اپنے ساتھ تیز دھار والے ہتھیار لانے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں اور پھر ان اغوا شدہ طیاروں کو پچاس پچاس ٹن پٹرول سے بھرے ہوئے بموں کی طرح دنیا کی مضبوط ترین عمارتوں سے ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو مار ڈالتے ہیں۔

یہ بات ہم امریکیوں کی سمجھ میں کب آئے گی کہ جب تک ہم دنیا کو اپنے ہی مفاد کی غرض سے چلاتے رہیں گے ہمیں کسی نہ کسی کے انتقام کا نشانہ ضرور بننا پڑے گا۔ جب تک ہم اپنے انداز کی دہشت گردی چلاتے رہیں گے، اس وقت تک کوئی جنگ بھی دہشت گردی ختم نہیں کرسکتی۔

امریکہ کا دوغلا کردار

ہمیں امریکہ کی حمایت کا دم بھرنے والے عرب ملکوں کے طرزِ عمل پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ جب ان کے خلاف دہشت گردی ہوتی ہے تو وہ مغرب کو نظر نہیں آتی۔ عرب ممالک طویل عرصہ سے امریکہ اور برطانیہ سے کہہ رہے ہیں کہ دہشت گردوں کو سیاسی پناہ نہ دیں مگر مغربی جمہوریتوں نے ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ اسامہ ان کے ملکوں میں گھومتا پھرتا رہا ہے مگر اس وقت وہ ان کا آدمی تھا۔ اس کے برعکس جب دہشت گرد مغربی ملکوں پر حملے کرتے ہیں تو عرب ملکوں کو دہشت گردی کے خلاف بین الاقوامی اتحاد میں شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ وہ مجبوری کے تحت اتحاد میں شامل ہو جاتے ہیں، جس کا اعلان ان کا ترجمان شکایت کے لہجے میں کرتے ہوئے کہتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے...... ''لیکن افغانستان میں حکومت سے کون تعاون کرتا ہے؟''

دہشت گردی کے خلاف جنگ نفرت کی آگ کو مزید بھڑکائے گی کیونکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عراق، فلسطینی عوام اور دنیا بھر میں ظلم وتشدد اور جبر واستحصال کے شکار لوگ، امریکہ کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

⊙ یہ بات بہت جلدی بھلا دی جاتی ہے کہ اسامہ بن لادن کو تربیت دینے والے اور ہتھیار فراہم کرنیوالے امریکی ہی تھے، جواب اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ وہ افغانستان کو استعمال کر رہے تھے تاکہ سوویت روس کے استحکام کو نقصان پہنچا سکیں اور وہ یہ کام افغانستان پر روسی حملے سے بھی پہلے سے کر رہے تھے۔ کتنے لوگ اس کھیل میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں؟ جسے سابق صدر کارٹر کے مشیر زبگنیو برزینسکی نے 'شطرنج کی بساطِ عظیم' قرار دیا تھا اور کتنے ہی دہشت گرد ہیں؛ ایشیا میں، براعظم وسطی امریکہ میں بلقان ریاستوں میں اور مشرقِ وسطیٰ میں جو 'آزاد دنیا' کے استعمال کے بعد کھلے چھٹے پھر رہے ہیں۔

⊙ جرمن سائنس دان ورنروان براؤن 'شر' تھا جب اس نے وی ٹو راکٹ ایجاد کیے، جو ہٹلر نے لندن پر برسا دیے، مگر اس دن مجسمہ خیر میں تبدیل ہو گیا، جب اس نے اپنی مہارت امریکہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

⊙ صدام حسین خیر تھے اور ان کے کیمیائی ہتھیار بھی اچھے، جو وہ ایرانیوں اور کردوں کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ پھر وہ شر بن گئے، ان کو 'شیطان' بھی کہا گیا۔ جب امریکہ نے، جس نے ابھی پانامہ پر حملہ کیا ہی تھا، عراق پر دھاوا بول دیا، اس لیے کہ عراق نے کویت پر حملہ کیا تھا۔ والد بزرگوار بش، شر کے خلاف اس جنگ کے ذمہ دار تھے۔ جو انسانی اور ہمدردانہ جذبہ ان کے اس خاندان سے مخصوص ہے، اس سے کام لیتے ہوئے انہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ عراقیوں کو ہلاک کر ڈالا، جن کی غالب اکثریت شہریوں کی تھی۔

'شیطان' جہاں تھا، اب بھی وہیں ہے، مگر انسانیت کا یہ اوّل نمبر دشمن اب پیچھے چلا گیا ہے اور دشمن نمبر دو کے درجے پر پہنچ گیا ہے۔ دنیا کے آزار کا نام اب اسامہ بن لادن ہے۔ وہ دہشت گردی کے بارے میں جو کچھ جانتا ہے، اسے سی آئی اے نے سکھایا ہے۔ بن لادن، جس سے امریکہ نے محبت کی اور مسلح کیا، افغانستان میں کیمونزم کے خلاف 'آزادی کے مجاہدین' میں سے تھا۔ والد بزرگوار بش اس وقت نائب صدر تھے، جب صدر ریگن نے کہا تھا کہ یہ ہیرو 'امریکہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد گزار آباؤ اجداد کا اخلاقی نعم البدل ہیں۔" وہائٹ ہاؤس کی اس رائے سے ہالی وڈ کو بھی اتفاق تھا، ان دنوں 'ریمبو 3' کی فلم بندی ہو رہی تھی، افغان مسلمان خیر تھے، پسر بش کے عہد میں...... محض تیرہ سال بعد، اب وہ بدترین شر بن گئے ہیں!!

ہنری کسنجر ان پہلے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس المیے پر یہ کہہ کر ردعمل ظاہر کیا کہ "دہشت گردوں جتنے ہی مجرم وہ لوگ بھی ہیں جو انہیں تعاون، معاشی امداد اور محرک فراہم کرتے ہیں۔" انہوں نے اُن الفاظ میں اعلان کیا، جو صدر بش نے چند گھنٹوں بعد دہرا دیے۔ اگر یہ بات درست ہے تو سب سے پہلے جس پر بم پڑنا چاہیے، وہ کسنجر خود ہیں۔ وہ جتنے جرائم کے گناہ گار ہیں، ان کی تعداد بن لادن اور باقی دنیا کے دہشت گردوں سے کہیں زیادہ ہے اور بہت زیادہ ملکوں میں کئی امریکی حکومتوں کے لیے کام کرتے ہوئے انہوں نے 'تعاون، معاشی امداد اور محرک' فراہم کیا۔ اس ریاستی دہشت گردی کے لیے جو انڈونیشیا، کمبوڈیا، قبرص، ایران، جنوبی افریقہ، بنگلا دیش میں برپا ہوئی اور جنوبی امریکی براعظم کے ان ملکوں میں بھی جو 'پلان کونڈور' کی غلیظ جنگ کا نشانہ بنے!!

دہشت گردی کی مختلف صورتیں

دہشت گردی کی مختلف صورتوں کے درمیان بہت مماثلت ہے........... دستکاری والی دہشت گردی اور اعلیٰ ترین ٹیکنولوجیکل سطح کی دہشت گردی، مذہبی کٹر پنتھیوں کی دہشت گردی اور مارکیٹ کے کٹر پنتھی، بے یار و مددگار لوگوں کی دہشت گردی اور طاقتور لوگوں کی دہشت گردی، پاگل جنونیوں کی دہشت گردی اور وردی پوش پیشہ وروں کی دہشت گردی۔ ان سب میں قدرِ مشترک انسانی زندگی کے لیے حقارت ہے۔ ہزاروں شہریوں کا قتل جو ٹریڈ سینٹر کے ٹوئن ٹاورز کے ملبے تلے دب کر مارے گئے، جب وہ ریت کے محل کی طرح ڈھیر ہو گئے اور گواٹے مالا کے دو لاکھ باشندوں کا قتل، جس کی اکثریت 'دیسی' تھی، جو جل کر بجھ گئے اور دنیا کے کسی ٹی وی یا اخبار نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ گواٹے مالا کے ان لوگوں کو کسی انتہا پسند مسلمان نے موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا بلکہ ان دہشت گرد سپاہیوں کے ہاتھوں وہ موت کے گھاٹ اُترے تھے جن کو امریکہ کی ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت سے 'تعاون، معاشی امداد اور محرک' حاصل ہوا۔

<u>بن لادن کی ملک بدری سے متعلق امریکی مطالبات پر طالبان کا ردعمل اتنا معقول رہا ہے</u>

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ خود طالبان کے کردار اور رویے سے لگا نہیں کھاتا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ثبوت لائیں، تب ہم اسے آپ کے حوالے کر دیں گے!''

وہ ان کئی وجوہات میں سے ایک کا تذکرہ بھی کرتی ہیں جن کے باعث متذکرہ فریم ورک واشنگٹن کے لیے قابل قبول نہیں۔ فرض کریں کہ ایران، کارٹر اور ریگن انتظامیہ کے اعلیٰ سطح کے افسران کی ملک بدری کا مطالبہ کرتا اور ان جرائم کے ثبوت پیش کرنے سے انکار کر دیتا، جن کا الزام وہ ان پر دھرنے جا رہا تھا اور ان کے جرائم چاہے واقعی ایک حقیقت ہوتے۔ یا فرض کریں کہ نکارا گوا اقوام متحدہ میں امریکہ کے سفیر کی ملک بدری کا مطالبہ کرتا، جسے اب 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کی قیادت کرنے کے لیے تعینات کر دیا گیا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کا ریکارڈ یہ ہے کہ اس نے ہنڈوراس کی صحیح معنوں میں ایک جاگیر کے مشیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور جہاں وہ ان ریاستی دہشت گردوں کے مظالم سے یقیناً آگاہ تھا، جن کی وہ پشت پناہی کر رہا تھا اور جو اس دہشت گردانہ جنگ کے اُمور کی بھی دیکھ بھال کر رہا تھا، جس کے لیے عالمی عدالت اور سلامتی کونسل نے امریکہ کی مذمت کی (ایک ایسی قرار داد میں جسے امریکہ نے ویٹو کر دیا) اور اس طرح کی گئی دوسری مثالیں ہیں۔ کیا امریکہ خواب میں بھی ان مطالبات کا جواب دینے کا سوچ سکتا ہے جبکہ کوئی ثبوت بھی پیش نہ کیا گیا ہو یا اگر کافی ثبوت پیش کر بھی دیئے گئے ہوں۔

گزشتہ ۵۰۰ سال میں کیا ہوتا رہا؟ یورپ اور اس کے بغل بچہ شمالی امریکہ اور بحرالکاہل کے ممالک باقی دنیا کو سینکڑوں برس سے فتح کرتے چلے آ رہے ہیں اور وہ بھی کسی خوشگوار طریقے سے نہیں۔ ان برسوں میں کانگو نے بلجیم کے ایک کروڑ افراد کو قتل نہیں کیا، معاملہ اس کے اُلٹ تھا۔ ہندوستان نے انگلستان پر حملہ نہیں کیا، الجزائر نے فرانس پر چڑھائی نہیں کی۔ جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے فلپائن فتح کیا تو امریکیوں نے سینکڑوں ہزاروں افراد قتل کر دیے مگر فلپائن نے امریکہ پر دھاوا نہیں بولا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی قومی سرزمین (میں 'قومی سرزمین' کی بات کر رہا ہوں، جاپان نے تو اس کی دونوں آبادیوں پر بمباری کی تھی) ۱۸۱۲ء کی جنگ کے بعد سے کبھی خطرے کا شکار نہیں ہوئی، جب برطانیہ نے واشنگٹن کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ یورپ میں بھی قاتلانہ جنگیں ہوتی رہی ہیں، لیکن یہ یورپی خود تھے جو ایک دوسرے کو حیران کن رفتار سے ذبح کرتے رہے۔ سترہویں صدی کی ایک جنگ میں جرمنی کی ایک تہائی آبادی ہلاک کر دی گئی تھی اور بیسویں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی کے بارے میں تو کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن ہوتا یہی رہا کہ بندوقیں ہمیشہ ہم سے دوسری طرف ہی رخ کیے رہیں۔ اب پہلی مرتبہ اتنی قابل ذکر سطح پر یہ ہوا ہے کہ بندوقوں کا رخ ہماری طرف ہے، اس لیے صدمے کی بات تو یہ ہے اور اسی باعث ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم ہیں کون اور ہم نے کیا کیا ہے!!

فرض کریں آپ امریکہ کے کسی صدر کو انصاف تک پہنچانے کے لیے عدالتی کارروائی کی بات کریں، وہ بھی تو ہولناک دہشت گردانہ اقدامات کے مجرم ہیں۔ اس سب کا ایک رستہ موجود ہے، اس سلسلے میں نظائر موجود ہیں۔ ۸۰ء کی دہائی میں نکاراگوا، امریکہ کے ایک پرتشدد حملے کا نشانہ بنا، جس میں لاکھوں ہزار لوگ مارے گئے۔ ملک کافی حد تک تباہ کر دیا گیا اور ہوسکتا ہے کہ اب اس کے اثرات سے کبھی نہ نکل سکے۔ اس ملک پر اس حملے کے جو اثرات ہوئے وہ اگلے روز نیویارک میں پیش آنے والے سانحوں سے شدت میں کہیں بڑھ کر تھے۔ نکاراگوا والوں نے واشنگٹن میں بم دھماکے کرا کے جواب نہیں دیا، وہ عالمی عدالت گئے، جس نے انکے حق میں فیصلہ دیا اور امریکی مداخلت کو 'طاقت کا غیر قانونی استعمال' قرار دے کر اسکی مذمت کی۔ 'طاقت کا غیر قانونی استعمال' کا مطلب ہے بین الاقوامی دہشت گردی۔ عدالت نے امریکہ کو آئندہ اس عمل سے باز رہنے اور کافی تعداد میں زرِ تلافی ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔

اقوام متحدہ سے، جواب اپنی اہمیت کھو کر محض ایک بے اثر مخفف رہ گئی ہے، ان ہوائی حملوں کی رسمی اجازت لینے تک کا تکلف نہیں کیا گیا۔ (جیسا کہ میڈلین البرائٹ نے ایک بار کہا تھا "امریکہ کے لیے جب ممکن ہوتا ہے تو وہ سب کے ساتھ مل کر کارروائی کرتا ہے اور جب وہ ضروری سمجھتا ہے تو تن تنہا کارروائی کرتا ہے۔") دہشت گردوں کے خلاف 'شہادتوں' کو اتحاد میں شامل دوست ملکوں کو دکھایا گیا۔ ان دوست ملکوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد اعلان کیا کہ اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ یہ شہادتیں کسی عدالت کے لیے قابل قبول ہوں گی یا نہیں؟ اس طرح صدیوں کے عرصے میں وضع کیے جانے والے عدالتی طریق کار کو لمحے بھر میں کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔

افغانستان پر بمباری واشنگٹن اور نیویارک میں ہونے والے واقعات کا بدلہ نہیں ہے، یہ دنیا کے لوگوں کے خلاف کی جانے والی دہشت گردی کی ایک اور کارروائی ہے۔ ہلاک کیے جانے والے ایک ایک فرد کو واشنگٹن اور نیویارک میں مارے جانے والوں کی مجموعی تعداد میں شامل کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانا چاہیے۔

امریکہ......ایک خونخوار ریاست

دوسری جنگ عظیم کے بعد کے عرصے میں امریکہ نے جن ملکوں سے جنگ کی اور جن پر بمباری کی، ان کی فہرست یہ ہے:

چین (۴۶/۱۹۴۵ء، ۵۳/۱۹۵۰ء)، کوریا (۵۳-۱۹۵۰ء)، گوانٹے مالا (۱۹۵۴ء، ۶۹-۱۹۶۷ء)، انڈونیشیا (۱۹۵۸ء)، کیوبا (۶۰-۱۹۵۹ء)، بلجین کانگو (۱۹۶۴ء)، پیرو (۱۹۶۵ء)، لاؤس (۷۳-۱۹۶۴ء)، ویت نام (۷۳-۱۹۶۱ء)، کمبوڈیا (۷۰-۱۹۶۹ء)، گریناڈا (۱۹۸۳ء)، لیبیا (۱۹۸۶ء)، ایل سلواڈور (۱۹۸۰ء کا پورا عشرہ)، نکاراگوا (۱۹۸۰ء کا پورا عشرہ)، پانامہ (۱۹۸۹ء)، عراق (۹۹-۱۹۹۱ء)، بوسنیا (۱۹۹۵ء)، سوڈان (۱۹۹۸ء)، یوگوسلاویہ (۱۹۹۸ء) اور اب افغانستان (۲۰۰۲ء)......!

یقیناً دنیا کا یہ آزاد ترین ملک تھکنے کا نام نہیں لیتا۔ لیکن وہ کس قسم کی آزادی ہے جس کا پرچم یہ ملک بلند کر رہا ہے؟ اپنی سرحدوں کے اندر فکر، مذہب اور اظہار کی آزادی، تخلیقی اظہار، غذائی عادات اور (کسی حد تک) جنسی ترجیحات کی آزادی اور اس کے علاوہ بھی کچھ نہایت شان دار اور مثالی چیزوں کی آزادی۔ لیکن اپنی سرحدوں کے باہر تسلط قائم کرنے، تذلیل کرنے اور غلام بنانے کی آزادی...... جو عموماً امریکہ کے اصل مذہب یعنی 'آزاد تجارت' کے فروغ کے لیے ہے۔ اس لیے امریکہ جب اپنی کسی نئی جنگ کو لامتناہی انصاف یا پائیدار آزادی کا نام دیتا ہے تو ہم تیسری دنیا کے لوگ خوف سے لرز اٹھتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے لامتناہی انصاف کا مطلب کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ لامحدود ناانصافی ہوگا اور جو شے کچھ لوگوں کے لیے پائیدار آزادی ہے، وہ دوسروں کیلئے پائیدار غلامی ثابت ہوگی۔

دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد، دراصل دنیا کے امیر ترین ملکوں کا گٹھ جوڑ ہے۔ دنیا کا تقریباً تمام اسلحہ یہی ملک تیار اور فروخت کرتے ہیں۔ دنیا میں بڑے پیمانے پر ہلاکت پھیلانے والے...... کیمیائی، حیاتیاتی اور ایٹمی ہتھیاروں کے سب سے بڑے ذخیرے ان ہی ملکوں کے پاس ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ جنگیں ان ہی ملکوں نے لڑی ہیں۔ یہی جدید تاریخ میں نسل کشی، غلامی، نسلی تطہیر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے بیشتر واقعات کے ذمہ دار ہیں اور انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار آمروں اور مطلق العنان حکمرانوں کو حمایت، مالی تعاون اور اسلحے کی مدد فراہم کی ہے۔ ان ملکوں نے تشدد کے عمل کی پرستش کر کے اسے تقریباً اُلوہی درجہ بخش دیا ہے۔ طالبان اپنے تمام تر گناہوں کے باوجود اس گروہ میں شامل ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

بیس برس کے عرصے میں سوویت یونین اور امریکہ نے مل کر ۴۵ بلین ڈالر کی مالیت کا اسلحہ افغانستان میں جھونکا ہے۔ قرونِ وسطیٰ کے اس معاشرے میں جدید دور کی اگر کوئی شئے پہنچی ہے تو وہ یہی جدید ترین اسلحہ ہے۔ ذرا اس منظر نامے کو اُلٹ کر دیکھنے کی کوشش کیجئے، تصور کیجئے کہ طالبان حکومت نیویارک شہر پر بمباری کرتی ہے، متواتر یہ بات کہتے ہوئے کہ اس کا اصل ہدف امریکی حکومت اور اس کی پالیسیاں ہیں اور فرض کیجئے بمباری کے درمیانی وقفوں میں طالبان، افغان پرچم سے سجے ہوئے غذائی پیکٹ گراتے ہیں، جن میں نان اور کباب موجود ہیں۔ کیا نیویارک کے بھلے لوگ اس بات پر کبھی افغان حکومت کو معاف کر سکیں گے؟ خواہ وہ کتنے ہی بھوکے ہوں، خواہ وہ اسے کھانے پر مجبور ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ وہ اس توہین، اس ذلت کو کس طرح فراموش کر سکیں گے؟ نیویارک کے میئر روڈی جیولیانی نے ایک سعودی شہزادے کی طرف سے بھیجا جانے والا ایک کروڑ ڈالر کی امدادی رقم کا چیک لوٹا دیا...... کیوں کہ اس کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ میں امریکی پالیسی کی بابت ایک دوستانہ مشورہ بھی منسلک تھا۔ کیا خودداری ایک ایسی عیاشی ہے، جو صرف دولت مندوں کے لیے مخصوص ہے......؟

طیش کو مٹانے کے بجائے بھڑکانے کی یہی کوششیں ہیں جو دہشت گردی کو پیدا کرتی ہیں۔ نفرت اور انتقام ایک ساتھ باہر آ جائیں تو پھر واپس جا کر اپنے صندوق میں بند ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہر 'دہشت گرد' یا اس کے 'حامی' کے ہلاک ہونے کے نتیجے میں اس بات کا خاصا امکان موجود ہے کہ اس کی جگہ مستقبل میں کئی دہشت گرد پیدا ہوں گے۔

ایک لمحہ کے لئے اس حقیقت پر غور کیجئے کہ دنیا ابھی تک 'دہشت گردی' کی کوئی قابلِ قبول تعریف متعین نہیں کر سکی ہے۔ جو شخص ایک ملک کے لیے دہشت گرد ہے، وہ دوسرے ملک کے نزدیک مجاہد آزادی ہے۔ اس پورے معاملے کی تہہ میں تشدد کی بابت دنیا کا دوہرا رویہ کارفرما ہے۔ ایک بار تشدد کو جائز سیاسی حربے کے طور پر تسلیم کر لینے کے بعد دہشت گردوں (باغیوں یا آزادی کے مجاہدوں) کے اخلاقی اور سیاسی طور پر قابلِ قبول ہونے کی بات ایک دشوار اور اوبڑ کھابڑ رستے پر سفر کے مترادف ہو جاتی ہے۔ امریکی حکومت نے دنیا کے مختلف خطوں میں بڑی تعداد میں باغیوں اور شرپسندوں کو رقم، ہتھیار اور پناہ فراہم کی ہے۔ سی آئی اے اور پاکستانی آئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایس آئی نے مجاہدین کو تربیت اور اسلحے سے لیس کیا، جنہیں ۱۹۸۰ء کے عشرے میں سوویت مقبوضہ افغانستان کی حکومت 'دہشت گرد' تصور کرتی تھی۔ صدر ریگن نے ان کے ساتھ گروپ فوٹو بنوایا تھا اور انہیں امریکہ کے بنیاد گزار رہنماؤں کے مساوی قرار دیا تھا۔

افغانستان پر امریکی یلغار...... حقیقت کیا ہے؟

کارلائل گروپ دفاعی شعبے میں سرمایہ کاری کرتا ہے اور فوجی تنازعات اور اسلحے پر کیے جانے والے اخراجات کے ذریعے منافع کماتا ہے۔ جس کے زیر انتظام ۱۲ ارب بلین ڈالر کا سرمایہ ہے۔

یاد رکھیے، صدر جارج بش (جونیئر) اور نائب صدر ڈک چینی دونوں نے اپنی دولت امریکی تیل کی صنعت میں کام کر کے کمائی ہے۔ ترکمانستان میں، جو افغانستان کی شمال مغربی سرحد پر واقع ہے، دنیا کے تیسرے سب سے بڑے گیس کے ذخیرے اور تیل کے چھ ارب بیرل کے ذخیرے موجود ہیں۔ گیس اور تیل کے یہ ذخائر، ماہرین کے کہنے کے مطابق، امریکہ کی توانائی کی ضروریات کو اگلے تیس سال تک (اور کسی ترقی پذیر ملک کی ضروریات کو کئی صدیوں تک) پورا کر سکتے ہیں۔ امریکہ نے تیل کو ہمیشہ اپنے سلامتی کے معاملات میں شامل کیا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے ہر قسم کے اقدامات کو جائز سمجھا ہے۔ ہم میں سے کم ہی لوگوں کو اس بات پر شبہ ہو گا کہ خلیج فارس کے علاقے میں امریکہ کی فوجی موجودگی کا تعلق انسانی حقوق کی بابت اس کی تشویش سے بہت کم اور تقریباً مکمل طور پر تیل کے شعبے میں اس کے اسٹریٹجک مفاد سے ہے۔

اسٹریٹجک، فوجی اور اقتصادی وجوہ سے یہ امریکی حکومت کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اپنے عوام کو یہ باور کرائے کہ آزادی، جمہوریت اور امریکی طرزِ زندگی سے ان کی وابستگی خطرے کی زد میں ہے۔ صدمے، غم اور غصے کے موجودہ ماحول میں اس تصور کو مقبول بنانا آسان کام ہے۔ تاہم، اگر یہ تصور حقیقت پر مبنی ہوتا تو بات سمجھنا سخت دشوار ہے کہ حملے کے لیے امریکہ کی اقتصادی اور فوجی بالادستی کی علامات، یعنی ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون، کو کیوں منتخب کیا گیا، ان کے بجائے مجسمہ آزادی پر حملہ کیوں نہ کیا گیا؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ حملے کا محرک امریکی آزادی اور جمہوریت نہیں بلکہ وہ تاریخی حقائق ہوں جن کی رو سے امریکہ نے ہمیشہ (امریکہ سے باہر) آزادی اور جمہوریت کے عین ضد...... یعنی فوجی اور معاشی دہشت گردی، انتشار، فوجی آمریت، مذہبی شدت پسندی اور ناقابل تصور نسل کشی...... کی عملی طور پر حمایت کی ہے؟...... امریکی عوام کے لیے، جو ابھی ابھی اتنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے صدمے سے دوچار ہوئے ہیں، بلاشبہ اس بات کا سامنا کرنا بہت دشوار ہے کہ وہ اپنی آنسو بھری آنکھیں دنیا کی طرف اُٹھائیں اور انہیں دنیا کی آنکھوں میں بے اعتنائی دکھائی دے۔ یہ بے اعتنائی نہیں ہے، یہ محض تعجب کی غیر موجودگی ہے۔ اس بات کا گھسا پٹا شعور ہے کہ جو کچھ دوسروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ بالآخر اپنے ساتھ بھی پیش آتا ہے۔ امریکی عوام کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ نفرت کا ہدف وہ نہیں بلکہ ان کی حکومت کی پالیسیاں ہیں۔ ان کو اس بات پر ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ ان کے غیر معمولی موسیقاروں، ادیبوں، اداکاروں، ان کے شاندار کھلاڑیوں اور ان کی فلموں کو دنیا بھر میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ ۱۱؍ستمبر کے حملوں کے بعد ان کے آگ بجھانے والوں، جان بچانے والوں اور عام سرکاری اہلکاروں نے جس حوصلے اور وقار کے ساتھ اپنے فرض انجام دیئے، اس سے ہم سب متاثر ہوئے ہیں!!

۱۹۹۶ء میں میڈلین البرائٹ سے، جو اس وقت امریکی وزیر خارجہ تھی، قومی ٹیلی ویژن پر یہ سوال کیا گیا تھا کہ جو پانچ لاکھ عراقی بچے امریکہ کی جانب سے لگائی گئی اقتصادی پابندیوں کے نتیجے میں ہلاک ہوئے ہیں، ان کے بارے میں وہ کیا محسوس کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک بے حد دشوار انتخاب ہے لیکن ساری چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس کا خیال ہے کہ یہ امریکی مقاصد کے حصول کی مناسب قیمت ہے۔ یہ جواب دینے پر البرائٹ کو اس کی ملازمت سے برطرف نہیں کیا گیا۔ وہ امریکی حکومت کے خیالات اور احساسات کی نمائندگی کرتے ہوئے بدستور دنیا بھر کے دورے کرتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ عراق پر لگائی گئی پابندیاں بدستور برقرار ہیں، بچے اب بھی ہلاک ہو رہے ہیں!!

امریکی حکومت کے لیے یہ سوچنا بھی انتہائی لغو بات ہے کہ وہ تشدد اور جبر میں اضافہ کرکے دنیا سے دہشت گردی کو ختم کرسکتی ہے۔ دہشت گردی صرف علامت ہے، مرض نہیں۔ دہشت گردی کا کوئی ملک نہیں ہے۔ وہ کوک، پیپسی اور نائیک کی طرح ایک بین الاقوامی، گلوبل کاروبار ہے۔ گڑبڑ کا ذرا سا اشارہ ملنے پر دہشت گرد اپنا کاروبار سمیٹ کر اپنی فیکٹریوں کو کسی دوسرے ملک میں منتقل کرسکتے ہیں۔ بالکل ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کی طرح......!!

حال ہی میں کسی نے کہا تھا کہ اگر اسامہ بن لادن کا وجود نہ ہوتا تو امریکہ کو اسے ایجاد کرنا پڑتا۔ لیکن ایک طرح سے اسے امریکہ نے ہی ایجاد کیا ہے۔ وہ ان جہادیوں میں سے ہے جو ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں سی آئی اے کا آپریشن ہونے کے کچھ عرصے بعد وہاں پہنچے تھے۔ بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لادن کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے سی آئی اے نے پیدا کیا اور اب وہ ایف بی آئی کو مطلوب ہے۔

لیکن درحقیقت اسامہ بن لادن کون ہے؟ بلکہ مجھے سوال دوسرے طریقے سے پوچھنا چاہیے، درحقیقت اسامہ بن لادن کیا ہے؟ یہ امریکہ کا خاندانی راز ہے، یہ امریکی صدر کا خفیہ ہمزاد ہے، ان تمام چیزوں کا وحشی توام جو تہذیب یافتہ اور خوب صورت ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ دنیا کو امریکی خارجہ پالیسیوں نے...... گن بوٹ ڈپلومیسی، ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیرے، پوری دنیا پر تسلط کے بھونڈے پن سے ظاہر کیے ہوئے عزائم، غیر امریکی لوگوں کی جانوں سے پُرتحقیر بے نیازی، امریکہ کی وحشیانہ فوجی مداخلتوں، آمرانہ اور ظالم حکومتوں کو ملنے والی امریکی حمایت اور غریب ملکوں کی معیشت پر ٹڈی دل کی طرح حملہ کرنے والے بے رحم امریکی ایجنڈے نے...... دنیا کو جس فالتو پسلی کی بے مصرف حیثیت بخش دی ہے، اسامہ بن لادن کو اسی فالتو پسلی سے تخلیق کیا گیا ہے۔

جنگی نعرے، قوم پرستانہ تقریریں اور تیز و تند طوفانی حملے، اکثر اپنا اُلٹ ہی رخ اختیار کرتے ہیں۔ افہام اور تفہیم میں اضافے کے بجائے، مغرب کے کئی حالیہ اقدامات، رویے اور پالیسیاں بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کو امن سے دور لیے جا رہی ہیں۔ ان میں ویزا کی وہ پابندیاں بھی شامل ہیں جو مغربی یورپ کے کئی ممالک نے یورپی اتحاد سے باہر کے ملکوں پر عائد کر دی ہیں۔ قانون میں سختی کے وہ اقدامات بھی جو مسلمانوں اور غریب اقوام کے باشندوں کی نقل و حمل کو روک دیں گے۔ اسلام اور ہر غیر مغربی چیز کی بابت شکوک و شبہات، جارحانہ اور سوقیانہ زبان، جو پوری کی پوری اسلامی تہذیب کو دہشت اور مذہبی جنون کا علمبردار سمجھتی ہے۔ استنبول کے ایک فلاکت مارے بوڑھے کو کیا چیز ایک لمحے کے غصے میں نیویارک پر دہشت گردی کے حملے کی توثیق پر اکساتی ہے یا اسرائیلی جارحیت سے بیزار آ جانے والے ایک فلسطینی نوجوان کو ان طالبان کی مدح پر مائل کرتی ہے، جو عورتوں پر تیزاب اس لیے پھینک دیتے ہیں کہ وہ چہرہ کھلا رکھتی ہیں۔ یہ اسلام نہیں ہے، جسے احمقانہ طور پر مشرق اور مغرب کے درمیان تصادم قرار دیا گیا ہے، نہ یہ غربت ہے۔ یہ بیچارگی کا وہ احساس ہے جس کا خمیر ذلت اور بربادی سے اُٹھتا ہے، اپنی بات سمجھا سکنے اور دوسروں تک اپنی آواز پہنچانے میں ناکامی سے اٹھتا ہے۔

تیل کی جنگ

مذاہب کے بیک وقت سیاسی، معاشی، سماجی اور تہذیبی نظریات ہوتے ہیں، جن کو ان کی روحانی جہات سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جسم اور روح کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور کسی بھی ملک میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاست کو مذہب سے کاٹ کر علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ پچھلے چند ہفتوں میں یہ حقیقت جس طرح آشکار ہوئی ہے، وہ کسی اندھے کو بھی نظر آ سکتی ہے۔ بش، بلیئر، بن لادن اور پوپ، ایک ہی زبان بول رہے ہیں۔ یہ سب خدا کا نام لے رہے ہیں اور تیل کے بارے میں سوچ رہے ہیں!!

افغانستان سے جنگ شروع کرتے ہوئے صدر بش کی تقریر سے مذہب برس رہا تھا، وہ 'بدی' اور شیطان (بن لادن) سے جنگ شروع کر رہے تھے، جس کا مقصد ابدی انصاف کا حصول تھا۔ گیارہ برس قبل ان کے والد، بڑے بش نے اس وقت کے 'ابلیس' صدام حسین کے خلاف خلیج میں 'نیکی' کی جنگ لڑی تھی اور پوپ کے دورۂ ازبکستان کو بھی نہ بھولیے، کیسپین کے خطے میں وہ دوسرے ممالک بھی گئے، افغانستان پر حملے کے لیے روحانی راستہ ہموار کرنا تھا، جس کے بعد اسے خطے کے وافر تیل کے ذخائر پر اختیار قائم ہو گا۔

ہمارے خطوں میں خدا کا نام جنگ کے اصل سبب کو چھپانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اصل سبب تیل ہے۔ افریقہ میں 'خدا' کا لفظ ہیروں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ بڑے بش نے خلیج میں تیل کی جنگ کویت کو 'ابلیس' سے آزاد کرانے کی جنگ کا نام دیا، چھوٹے بش افغانستان میں تیل کی جنگ کو 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' اور 'عورتوں کو شیطان سے نجات دلانے کی جنگ' کا نام دے رہے ہیں، لیکن امریکہ کی تیل کی پالیسیاں چھپائی نہیں جا سکتیں۔

سوویت یونین کے زوال کے بعد ترکی سے لے کر چین تک درمیان پڑنے والے ممالک حریصانہ شکاری نگاہوں کی زد میں ہیں۔ امریکہ کو اگر واحد بالاتر عالمی قوت بنے رہنا ہے تو عرب ملکوں اور کیسپین خطوں کے توانائی کے ذرائع پر قبضہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ کیسپین کے ذخائر پر قبضہ کر کے عرب ذخائر کا نعم البدل بھی مل سکتا ہے۔ ہمارے خطے میں جب سے تیل دریافت ہوا ہے، 'خدا' کا نام تیل کے لیے ہی استعمال ہو رہا ہے۔ مابعد جدیدیت دور کے لوگوں نے خدا کی جگہ تہذیب اور ثقافت کو دی تھی، اسی لیے 'تہذیبوں کے تصادم' کے نظریے نے جنم لیا۔ یاد کیجیے کہ 'خدا' دراصل 'تیل' کی جگہ استعمال ہو رہا ہے۔ چوں کہ تیل عرب میں تھا، لہٰذا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم تو ہونا ہی تھا۔

۱۹۳۲ء میں کویت، بحرین اور سعودی عرب میں تیل دریافت ہونے کے بعد سے تیل کے حصول کی یہ کشمکش جاری ہے۔ امریکہ اور سابق سوویت یونین کے مابین کشمکش کا یہ اہم حصہ تھا۔ یہ کوئی تہذیبوں کا تصادم نہیں تھا۔ ۱۹۴۸ء میں امریکہ اور برطانیہ نے تیل پر اختیار قائم رکھنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اسرائیل کی ریاست کے قیام میں مدد دی۔ مصر، ایران، شام، عراق اور سعودی عرب میں تیل پر امریکی اختیار کی ہر مزاحمت کو ختم کرنے کیلئے، سی آئی اے سرگرم رہی۔ شام میں ۱۹۴۹ء کا اور ایران میں ۱۹۵۳ء کے انقلابات یاد کیجیے، اسکے بعد ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کی جنگیں ہوئی۔ ان جنگوں میں میرے گاؤں کے کتنے جوان مارے گئے تھے؟ مگر اتنے برس میں ایک بار بھی میں نے جنگ کے سبب کیلئے 'تیل' کا لفظ نہیں سنا، صرف خدا کا نام سنا۔

بش، افغانستان میں ریڈ کراس اور شہریوں پر بم برساتے ہیں اور کروڑوں مسلمان انہیں دہشت گرد سمجھتے ہیں۔ بن لادن، ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمان انہیں مجاہد آزادی قرار دیتے ہیں۔ مہذب امریکی، جیسے سینیٹر جرمی ہیل مز، مجوزہ بین الاقوامی ٹریبونل کو اس شرط پر قبول کرنے کو تیار ہیں کہ امریکہ اس کے دائرۂ اختیار میں شامل نہ ہو۔ میڈلن البرائٹ جیسی مہذب خواتین کے خیال میں ہر ماہ پانچ ہزار عراقی بچوں کی موت، امریکی عیسائی اقدار اور تیل کے تحفظ کے لیے قابل قبول ہیں۔

حسب معمول ہمیں بتایا گیا کہ افغانی ہمارے دشمن نہیں ہیں، یہی ہم نے اس وقت کہا تھا جب ۱۹۹۱ء میں عراق پر بمباری کی تھی اور یہی ہم نے اس وقت کہا تھا جب ۱۹۸۵ء میں لیبیا پر بمباری کی تھی اور یہی امریکیوں نے اس وقت کہا تھا جب انہوں نے ۱۹۸۲ء میں لبنان پر گولہ باری کی تھی اور یہی فی الحقیقت ہم نے مصریوں سے کہا تھا جب ہم نے ۱۹۵۶ء میں نہر سوئز کی وجہ سے ان پر بمباری کی تھی۔ مگر کیا اسلامی دنیا یہ مان لے گی؟ اور اکیسویں صدی کی تاریخ کے اس بے آسرا لمحے پر ایک حاشئے کے طور پر، کیا ہم کوئی عدالتی نظام یا عدالتیں یا قانون قائم کر رہے ہیں، اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کہ برے لوگوں کو قانون کی طرف سے سزا مل سکے؟ یہی وہ واحد جواب ہے جو اگلے چند دن میں ہمارے رہنماؤں کی طرف سے نہیں ملنے والا!!

۱۹۹۲ء میں افغانستان کی آبادی دو کروڑ تھی۔ سوویت یونین حملے کے بعد سے اب تک ۲۵ لاکھ افغان براہِ راست یا بالواسطہ طور پر جنگ کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ یا میدان جنگ میں کام آئے یا فاقوں اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کے باعث مر گئے۔ دوسرے الفاظ میں ہر سال ایک لاکھ پچیس ہزار افغان مرتے رہے، ہر گھنٹے چودہ افغان موت کا شکار ہوئے، اسی طرح ہر پانچ منٹ پر ایک افغان مر جاتا ہے یا مار دیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے روسی جوہری آبدوز کے غرق ہونے کی خبر لوگوں تک پل پل پہنچائی، بامیان میں بدھ کے مجسمے کی تباہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خبر لوگوں تک وسیع پیمانے پر پہنچائی مگر گزشتہ بیس برس میں ہر پانچ منٹ پر ایک افغان کی موت کی خبر کیلئے عالمی ابلاغ کے پاس وقت نہیں تھا۔

مال و دولت اور وسائل جیتنے کی جنگ

مذہبی بنیاد پر دہشت گردی کے تصور کو فروغ دینے کا مقصد وسط ایشیائی ریاستوں کے تنازعے کے اہم پہلوؤں کو چھپانا ہے۔ انصاف اور جمہوریت کی خاطر جنگ کے صدر بش کے بلند بانگ دعوے، درحقیقت بحیرۂ اخضر کے طاس (Caspian Basin) پر پھیلے ہوئے ۸ ٹریلین ڈالر مالیت کے تیل اور گیس کے ذخائر پر امریکی اختیار کو مستحکم کرنا ہے۔

۱۹۹۱ء میں بش سینئر کے 'آپریشن ڈیزرٹ سٹارم' کا مقصد جنوبی عراق میں واقع رومیلا میں تیل کے ذخائر تک رسائی حاصل کرنا تھا اور جنگ کے خاتمے کے بعد اس ذخیرے کو کویت کے علاقے میں شامل کرلیا گیا۔ اسکی مدد سے کویت میں قائم امریکی اور برطانوی تیل کمپنیوں کو تیل کی دگنی پیداوار حاصل ہونے لگی۔

کوسووا میں ٹرپکا کانوں کا سلسلہ، یورپ کی ان کانوں میں سے ہے جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں۔ پچھلے سال اس پر جارج سوروس اور بانارڈ کچز کی کمپنیوں نے قبضہ کرلیا۔ یہ دونوں نئے عالمی نظام (نیو ورلڈ آرڈ) کے وہ دو ارکان ہیں جنہوں نے سربیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی طرح افغانستان کے خلاف جارحیت بھی بحیرۂ اخضر (کیسپین) میں یہودی تاجروں کے قیمتی معدنی وسائل کو تحفظ دینے کے لیے کی گئی ہے۔ افغانستان ایک وسط ایشیائی ریاست ہے، جس کی جغرافیائی حدود مشرقِ وسطیٰ، دوسری وسط ایشیائی ریاستوں اور برصغیر پاک و ہند سے ملتی ہیں۔

وسط ایشیا میں تیل کے وسیع ذخائر موجود ہیں، جنہیں اب تک دریافت کیا جانا باقی ہے۔ ان میں ۶.۶ ٹریلین کیوبک میٹر قدرتی گیس کے ذخائر بھی ہیں، جن پر تاجروں کی نظریں جمی ہوئی ہیں۔

۲۰۰۰ء کے انتخاب میں صدر بش کی انتخابی مہم میں سب سے زیادہ چندہ دینے والی کمپنی اینرون نے 25 ارب ڈالر مالیت کی ماورائے اخضر (Trans-Caspian) گیس پائپ لائن کی فیزبلٹی رپورٹ تیار کر لی ہے۔ اس گیس پائپ لائن کی تعمیر کے معاہدے پر ترکمانستان اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو امریکی کمپنیوں، بیچل اور جرل الیکٹرک سروسز نے ۱۹۹۹ء میں دستخط کیے تھے۔

شمالی اتحاد، جسے امریکہ نے افغانستان کے بیشتر علاقے میں اقتدار سونپ دیا، دہشت گردوں کا ٹولہ ہے، جو اذیت رسانی، شہریوں کے قتل اور عورتوں کی عصمت دری کی شہرت رکھتا ہے۔ امریکہ خود کئی دہشت گردوں کا ٹھکانا ہے، جیسے جزائر غرب الہند میں ہیٹی کا عمانوئیل کونسٹنٹ، کیوبا کے کئی باشندے اور ہنری کسنجر۔ وہ دہشت گردوں کے لیے تربیتی کیمپ بھی چلا رہا ہے، جس کا نام ہے دی اسکول آف امیریکاز ویسٹرن ہیمسفیر انسٹیٹیوٹ فار سیکورٹی کوآپریشن۔ سیاسی مقاصد کے لیے شہریوں کو خطرے میں مبتلا کر کے ریاستی دہشت گردی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

جب اس وقت کی سیکرٹری داخلہ میڈلین البرائٹ ۱۲ رمئی ۱۹۹۶ء کو (ٹی وی پروگرام) 'ساٹھ منٹ' میں آئیں تو لیزلی شال نے عراق کے خلاف پابندیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ پانچ لاکھ بچے (نصف ملین) مر چکے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ یہ ہیروشیما میں مرنے والے بچوں سے زیادہ تعداد ہے اور آپ جانئے کہ یہ قیمت زیادہ تو نہیں تھی'' ls the price worth it? '' البرائٹ نے اس تعداد پر اعتراض نہیں کیا اور جواب دیا کہ ''میرے خیال میں یہ انتخاب بہت مشکل ہے، مگر یہ قیمت ...... ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قیمت زیادہ نہیں تھی'' یہی دہشت گردی کا فلسفہ ہے۔ جن لوگوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا کر طیارے تباہ کر دیے، انہوں نے تقریباً چار ہزار لوگوں کو مار ڈالا، اس لئے کہ وہ مشرقِ وسطیٰ میں امریکی بالا دستی پر برہم ہیں۔ امریکی حکومت نے عراق میں پانچ لاکھ بچوں کے مارے جانے میں مدد دی کہ یہی بالا دستی قائم رہ سکے۔

یہ اقتباسات ان تحریروں اور تقریروں کے ہیں جو غیر پاکستانیوں کی ہیں، ان میں سے اکثر غیر مسلم ہیں اور ان میں وہ بھی شامل ہیں جو خود امریکی ہیں۔ دہشت گردی کے حوالے سے یہ اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ سبھی حکومتیں اور حکمران کسی نہ کسی طرح ان افعال کے محرک یا مرتکب یا معاون ہیں جنہیں دہشت گردی کہا جاتا ہے۔ کہیں یہ کام اپنے ملک کی برتری کے لئے ہے تو کہیں سیاسی یا اقتصادی فوقیت کے لئے ہیں۔ کہیں کسی ملک وقوم کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہے تو کہیں صرف انہیں ہر طرح اپنا محکوم اور غلام رکھنے کے لئے ہے۔ کہیں نفرتیں پیدا کرنے کے لئے ہے تو کہیں امن و امان ختم کرنے کے لئے ہے۔ کہیں مذہب کی آڑ میں ہے تو کہیں مذہب کے خلاف۔ کہیں تعصبات کے اور کہیں طبقات کے حوالے سے ہے اور ان اقتباسات سے تو یہ بھی مترشح ہے کہ اس کے آئینی یا غیر آئینی، قانونی یا غیر قانونی، اخلاقی یا غیر اخلاقی، مذہبی اور غیر مذہبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے جواز کا انحصار بھی من مانی پر ہے۔ دنیا میں موجود کسی عدالت یا کسی آرگنائزیشن کا فیصلہ بھی اس کے حوالے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جو جتنا زبردست ہے، اتنا ہی وہ زبردستی کا حق رکھتا ہے، خواہ وہ زبردستی جائز ہو یا ناجائز!!

دہشت گردی کی واضح اور آسان تعریف ہرگز ناممکن نہیں بلکہ مشکل بھی نہیں، لیکن اس تعریف کے مطابق کسی حکومت یا حکمران کا استثنیٰ اس تعریف کا قتل عمد ہوگا اور بظاہر یہ ممکن نہیں کہ دنیا بھر کے تمام ممالک اور ان کی حکومتیں کسی معاملے کی ایک تعریف پر متفق ہو جائیں۔ اقوامِ متحدہ کے نام سے قائم ادارے کا احوال پوشیدہ نہیں۔

توہین رسالت کے قانون کو غیر مسلم کسی طور پر بھی قبول کرنے کو تیار نہیں حالانکہ اس کی اہمیت ان کے لئے بھی غیر معمولی ہے۔ راہبائیں (نن) جو لباس پہنتی ہیں وہ مقدس مانا جاتا ہے مگر مسلم خاتون کا سر ڈھانکنا اور حیادار لباس معترضہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ عیسائی مرد و عورت اگر صلیب (کراس) کا نشان گلے میں ڈال کر برسرعام رہیں، گلے میں اسی صلیب کی علامت کے لئے ٹائی باندھیں یا بولگائیں، سرعام سینے پر کراس بنانے کے لئے انگلیاں گھمائیں تو اسے ہرگز ناروا نہیں سمجھا جاتا لیکن مسلمان کو دینی و شرعی صورت و سیرت اور لباس و اعمال پر معترضہ قرار دیا جاتا ہے۔ چرچ کی عمارت پر گھنٹیاں بجیں تو درست ہیں، مسجد سے اذانوں کی آوازیں بلند کی جائیں تو اسے انہیں ملکوں میں سماعت پر بوجھ، نیند کش اور معترضہ قرار دیا جاتا ہے۔ دوغلے اور دہرے معیار اور سلوک کی نہ جانے کتنی مثالیں ہیں جو ان ملکوں میں نمایاں نظر آتی ہیں جو انسانی آزادی اور انسانی حقوق کے علمبردار کہلاتے ہی نہیں، دعویدار بھی بنتے ہیں۔ انسان کی تعریف اب ہر حکومت کے نزدیک وہی مقبول ہے جو ان کی خود ساختہ ہے، انسانیت کی درجہ بندی اور حقوق طے کرنا بھی ان کی اپنی اپنی کابینہ کے دائرہ اختیار میں ہیں!!

کبھی یہی لوگ ظلم و ستم، جور و جفا اور جبر استبداد کے خلاف احتجاج اور جدوجہد کو انسانی حقوق میں شمار کرتے ہیں اور پھر یہی لوگ حقدار کو مجرم قرار دیتے ہیں۔ نہ وہ اپنی پہلی رائے کو غلطی گردانتے ہیں نہ ہی دوسرے فیصلے کو غلط جانتے ہیں!!

ان اقتباسات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محصولات کا جبری نظام اور غلط پالیسیاں وغیرہ بھی دہشت گردی ہی کا ایک روپ ہیں۔ یوں اب کون ہے جو دہشت گردی کو عارضی اور مستقل دو مرحلوں میں تقسیم کرے اور حکومتوں، حکمرانوں کو مستقل دہشت گرد قرار دے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بحث گورکھ دھندہ ہے۔ انسان، انسان سے اُلجھتا رہا ہے۔ ہابیل اور قابیل کا واقعہ ہی بتا دیتا ہے کہ صرف طبعی اور من مانی خواہشات ہی کی پیروی کسی کو انسانیت کی عظمت سے گرا کر شیطانی گراوٹ میں پہنچا دیتی ہے۔ دین و ایمان سے پوری طرح وابستہ کبھی اس گراوٹ میں نظر نہیں آتے۔ خالق عقل ہمارا معبودِ کریم ہے۔ انسانی قوانین میں سقم ہوتا ہے، خدائی فرامین میں نہیں۔ یوں ہم بلا شبہ بلا خوفِ تردید کہتے ہیں کہ اسلام اور دہشت گردی دو متضاد و متصادم باتیں ہیں۔ کوئی مسلمان کہلانے والا اسلامی تعلیمات کو فراموش کر کے دہشت گردی میں ملوث ہو جائے، یہ تو ممکن ہے لیکن دین اسلام سے دہشت گردی کا کوئی تصور کسی طرح وابستہ کیا جائے، یہ ناممکن ہے۔

دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات

اسلام اور ایمان، ان دونوں الفاظ میں سلامتی اور امن واضح ہے اور اسلام میں عدل و انصاف کو ہر سطح پر بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ عدل کے متضاد الفاظ 'ظلم و ستم' ہیں اور اسلام میں ظلم و ستم کی کسی طرح کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام اپنے وابستگان کو یہ واضح تعلیم و ہدایت دیتا ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی بھی تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم ناانصافی کرو۔ اہل کتاب کا یہ احوال تھا کہ ان کے علماء و قاضی رشوتیں لے کر مذہبی شرعی احکام کو بدل دیتے تھے، غریب و امیر کے لیے ان کا سلوک یکساں نہ تھا۔ اسلام نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں کو جہنم کا مستحق بتایا ہے اور احکام میں امیر و غریب کا فرق نہیں رکھا۔

فتح مکہ کے دوران بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، بڑے خاندان کی عورت تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا کہ رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں سفارش کرو کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفارش کرنے آئے تو رسول کریم ﷺ کو یہ سفارش ناگوار گزری، جلال میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کی تباہی اسی لیے ہوئی کہ ان کا کوئی صاحبِ ثروت بڑے خاندان کا فرد جرم کا مرتکب ہوتا تو اس سے وہ مؤاخذہ نہ کرتے، نہ ہی اسے سزا دیتے، وہی جرم کوئی نادار اور کمزور شخص کرتا تو اسے سخت سزا دیتے۔ کیا تم حدودِ الٰہیہ میں دخل دیتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ جرم اگر میری بیٹی سے بھی سرزد ہوتا تو اس پر بھی شرعی حد جاری کی جاتی۔ [سنن نسائی]

اسلامی تعلیمات میں واضح ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار، جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا یا اسے نقصان پہنچایا، اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیا یا اس سے کوئی تھوڑی سی چیز بھی بغیر اس کی رضا کے لی تو کل قیامت کے دن میں ایسے شخص سے جھگڑوں گا۔ [ابوداود]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جس نے کسی ذمی کافر کو اذیت پہنچائی تو میں اس کا مخالف ہوں اور جس کا میں مخالف ہوا قیامت کے دن اس کی مخالفت ہوگی۔[تاریخ بغداد]
- اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔[ابن ماجہ]
- اسلام میں نہ ضرر ہے نہ نقصان پہنچانا ہے، جس نے نقصان پہنچایا، اللہ اس کو نقصان میں مبتلا کرے گا اور جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا۔[مسند احمد]
- جس کے پاس مومن کی تذلیل کی جائے، پھر وہ اس کی مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سرعام رسوا کرے گا۔[مسند احمد]
- جو کسی جان دار (انسان یا جانور) کو مُثلہ کرے (شکل وصورت یا حلیہ بگاڑے) اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور بنی آدم سب کی لعنت ہے۔[بخاری]
- مجھے لوگوں سے نیک برتاؤ کے لیے مبعوث کیا (بھیجا) گیا ہے۔[جامع صغیر]
- زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔[ابوداؤد]
- خبردار! بے جا تشدد کرنے والے ہلاک ہوئے، تین بار یہی جملہ دہرایا۔[مسلم]
- فتنہ سو رہا ہے، اس کے جگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔[کنز العمال]
- بے شک قیامت کے دن تمہیں حقوق والوں کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے، یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔[مسلم]
- جو دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں۔[مسلم]
- لوگوں پر ظلم وتعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ شخص جس میں کوئی رگِ ولادت زنا کی ہو۔[کنز العمال]
- ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔[صحیح بخاری]
- جو (کسی کی) ایک بالشت زمین غصب کرے گا، قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر اس کے گلے میں پھندا ڈالا جائے گا۔[مسلم]
- جو دیدہ دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا، وہ اسلام سے نکل گیا۔[جامع صغیر]
- ایک عورت جہنم میں گئی، (صرف) ایک بلی کے سبب کہ اس نے اسے باندھے رکھا تھا، بلی کو نہ خود کھانا دیا، نہ اسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا جو جان ور اس کو ملتا، کھالیتی۔[بخاری]

احادیثِ نبوی (ﷺ) میں اتنی کثرت سے ایسے مضامین ہیں جو ایک عام ذہن والے کو بھی یہ بآسانی باور کروا دیتے ہیں کہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات میں انسانی زندگی کے لئے وہ بہترین رہنمائی ہے جو نہایت خوش گوار اور خوش حال، پُر امن اور پُرمسرت زندگی کی ضمانت ہے، راستی و آشتی، سلامتی و عافیت، راحت و رحمت اور ہر طرح فوز وفلاح کی ضمانت ہے۔ وہ دین جو نماز کے لئے وضو میں مسواک پر زیادہ اُجر سناتا ہے کہ منہ سے بدبو تک نہ آئے تاکہ مسجد میں ساتھ کھڑے ہونے والے دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازی کو کراہت محسوس نہ ہو، وہ دین جو حلال جانور کو بھوکا پیاسا ذبح کرنے سے منع کرتا ہے، وہ دین جو رہ گزر سے کانٹے دور کرنے پر ثواب بتاتا ہے تاکہ راہ چلنے والوں کو دشواری نہ ہو، وہ دین جو جانور کی جان محض تلف کرنے کے لئے شکار کو پسند نہیں کرتا اور کسی جان کا بھی مُثلہ کرنے (صورت وحلیہ بگاڑنے) کی سختی سے ممانعت کرتا ہے، وہ دین جو کسی کی عزت، جان، مال کے ناحق معمولی سے نقصان کو گناہ بتاتا ہے، وہ دین جو غیبت کو زنا جیسی برائی سے زیادہ سخت بتاتا ہے، وہ دین جو انسانی زندگی کی اتنی واضح اہمیت بیان کرتا ہے کہ جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے تمام لوگوں کو بچالیا اور جس نے ناحق ایک جان کو مارا گویا اس نے سب کو مارا، اس پاکیزہ اور سلامتی والے دین سے دہشت گردی کا تصور ہرگز ہرگز وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام میں فی سبیل اللہ جہاد بہت اہم ہے لیکن اسلام فتنہ وفساد نہیں ہے، بلکہ فتنے کو قتل سے زیادہ سنگین قرار دیا گیا ہے۔

اسلام وہ معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں ایک انسان دوسرے کا خیر خواہ اور معاون ہے، تعصبات اور عناد سے ہر فرد کو دور رکھتا ہے۔ کسی سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ا کے لئے ہو اور بغض ہو تو وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کریم ا کے لئے ہو۔ فکر وعمل میں رضائے الٰہی و رضائے رسول ا ہی بنیاد ہو۔

وہ اقتباسات جو دہشت گردی کے حوالے سے متعدد مطبوعہ تحریروں سے نقل کئے گئے ہیں، ان کے بعد آپ نے چند احادیث نبوی (ﷺ) بھی ملاحظہ کیں، آپ خود بتائیے کہ آپ کا وجدان گواہی نہیں دیتا ہے کہ دنیا کو جائے عذاب بنانے والے وہی لوگ ہیں جو خدائی فرامین اور دینی تعلیمات وہدایات سے دور ہیں اور فی سبیل الشیطان مشغول ہیں۔

بیداری کا وہ لمحہ جو حقائق آشکار کرتا ہے، جب کسی کی زندگی میں آتا ہے، انقلاب آفریں ثابت ہوتا ہے۔ کاش یہ دنیا خونی انقلاب کی بجائے اسی روحانی انقلاب کی طرف بڑھے، ہمیں کسی انتظار میں وقت نہیں گزارنا چاہیے، جو سانسیں اور ساعتیں میسر ہیں، ان میں اپنی توانائیاں نیکی و بھلائی میں لگاتے ہوئے خود کو گفتار و کردار سے ہر شر اور شریر کے لئے دیوار بنا دینا چاہیے۔ یاد رہے، اس دیوار کی تعمیر اور پختگی صرف ایمان اور تقویٰ سے مشروط ہے!!

[بشکریہ ماہنامہ 'نور الحبیب'...... اگست ۲۰۰۲ء، مضمون نگار، ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد پرست.......بنیاد پرستی

طعنہ یا تمغہ؟

گزشتہ چند برسوں سے مغربی ذرائع ابلاغ ان گروہوں یا افراد کو جو اسلام کو ایک مکمل ،جامع اور تا قیامت قائم رہنے والے نظام حیات کے طور پر مانتے اور دل سے تسلیم کرتے ہیں ،ایک خاص اصطلاح سے یاد کر رہے ہیں اور وہ ہے ''فنڈا منٹلسٹ'' جسے ہمارے اخبار و جرائد 'بنیاد پرست' لکھ رہے ہیں ۔اسے مغرب تو کم از کم ہمارے حق میں ایک گالی سمجھتا ہے لیکن ہمارے نام نہاد روشن خیال دانشور اسے اپنے اوپر ایک الزام قرار دیتے ہیں اور اس کی تردید میں قولاً اور عملاً یہ واضح کرتے ہیں کہ ''جی توبہ توبہ ہم تو بنیاد پرست نہیں ہیں''۔

مغرب راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو ''بنیاد پرست'' کہہ کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ (مسلمان) ذہنی طور پر دور قدیم کے رہنے والے' تاریک خیال' سائنس دشمن' علم و دانش سے خالی' ترقی کے مخالف' قدامت پسند' روایت پرست' جنگجو' دہشت گرد اور شدت پسند ہیں۔جنہیں دور حاضر کے نت نئے بدلتے حالات کا علم اور تہہ در تہہ معاملات کا شعور حاصل نہیں ۔جب ایران میں شاہ کے خلاف تحریک زوروں پر تھی ،لیبیا سر ابھار رہا تھا اور فلسطین کی تحریک مزاحمت نئی کروٹ لے رہی تھی تو امریکی اور مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے لیے Militant (جنگجو) کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی قوم غلامی یا دوسروں کے مظالم کے خلاف یا اپنے حق آزادی کے لیے اٹھ کھڑی ہو،کوئی کمزور ملک اگر سپر طاقت کے مقابلے میں سر اٹھا تا دکھائی دے اور لوگ اپنی سرزمین پر ناجائز قبضے کے خلاف بغاوت کریں تو وہ فوراً جنگجو بن جاتے ہیں!!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اصطلاحات کے استعمال کا یہ عالم رہا تو نجانے جمہوریت، حق خودارادیت اور آزادی واستقلال کے کیا معنی رہ جائیں گے؟ یعنی لوگ اگر اپنے اوپر غلامی کو مسلط کئے رکھیں یا کم از کم برداشت کئے رکھیں، اپنے حق خوداری سے دستبردار ہو جائیں، غیروں کے دست نگر بنے رہیں ایک یا دو بڑی طاقتوں کے حاشیہ بردار رہیں، اپنی آزادی اور استقلال سے ناآشنا رہیں اور ہمیشہ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈالے رکھیں تو وہ روشن خیال، ترقی پسند اور ماڈرن کہلانے کے مستحق ہیں۔ اگر وہ اپنے حقوق سے دست برداری، اور اپنی آزادی وخودمختاری سے دست کشی کا اعلان نہ کریں تو وہ فوراً 'جنگجو اور بنیاد پرست' بن جاتے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں غیر ملکی بالادستی کو قبول کئے رکھنا اور فرنگی تہذیب ومعاشرت کا غلام بنے رہنا ''روشن خیالی'' اور اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کے ساتھ وفاداری اور اطاعت کا اظہار کرنا 'شعار اسلامی کا اختیار کرنا اور اسلام کو رہنمائی کا سرچشمہ قرار دینا، اپنے عزیز واقارب' ساتھیوں افسروں' اور ماتحتوں کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور ارشادات کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی طرف متوجہ کرانا ''بنیاد پرستی'' ہے!!

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا ایک طبقہ اور ان کے بعض رہنما تہذیبی اور ذہنی طور پر مغرب سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ہماری زندگی کا بیشتر حصہ صرف اس تگ ودو میں صرف ہو جاتا ہے کہ ہم عملی واخلاقی طور پر اس طرح نظر آئیں جیسا کہ مغرب چاہتا ہے اور ایسا نظر آنے کے لیے اپنی شکل وصورت، لباس، اٹھنے بیٹھنے اور کردار واخلاق سے لے کر اسلام تک کا حلیہ بگاڑنے پر آمادہ ومستعد رہتے ہیں۔ جسے وہ اسلام کہیں، ہم ویسا اسلام پیش کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ جسے وہ آدب زندگی بتائیں ہم فوراً انہیں اختیار کر لیتے ہیں، جس طرح کی وہ تہذیب پسند کریں ہم اس طرح بننے میں اپنی توانائیاں صرف کر دیتے ہیں، جو مسلمانی ان کو درکار ہے ہم ویسے مسلمان بن جاتے ہیں، حالانکہ اسلام اور مسلمانی میں مغرب کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول مقبول ﷺ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ تب جا کر کوئی شخص مسلمان بنتا ہے۔ تہذیب وہ نہیں جو مغرب سکھاتا بلکہ ہمارا معیار تہذیب اُسوہء رسول مقبول ﷺ ہونا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ ہی کے نام کی نسبت سے ہمارا ملی تشخص قائم ہے۔ ورنہ رنگ، نسل، علاقہ اور زبان کسی کو مسلمان یا کافر نہیں بناتے، اس اعتبار سے انسانیت میں کوئی جوہری فرق واقع نہیں ہوتا کیونکہ سبھی اولادِ آدم ہیں۔

1970ء کے عشرے میں اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان کے اندر ''دایاں بازو'' اور بایاں بازو'' کی اصطلاح کا خوب چرچا رہا ہے مغرب کی نظر میں ''دایاں بازو'' کا معنی تاریک خیال، تنگ ذہن اور بایاں بازو کا مطلب روشن خیال اور ترقی پسند قرار دیا گیا۔ مسلم دنیا کے لیڈر بڑی تیزی اور بے چینی میں نظر آتے تھے کہ وہ خود کو ہر جگہ ''بایاں بازو'' ثابت کریں۔ حالانکہ قرآن مجید میں واضح طور پر ''اصحاب الیمین اہل جنت، اور اصحاب الشمال ، اہل جہنم قرار دیئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی روشنی میں دایاں بازو اور بایاں بازو کا مفہوم بالکل صاف تھا اور ہمیں بڑے فخر کے ساتھ خود کو دایاں بازو کہلانا چاہیے تھا لیکن برا ہو مرعوب ذہنیت اور غلام سوچ کا، جس نے ہماری آنکھیں چندھیا رکھی ہیں ہم نے فورا یورپ کے بیان کردہ مفہوم کو قرآن مجید کے واضح کردہ مفہوم پر ترجیح دے دی اور دایاں بازو کہلانے میں شرماتے اور جھجکتے رہے۔ مسلمان لیڈر شپ کو فکر لاحق ہوگئی کہ قرآن مجید کس گروہ کو ''اصحاب الشمال'' (بایاں بازو) قرار دیتا ہے، اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ مغرب کے نزدیک ''بایاں بازو'' کا جو مفہوم ہے اس کے مطابق روشن خیال اور لبرل بننا چاہیئے۔ اگر ہم نے دیر کر دی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اہل مغرب کے لغت میں تاریک خیال اور قدامت پسند ٹھہرا دیئے جائیں!

یہی وہ احساس کمتری ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول مقبول ﷺ سے بھی دور لے گیا ہے اور وصال صنم سے بھی ہم ابھی تک محروم چلے آرہے ہیں۔ مسلمان بننے کی ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خاص جدوجہد تو نہیں کی، لیکن یورپ نے بھی ابھی تک ہمیں صحیح معنوں میں ماڈرن، لبرل، پرگریسو اور لیفٹسٹ کا سرٹیفکیٹ عطا نہیں کیا اور اس طرح ہم درمیان میں معلق ہو کر رہ گئے ہیں، اگر ہم مسلمان بننے کی کوشش کرتے تو اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ اس عرصے میں ہمیں یقیناً ''مومن خالص'' کا لقب اور اس کا انعام عطا فرما چکے ہوتے۔

یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، بعض دانشور کہتے ہیں کہ آخر ان اصطلاحات میں کیا رکھا ہے؟ اگر ہم خود کو دایاں بازو یا بنیاد پرست نہ کہلائیں اور یورپ کی مرضی کے مطابق ان ''تہمتوں'' سے بری الذمہ ہونے کا اظہار کر دیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہمارے خیال میں یہ نرم سے نرم الفاظ میں خود فریبی یا کم از کم سادہ لوحی ہے۔ ہم پس منظر سے صرفِ نظر کر رہے ہیں۔ بات صرف الفاظ اور اصطلاحات کی نہیں، ہر لفظ کا ایک مخصوص مفہوم ہوتا ہے۔ الفاظ اور اصطلاحات با قاعدہ علامات کا درجہ رکھتی ہیں اور یہی علامات کسی سوسائٹی یا فرد کے بارے، رائے قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ لفظوں کا فقط لغوی معنی اور اصطلاحات کا فقط سطحی مفہوم نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو تو پھر سارے تشخصات ختم ہو کر رہ جائیں۔ نہ دعا کا مفہوم باقی رہے گا اور نہ گالی کا کوئی مطلب! کیونکہ دونوں چیزیں حروف تہجی سے ہی بنتی ہیں تو کوئی دعا دے یا گالی، اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟؟ نہیں! بلکہ اصطلاحات کی اپنی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مغرب کو کیوں ہر چوتھے دن مسلمانوں کے لیئے ایک نئی اصطلاح گھڑ کر پھیلانے کا کاروبار کرنا پڑتا۔

مسجد کا ایک ڈیزائن ہوتا ہے اور گرجا اور مندر کا اپنا نقشہ، حالانکہ سبھی اینٹ پتھر سے بنے ہوتے ہیں، لیکن ہر شخص مخصوص ڈیزائن سے پہچان لے گا کہ ان میں مسجد کون سی ہے اور گرجا کون سا؟ کونسی جگہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے اور کون سی عیسائیوں کی اور کون سی ہندوؤں کی عبادت گاہ؟ اگر ہم ان علامات اور تشخصات، اسماء اور اصطلاحات کے بارے یہ رویہ اپنائیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے تو ہر بات پہیلی بن جائے گی۔ پھر نہ کوئی مسلمان رہے گا اور نہ کوئی کافر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوشلزم یا کمیونزم اور اسی طرح ڈیما کریسی یہ بظاہر اصطلاحات ہیں۔ان کے لغوی معنی لیے جائیں تو ان اصطلاحات میں کیا خوبی ہے؟لیکن یہ محض الفاظ نہیں اور فقط اصطلاحات نہیں بلکہ ان کی پشت پر باقاعدہ ایک فلسفہ اور ایک نظام کارفرما ہے جو انہیں آپس میں جدا اور منفرد کر رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض نام،بعض قوموں کے ساتھ مختص ہو کر رہ گئے ہیں اور بعض علامات بعض تہذیبوں کی شناخت بن کر رہ گئی ہیں۔مثلاً ہندی میں ''کرپارام'' جو ایک نام ہے اس کا ٹھیک مترادف عربی میں ''عطااللہ'' ہے،لیکن کوئی مسلمان اپنا نام کرپارام نہیں رکھتا۔آخر کیوں،جب کہ معنی اور مفہوم میں بال برابر فرق نہیں،صرف دو زبانوں کے اپنے لب و لہجے اور ساخت کا فرق ہے؟یہ اس لئے ممکن نہیں کہ انسانی دنیا میں جب لفظ،اصطلاح،القاب،خطابات وغیرہ وارد ہوتے ہیں تو وہ فقط بے جان الفاظ و حروف نہیں رہ جاتے بلکہ ان کے ساتھ کچھ جذبات،اور دوسرے تشخصات وابستہ ہو جاتے ہیں۔اگر ان میں سادہ لوحی سے ذرا بھی ادل بدل کیا جائے تو سارے کے سارے جذبات اور تشخصات مجروح اور مسخ ہو کر رہ جاتے ہیں اور کسی بھی سوسائٹی کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔اگر اصطلاح کو بہت ہلکا پھلکا اور لفظی گورکھ دھندا سمجھنے کا رجحان پیدا ہو جائے تو پورا انسانی نظام تلپٹ ہو جائے۔سو ہمیں ہر اس اصطلاح کو اپنے سینے سے لگانا چاہیئے جو خواہ مغرب کی نظر میں کتنی معیوب اور معتوب کیوں نہ ہو لیکن فی الواقع وہ محمود اور مستحسن ہو جیسا کہ ''بنیاد پرست''۔یہ اصطلاح کیوں محمود اور مستحسن ہے؟ایک وجہ تو یہ ہے کہ مغرب نے اسے ہمارے ساتھ چپکا دیا ہے۔ظاہر ہے اس میں کوئی خوبی ہے جسے وہ بگاڑ کر ہمارے نام کا لاحقہ سابقہ بنا رہا ہے۔اور اس کے نزدیک وہ مسلمان ''بنیاد پرست'' ہیں جن کی فکر اور طرز زندگی کا قبلہ،احکام الٰہی اور سوچ و عمل کا کعبہ سنت رسول مقبول ﷺ ہے،جو شعائر اسلامی کے پابند اور اسلام کی منع کردہ باتوں سے دور رہنے والے ہیں،جو سرمایہ داری اور اشتراکیت پر تین حرف بھیجتے اور اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب ان (نام نہاد) مسلمانوں کو قطعاً ''بنیاد پرست'' نہیں کہتا اور سمجھتا جو آئے روز اسلام میں کسی نہ کسی نظام کی پیوند کاری کرتے رہتے ہیں۔ جن کی بود و باش میں اسلام کی جھلک تک دکھائی نہیں دیتی، جن کے ذہن اور فکر پر سوائے اسلام کے ہر چیز کا غلبہ ہے۔

دوسری وجہ اس اصطلاح کو ڈنکے کی چوٹ اختیار کرنے کی یہ ہے کہ دنیا کا کوئی دین اور نظام بنیاد کے بغیر فروع پر قائم نہیں، اساسیات (بنیادیں) ہی دین اور نظام کی اصل ہوتی ہیں۔ فروعات تو اس کے برگ وثمر ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے مسلمان ''بنیاد پرست'' ہیں کہ ہم اسلام کے اساسی عقائد کو مان کر مسلمان بنے ہیں۔ توحید، رسالت، وحی، آخرت وغیرہ ہماری بنیادیں ہیں۔ جن پر ہم اپنا نظام حیات استوار کرنا چاہتے ہیں اور اس پر ہمیں فخر ہے کہ ہمار انظریہ حیات اس کائنات کے خالق و مالک اور اس کے آخری رسول مقبول ﷺ کا حمایت یافتہ ہے۔ اس کے اساسی اصول ایک ایسی کتاب (قرآن مجید) میں درج ہیں جس کی صحت اور تاریخی حیثیت کو چودہ سو سال میں دنیا کا کوئی مفکر چیلنج نہیں کر سکا۔ ہمارے لیے نظام کا ماڈل وہ عہد حکومت ہے جسے اس زمین کے انتہائی برگزیدہ اور راستباز انسانوں نے قائم کیا۔ ان معنوں میں ہم بنیاد پرست ہیں اور یہ کوئی ایسا لقب نہیں جو ہم اپنے لئے پسند نہ کریں۔۔۔!

جو لوگ روشن خیالی اور وسعت نظری کی آڑ میں بنیاد پرست کہلانے سے ڈرتے ہیں، غالباً ان کے خیال میں اپنا راستہ کھلا رکھنا ہے کہ وہ جب چاہیں اسلام کے بجائے کسی اور نظام کو اپنا نظریہ حیات بنالیں۔ سنت رسول مقبول ﷺ کے مقابلہ میں اپنی شریعت وضع کرلیں اور اطاعت خدا اور رسول مقبول ﷺ کی جگہ اپنے نفس اور خواہشات اور اشغال کو دین کا نام دے دیتے ہیں۔ یہ طبقہ ترک نماز، شراب نوشی، زراندوزی، تضحیک شعائر، آمریت اور عیش کوشی سب کے ہوتے ہوئے خود کو مسلمان کہلانے پر اصرار کرتا ہے اور اپنا حق گردانتا ہے کہ کوئی فقیہ اور ملا انہیں اسلام اور مسلم سوسائٹی سے جڑ جانے کو نہ کہے۔ دین کے معاملے میں ہماری پسپائی اور احساس کمتری کا رویہ اب ہمیں واقعی اس نقطے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر لے گیا ہے کہ کھلے عام اسلامی نظام حیات کو چیلنج کرنے والا، اسلامی سزاؤں کو نعوذ باللہ وحشیانہ قرار دینے والا، اور سلب وغصب کو جائز سمجھنے والا بھی ہماری نظر میں مسلمان رہتا ہے۔ اگر ہم ''بنیاد پرست'' ہوتے تو کوئی کوئی شخص لاکھ پردے کی اوٹ لیتا ہم اس کا چہرہ فوراً پہچان لیتے کہ یہ ہم میں سے ہے، ہمارا خیر خواہ ہے یا استعمار کا ایجنٹ اور اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کا باغی؟

مسلمان خود کو 'لسی' کی طرح پتلا کرتے کرتے اپنا ذائقہ اور رنگ تک گنوا بیٹھے ہیں اور کوئی ایک علامت ایسی نہیں رہنے دی جس سے ''لیڈر شپ'' کے آثار اور نشانیاں واضح ہوئیں۔ مسلمانوں کے رہنما کھلم کھلا اسلام کے مزاج کے خلاف قومیت ونسلیت پرست بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ یہ سب اسی ''روشن خیالی'' کا کیا دھرا ہے جو یورپ نے ہمیں عطا کی ہے کہ لفظ تو لفظ، انسان اپنا اعتبار کھو بیٹھے ہیں۔ ہم اپنے اور پرائے، کھرے اور کھوٹے، سچے اور جھوٹے، دوست اور دشمن، محافظ اور لٹیرے اور خیر خواہ اور بدخواہ کے درمیان تمیز کرنے سے عاری ہو گئے ہیں اور ہر شخص ''روشن خیالی'' کے زور پر وہ سب کچھ بننے، کہلوانے اور حاصل کرنے کا حق محفوظ کئے بیٹھا ہے جو اصل میں کچھ بھی نہیں، صرف بندۂ حرص وہوس ہے۔ تن پرور اور نفس پرست ہے، اصول دشمن اور انسانیت کش ہے۔

''بنیاد پرست'' کہلانے میں آخر کیا حرج ہے، اگر اس سے مراد اور مطلوب ایک راسخ الاعتقاد اور قول سے لے کر عمل تک اسلام کا پابند مسلمان ہونا ہے۔ اور اس اصطلاح سے بدکنا یا بھاگنا یہ باور کراتا ہے کہ گویا ہم اسلام کے حصار میں اس طرح رہیں کہ اس میں ہر طرف چور دروازے ہوں۔ جب اور جہاں سے چاہیں جھانک لیں اور چھلانگ لگا لیں اور پھر واپس آ کر ویسے کے ویسے مسلمان بن جائیں۔ قرآن مجید نے یقیناً ایسی ہی نفسیات رکھنے والے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: دل پسند چیزوں کا اقرار اور مزاج کے خلاف چیزوں کا انکار (کرتے ہیں یعنی قرآن کے بعض حصے پر ایمان اور بعض کا کفر کرتے ہیں' البقرۃ۔۸۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا رویہ مغرب کی نظر میں معیوب ہو تو الگ بات ہے، اسلام اسے انتہائی پسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ جب میرا انکار واقرار زبردستی اور خوف سے نہیں بلکہ اپنی خوشی اور مرضی سے ہے تو پھر کوئی اصول قبول کر لینے کے بعد اس سے ہیر پھیر اور انحراف اور گریز کا کیا مطلب؟ اگر ماننا ہے تو کھلے دل سے مانو اور حدود کا احترام کرو۔ اگر نہیں ماننا تو راستہ کھلا ہے، دنیا میں کوئی نہیں پوچھے گا، البتہ آخرت میں جواب دہی کا خود اہتمام کرلو اور اپنا جواز ڈھونڈ لو۔ لیکن ہماری نفسیات اس طرح بن چکی ہے کہ ہم مستقل طور پر آدھے اندر اور آدھے باہر، آدھے تیتر اور آدھے بٹیر رہنا چاہتے ہیں۔ اگر اسلام کا نام لے کر فائدہ پہنچتا ہے تو ہم مسلمان ہیں اور اگر ہمارے مفاد، مزاج اور اقتداء پر کوئی زد پڑتی ہے تو پھر بہانہ سازی اور فرار کی ہزار راہیں کھلی رکھنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک مثال کے ذریعے ایسی نفسیات کو واضح کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کلائی پر شیر کی تصویر بنوانے کے لئے گیا جب جراح نے پہلی سوئی چبھوئی تو اسے تکلیف ہوئی اور کہنے لگا یہ کیا بن رہا ہے؟ جراح نے کہا کہ شیر کے کان بنا رہا ہوں، تو اس نے کہا کہ شیر کے کان رہنے دو۔ کان کٹے شیر بھی ہوتے ہیں، جراح نے آنکھ بنانا چاہی تو اس نے کہا کہ اب کیا بن رہا ہے؟ جراح نے کہا کہ آنکھ بنا رہا ہوں تو اس نے کہا کہ آنکھ رہنے دو، شیر کانا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تیسری چبھن پر پوچھا اب کیا بن رہا ہے؟ جراح بولا شیر کے پاؤں بنا رہا ہوں۔ اس نے کہا ایک پاؤں رہنے دو لنگڑا شیر ہی بنا دو۔ الغرض ہر چبھن اور ٹیس پر وہ شیر کا ایک عضو ختم کرواتا گیا۔ بالآخر جراح نے کہا کہ ایسا شیر مجھ سے نہیں بن سکتا جس کی نہ آنکھ ہو نہ کان، نہ ٹانگ نہ دم، اگر ایسے ہی شیر بنوانے کا شوق ہے تو کسی اور سے بنوا لو۔

اسی تمثیل کے مطابق ''روشن خیال'' مسلمان دائرہ اسلام میں اس طرح رہنا چاہتا ہے کہ نماز نہ پڑھی تو کیا ہم مسلمان نہیں رہیں گے؟ شراب، جوا، ڈانس، بے حجابی ایسے مشاغل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کر لئے تو کیا ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے؟ اگر تہذیب مغرب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تو اسلام پر کیا حرج آ جائے گا؟ اگر سیاسی نظام مغرب سے، معاشی نظام یہودیت سے، قانونی نظام فرانس سے لے لیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ قصہ مختصر یہ کہ اسلام کے اصولوں سے لے کر اسکی ہر ہر شق سے پہلو تہی بھی ہم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان رہنا بھی چاہتے ہیں۔ یہ رویہ سراسر منافقت پر مبنی ہے جسے ایمان و دانش کی بارگاہ میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔

برصغیر میں انگریزی نظام تعلیم کے بانی لارڈ میکالے نے اپنے مقصد تعلیم اور طریقہ تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے ذریعے ہمیں ''جسم مشرقی مگر روح مغربی'' درکار ہے یعنی یہ تعلیم حاصل کرنے والے بیشک نسلی مسلمان رہیں، نام ان کے مسلمانوں جیسے ہوں، لباس وہ اسلامی طرز کا پہنیں، شادی بیاہ، نکاح اور طلاق شرعی طریقہ سے کریں، مگر ان کی سوچ، فکر، دماغ، اور دل مغرب کے رنگ میں رنگے ہوں تاکہ فکری بالادستی یورپ کی ہی برقرار رہے۔ اب لارڈ میکالے کو کون جا کر قبر میں بتائے کہ آپ کو تو ہم سے صرف روح مغربی درکار تھی اور جسم کے مشرقی ہونے پر آپ کو کوئی اعتراض نہ تھا مگر ہم اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ روح تو مغرب کی ہے ہی، ہم نے اپنا قالب اور چولا بھی مغربی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ رسم و رواج، بولی ٹھولی، گھر کا ماحول، آداب محفل، طور طریقے، لباس کی تراش خراش اور لب و لہجہ تک ہم نے فرنگی بنا ڈالا ہے، فقط رنگ بدلنے کی کمی رہ گئی ہے اگر بس میں ہو تو یہ بھی کر ڈالیں!!

ہمارے ایک بڑے اور مؤثر طبقے کی (جو سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی اعتبار سے بالادست ہے) یہ ذہنیت کیوں بن گئی ہے کہ وہ یورپ کے اعزاز کو اعزاز اور اس کے الزام کو الزام سمجھتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ وہ سطحیت پسندی، احساس کمتری، کم علمی، ہلکا پن، اتھلا پن اور اعتماد کا فقدان ہے جو کسی فرد یا قوم میں مناسب تربیت کی کمی اور اپنی اصلی جڑ سے تعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نقص کے باعث پیدا ہو جاتا ہے۔جس طرح کوئی درخت خواہ کتنا کمزور اور بے ڈول ہو مگر اس کی جڑ بہت گہری اور تنا مضبوط ہو،تو معمولی ہوا تو کیا جھکڑ اور آندھیاں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ،اور اس کے مقابلے میں ایسا خوشنما تراشیدہ خراشیدہ درخت جس کی جڑیں زمین میں گہری نہ ہوں،معمولی ہوا کے جھونکے کی مار برداشت نہیں کرسکتا۔اسی طرح وہ قومیں اور افراد جو محض فیشن ،نمائش ،آرائش ،مصنوعی پن اور تکلفات کی دلدادہ اور عادی بن جائیں اور اپنی تہذیب وثقافت اپنے ورثے اپنی تاریخ اور اپنے دینی رشتوں کو یکسر فراموش کربیٹھیں،وہ پروپیگنڈے کی معمولی ضرب اور ترغیب کی برائے نام جھلک سے ہی اپنی روایات وخیالات کو قربان کردیتی ہیں ۔ذہنی وروحانی امراض کا ایک لشکر ان کا گھیراؤ کرلیتا ہے۔انہی بیماریوں میں سے ایک بیماری اعتماد کے فقدان کی بیماری ہے۔جو قوم کو حوصلہ مند، بہادر، دلیر اور غیرت مند بنانے کے بجائے موم کی گڑیا بنادیتی ہے۔جس کا ناک نقشہ ہر چوتھے روز بدلتا رہتا ہے۔

اعتماد ہی وہ جوہر ہے جو فرد اور قوم کو غیرت اور عزت نفس عطا کردیتا ہے اور آداب غیرت آجائیں تو غلاموں میں بھی آزادی کے حصول کی تڑپ اور آزاد ہو جانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔مور اپنی ساری خوبصورتی کے باوجود اپنے پاؤں دیکھ کر شرما سا جاتا ہے ۔اس کا یہ رویہ اس کے اعتماد کو ہر روز مجروح کرتا ہے۔اسی طرح ہم مسلمانوں کی حالت ہے ۔شاندار ماضی ،پرشکوہ تہذیب ،قابل فخر روحانی ورثہ ،رشک آمیز علمی پس منظر ،دلیری اور بہادری کی بے مثال عسکری تاریخ دنیاوی علوم میں آج تک دنیا کو راہ دکھانے اور گرانقدر دماغی اور فنی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود ایک ذرا سا رنگ کا صاف ہونا یا انگریزی بولنے یا لکھنے میں ماہر ہونا ہمیں مور کی طرح احساس کمتری میں مبتلا کردیتا ہے اور ہم شرمانے لگ جاتے ہیں ۔اگر آنکھوں میں بقول حکیم الامت علامہ اقبال خاکِ مدینہ و نجف کا سرمہ ہو تو جلوہ دانش فرنگ سے آنکھوں کے مرعوب،متاثر یا چندھیانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کے ہر اقدام کا دارومدار اس کی سوچ اور فکر کی بنیاد پر ہوتا ہے مثلاً ایک مسلمان کا تانا، بانا اسلام سے بنا ہوا ہے۔ اس کی وفاداری اور اطاعت کا مرکز اللہ تعالیٰ اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات ہوتی ہے اس کے نزدیک فقط عالم دنیا ہی تمام امور ومعاملات کا قیام کمال آ کر نہیں بلکہ یہ سلسلہ آخرت تک چلتا ہے۔ مسلمان کے عقیدے کے مطابق خوشنودی محض انسان کی مطلوب نہیں بلکہ رضائے الٰہی ہر چیز پر مقدم ہے۔ اس کے ہاں کسی عمل کی تائید یا تردید قرآن وسنت سے مشروط ہے۔ اس طرح کی دوسری چیزیں جو ایک مسلمان کی فکری ساخت کو دوسرے لوگوں سے الگ، منفرد یا ممتاز کرتی ہیں تو لامحالہ ایک مسلمان کا معیار، تہذیب، اصول خیر وشر، اچھائی اور برائی کے ضابطے اور عزت وذلت کے پیمانے یقیناً دوسروں سے مختلف ہوں گے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر کسی مسلمان کو برتر اور کم تر، بہتر اور بدتر، صحیح اور غلط اور انعام والزام کے بارے میں فیصلہ کرنے یا کسی چیز کا انتخاب کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اگر سوچ کی سمت واضح نہ ہو، وفاداری کا مرکز طے نہ ہو، دنیا کے پیدا کرنے والے رب اور اہل دنیا کی خوشنودی میں فرق واضح نہ ہو تو مسلمان سے ایسے ہی لطیفے سرزد ہوتے ہیں جیسے کہ آج کل کے دور میں ہو رہے ہیں کہ ہمارے ہی بقول ہمارا ایمان تو اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ پر ہے لیکن نظام سیاست اور انداز معیشت ومعاشرت یورپ کا رائج ہونا چاہیے۔ یہ تضاد اس لیے ہے کہ ہم اپنا رخ متعین نہیں کر پا رہے جس کے نتیجے میں ہمارا معیار تہذیب طے نہیں ہو رہا۔ اہم اور غیر اہم میں ترجیح قائم نہیں ہو رہی۔ اگر ہر بڑے اور چھوٹے امر میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کو اپنا حاکم اور حتمی فیصلہ کرنے والی ذات مان لیں اور اپنے دین اور اپنی تہذیب کو اپنی روحانی اور فکری وعملی توانائی کا سرچشمہ قرار دے لیں تو ہمارے اندر نہ یورپ سے مرعوبیت کی بیماری رہ جائے گی اور نہ ہر بات پر معذرت خواہی کی عادت ہم میں زبردست اعتماد اور حوصلہ پیدا ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اس کے آئے دن کروٹ بدلتے حالات اور تقاضوں کی اہمیت وضرورت سے بے خبر اور بے پرواہو جائیں، عالمی حالات ومعاملات سے لاتعلقی کا رویہ اپنالیں، جدید ہونے والی ترقی سے بے خبر ہو جائیں ، دنیا کے نت نئے بندوبست میں خود کو شامل نہ کریں، سائنسی انکشافات اور ایجادات سے فیض یاب نہ ہوں، صنعت کی ترقی میں حصہ دار نہ بنیں اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے تہہ در تہہ واقعات اور ان کے مضمرات، اثرات اور نتائج سے بالکل الگ تھلگ ہو کر رہ جائیں بلکہ اپنی ناک کا چھیدا تنا بھی کھلا اور ڈھیلا نہ کریں کہ ہندو آئیں تو اپنی معاشرت کی نکیل ہمارے ناک میں ڈال دیں، مغرب یا کوئی اور غیر چاہے تو اپنی تہذیب اور سیاسی غلامی کی نکیل ڈال دے اور یہ سب کچھ ہم چپ کر کے برداشت کرتے رہیں۔

یہ ہماری فکری وتہذیبی کمزوری تو ہے کہ ہم اپنے بچے کو گھٹی ڈالنے کے عمل سے لیکر شادی بیاہ تک، اپنے آغاز سیاست سے مسند اقتدار تک اور الف با سے تعلیم کی آخری ڈگری تک دوسروں کے رواج اور معیار کے مطابق ڈھلتے نظر آتے ہیں۔ کبھی ہم اپنے اوپر اپنا رنگ بھی چڑھائیں جس سے ہم سے بہت دور کھڑا ہوا شخص بھی پہچان کر پکار اٹھے کہ یہ مسلمان ہے۔ ہمارا کردار، ہمارا معیار، ہمارا انداز، ہمارے اطوار اور چہرہ بشرہ خود ہمارا پتہ اور ''شناختی کارڈ'' بن جائے۔ قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایک جگہ فرماتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کا چہرہ ان کے صحابی رسول ہونے کا پتہ دیتا تھا۔

اس عہد میں جب کہ ہمارا اپنا معیار تہذیب مستحکم تھا کسی کو کسی مسلمان کے پہچاننے میں کبھی کوئی وقت پیش نہیں آتی تھی۔ یہ باتیں بظاہر چھوٹی معلوم ہوں گی ، لیکن دیگ کا ایک چاول جس طرح پوری دیگ کا پتہ دیتا ہے اسی طرح ہماری حرکات وعادات کا ایک جائزہ بات کو واضح کر دے گا کہ ہم سخت گرم علاقے کے باسی ہیں مگر ہمارا طرز تعمیر سرد ترین موسم والے یورپ جیسا بنتا رہا ہے۔ اس بات کا دین یا اصول دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ہماری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقالی کی چغلی ضرور ہو رہی ہے کہ ہم اپنے علاقے کے تقاضوں اور اپنے موسم کی ضروریات و لوازمات کو نظر انداز کر کے ایسے گھر اور دفتر بنا رہے ہیں جو بجائے سہولت کے عذاب بن جاتے ہیں اور ائر کنڈیشنز جیسی مہنگی تنصیبات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیا صرف اسی لئے نہیں کہ ہم نے یورپ میں اسی طرح دیکھا ہے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنا مشترکہ خاندانی نظام تباہ کر رہے ہیں۔ جو ہزاروں مشکلوں کے باوجود لاکھوں برکتوں اور خوشیوں کا باعث ہے۔ گھر کا ہر فرد ''پرائیویسی'' کے چکر میں ہے، ہر ایک کا اپنا کمرہ ہے، اپنے یار دوست ، اپنے کھانے پینے کے اوقات، اپنے سونے جاگنے کا پرگرام۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہم نے سن رکھا ہے کہ یورپ میں بیٹی ماں کی اور بیٹا باپ کا پابند نہیں، چونکہ ہمیں یورپ کی نقالی کا بخار چڑھا ہوا ہے اس لئے ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔ اس بگٹٹ دوڑ کا یہ نتیجہ سامنے ہے کہ محراب و منبر سے لے کر روپے ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ بے یقینی اور اعتماد ختم کر کے روپے ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ بے یقینی اور اعتماد ختم ہو جائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔

بات ہو رہی تھی خود اعتمادی کی جس میں کمی آئی تو ہمیں اپنی خوبیاں برائیاں اور دوسروں کی برائیاں خوبیاں نظر آنے لگیں۔ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں میں ایک واقعہ نظر آتا ہے جو ہمارے لیے مفید مطلب ہے اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور کلمہ گو ہیں اور اسی طرح کا کلمہ توحید صحابہ کرام نے بھی پڑھا تھا، مگر دونوں میں نفسیات کا بے پناہ فرق تھا اور ہمیں دوسروں کے آداب و اصول عزیز ہیں۔ واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ گورنر مدائن (عراق) حضرت سلمان فارسیؓ ایک دوسرے ملک کے وفد سے ملاقات کر رہے تھے۔ اس دوران کھانے کا وقت آیا تو زمین پر دستر خوان بچھایا گیا۔ دوران طعام حضرت سلمانؓ کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ آپ نے اسے زمین سے اٹھا کر جھاڑا اور دوبارہ منہ میں ڈال لیا۔ آپ کے معاون خصوصی یا پرنسپل سیکرٹری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے نگاہیں اور بیوروکریٹک مکاری سے کندھے جھکا کر سرگوشی کے انداز میں کہا کہ حضرت! یہ لوگ مہذب ملک کے شہری ہیں اور پرتکلف تہذیب کے آدمی ہیں۔ آپ نے زمین پر گرا ہوا روٹی کا ٹکڑا اٹھا کر دوبارہ منہ میں رکھ لیا۔ لوگ کیا سوچیں گے کہ مسلمان کو حکومت مل گئی ہے، لیکن اتنی نفاست نہیں آئی کہ زمین پر گرا ہوا لقمہ تک دوبارہ کھا لیتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے بڑے اعتماد سے بلند آواز میں جواب دیا: کیا میں اپنے پیارے رسول ﷺ کی سنت کو ان احمقوں کی وجہ سے ترک کر دوں۔"

یہ ہے وہ اعتماد جو دور اول کے مسلمانوں میں تھا انہیں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں گھڑے جانے والے آداب و رسوم کے بجائے مسجد نبوی ﷺ کے کچے فرش پر ترتیب پانے والی سنتوں اور قائم ہونے والے طریقوں سے قلبی لگاؤ تھا۔ دوسروں کے پکے گھر دیکھ کر اپنا کچا گھروندا، گرا دینا یا تو بدمستی ہوگی یا پھر بے عقلی!

یہ اور اس طرح کی مثالیں فرائض اور واجبات کا درجہ نہیں رکھتیں کہ انہیں جوں کا توں دہرایا جائے بلکہ ان کے ذریعے زندگی کا راستہ ضرور متعین ہوتا ہے کہ ہمیں دنیا میں رہنا ہے تو پرائی جنت ہی کو ہر وقت لالچ بھری نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اپنے ہی زور بازو سے حاصل کی ہوئی دال روٹی پر انحصار، قوت حیدری ہے اور یہی مردان کار کا شیوہ ہے۔ دولت مندی مال سے نہیں، نظر اور دل کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہمارے پسینے بنیاد پرستی کی اصطلاح سن کر چھوٹنے لگیں اور ہم ایوان میں بالکل مختلف موضوع پر تقریر کرنے کے دوران غیر ملکی سفیروں کی گیلری کی طرف منہ اٹھا کر اعلان کر دیں کہ نہیں جی میں تو بنیاد پرست نہیں ہوں تو کیا اس سے اقتدار کو طوالت مل جائے گی؟ اقتدار اللہ تعالیٰ کی ذات دیتی ہے یا گیلریوں میں بیٹھے ہوئے سفیر؟ اور پھر وہ کیا سوچتے ہوں گے کہ موضوع ہے زرعی ترقی اور اس میں صفائی پیش کی جا رہی ہے فنڈامنٹلسٹ نہ ہونے کی۔ کیا یہ نہیں سوچا جائے گا کہ یہ حضرت ابن الوقت ہیں۔ ان میں خود اعتمادی نہیں ہے۔ یہ ہمارے ڈر سے اپنے دین کا نام لینے سے شرم محسوس کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی خود اعتمادی کے حوالے سے ایک بات حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے بارے میں تحریر کرنے کے قابل ہے۔ کسی تقریب میں ایف سی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس کی ملاقات حضرت علامہ اقبالؒ سے ہوئی۔ ڈاکٹر لوکس نے سوچا تھا کہ حضرت علامہ اقبالؒ 'روشن خیال' آدمی ہیں، ان سے یہ پوچھ لیا جائے کہ واقعی قرآن مجید انہی الفاظ وحروف کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہوا یا محض مفہوم وارد ہوا اور الفاظ پیغمبر اسلام ﷺ کے اپنے ہیں۔ جس دور میں یہ بات پوچھی جارہی تھی وہ عہد اسلام اور اہل اسلام کے لئے خاصا تکلیف دہ اور فتنہ انگیز تھا۔ انگریز ہم پر مسلط اور حاکم تھے اور بڑے بڑے عمائدینِ ملتِ مسلمہ، معذرت خواہی کی عادت اپنائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے اس رویئے سے اسلام کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ عقائد سے لے کر ایمان تک میں ''گوری سرکار'' کی مرضی کے مطابق ترمیم وتنسیخ کے تیشے چلائے جارہے تھے اور اپنے اچھے خاصے تاریخی قد کاٹھ کو یورپ کے تنگ جامے میں فٹ کرنے کے لئے کانا چھانٹا جارہا تھا۔ ختم نبوت، وحی، الہام، ملائکہ، جہاد، جزیہ، پردہ، سود جیسے مسائل کی نئی نئی دل خواہ بلکہ ''انگریز خواہ'' تعبیریں پیش کی جارہی تھیں المختصر اس ماحول میں حضرت علامہ اقبالؒ کا جواب کس قدر اعتماد افزا، یقین افروز اور ایمان پرور تھا، ملاحظہ کیجئے:

''میرا تمام مسلمانوں کی طرح ایمان ہے کہ قرآن حکیم انہی الفاظ وحروف کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہوا۔ کیونکہ بارہا مجھ پر پورے کا پورا شعر، الفاظ وحروف سمیت وارد ہوا ہے۔ میں نے فقط اسے اپنی کاپی میں نقل کرلیا۔ اگر مجھ جیسے شخص پر شعر، الہام ہوسکتا ہے تو نبی پاک ﷺ کی ذات پر قرآن مجید اس طرح نازل کیوں نہیں ہوسکتا۔''

آج اگر کوئی ناپختہ اور خام خیال 'دانشور' اسے حضرت علامہ کی خوش اعتقادی قرار دے تو اس کا اپنا قصور اور علم وایمان کی کمزوری ہے، جبکہ اسی خود اعتمادی نے تو حضرت علامہ کو 'حکیم الامت' کا منصب بخشا ہے۔ ورنہ وہ ہمیشہ ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' اور اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح 'موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں' کی تلقین کیوں کرتے رہتے ؟ اس تلقین میں کار فرما حکمت یہ ہے کہ خود اعتمادی کی کمی انسان کو ایک ''لڑھکتا ہوا پتھر'' بنا دیتی ہے جو بالآخر سر کے بل کسی اندھی کھائی میں جا کر گرتا اور پاش پاش ہو جاتا ہے۔

یہ تو تھا اس مسئلے کا ایک پہلو، جس کے ذریعے یہ واضح کیا گیا کہ کسی اعزاز یا الزام، کسی خیر یا شر اور کسی فائدے یا نقصان کے ردو قبول کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ یہی معیار ہی ہے جو قوموں کی اقدار تشکیل دیتا ہے اور انہی اقدار کی بدولت قوموں کے گرنے اور سنبھلنے کے رویئے ترتیب پاتے ہیں۔ اگر ہر بات کو اس کا سیاق اور سباق جانے بغیر قبول یا رد کر دیا جائے تو پھر کوئی بات بن ہی نہیں سکتی۔

آج مغرب اگر ہمیں ''بنیاد پرست'' کہتا ہے اور ہم فوراً کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرتے ہیں کہ نہیں جی ہم بنیاد پرست نہیں ہیں یعنی مغرب کے مفہوم کے مطابق تاریک خیال، جنگجو، قدامت پسند اور روایت پرست نہیں ہیں تو اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ کل کو یہی مغرب ہمیں ''کلمہ گو'' کہہ کر چھیڑنا شروع کر دے اور اس کا مفہوم یہ بتائے کہ کلمہ گو کا مطلب وہ انسان ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے، دکھ تکلیف آئے تو نمازیں پڑھتا ہے آخرت میں ثواب و عذاب کو مانتا ہے، بے شمار کام دوزخ کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے کرتا ہے، تو کیا ہم فوراً وضاحتوں پر اتر آئیں گے اور اپنی صفائی دینا شروع کر دیں گے کہ نہیں جی ہم تو ''کلمہ گو'' نہیں ہیں۔ ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں اور کلمہ گو کا جو مفہوم مغرب متعین کرے ہم اسے ''الہام ربانی'' سمجھ کر اس پر ایمان لے آئیں؟ ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ پھر کہیں رکتا نظر نہیں آتا۔ تو کیوں نہ آئے روز کی چیخ چیخ کا مقابلہ کرنے کے لئے علی الاعلان کہہ دیں کہ ہاں ہم بنیاد پرست ہیں۔ ایک کچی کوٹھڑی بنیاد کے بغیر کھڑی نہیں ہو سکتی تو ایک دین' ایک تہذیب' ایک قوم' ایک ملت بغیر بنیاد کے کیوں کر اقوام عالم کی صف میں اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہبانیت پرست کا وہ مفہوم جو مغرب سمجھتا ہے اور ہم پر چسپاں کرتا ہے تو وہ اس کے منہ پر مارنا چاہیے کہ تاریک خیال، جنگجو اور توہم پرست ہم نہیں تم ہو۔ ذرا اپنی تاریخ کے اوراق کھول کر دیکھ لو جب اسلام کا نور اور قرآن کا پیغام دنیا کو منوا اور پرسکون زندگی کا ڈھنگ بتارہا تھا اس وقت یورپ جہالت اور بدتہذیبی کے اندھے غاروں میں پڑا تھا۔ تہذیب تو دور کی بات ہے۔ صلیبی جنگیں ہمارا نہیں تمہارا ورثہ ہے، ہمارا سفر دار ارقم سے شروع ہو کر فتح مکہ پر منتج ہوا۔ اس دوران نہایت معمولی خون بہا اتنا کہ جس قدر عام انسانی دنیا میں معمول کے مطابق قتل ہوتے ہیں۔ اور تم ہو ہمیں جنگجو کہنے والے، جب کہ ہیروشیما اور ناگاساکی کی آب و ہوا، تمہارے وحشیانہ حملوں اور قتل عام کی بو سے اب تک آلودہ اور روز حشر تک آلودہ رہے گی۔ ہم مسلمان آج بھی قرآن وسنت کی روشنی میں حق اور باطل کا واضح عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارے نزدیک حق اور باطل اضافی صیغے نہیں بلکہ دائمی اصطلاحات ہیں۔ دونوں واضح اور طے شدہ ہیں۔ دونوں میں حد فاصل ازل سے ابد تک قائم رہے گی لیکن تمہارے نزدیک حق صرف طاقت کا نام ہے اور باطل کا مفہوم حالات کے تحت آئے روز بدلتا ہے اس لحاظ سے تاریک خیال تم ہو یا ہم ہیں؟ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ ہی اٹھا کر دیکھ لی جائے اور آزادی کی تحریکوں میں ہونے والی خونریزی کا باب کھول لیا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ مسلمان خونخوار ہیں یا یورپ اور مغرب اور دوسری غیر مسلم دنیا کے منہ کو خون کی چاٹ لگی ہوئی ہے۔ لیبیا میں سنوسی کی تحریک ہو یا الجزائر کی خون آشام جدوجہد، جلنے والا باغ ویت نام ہو یا افغانستان کی جنگ، بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو یا چیچنیا میں خونِ مسلم کی ارزانی، یہ کون سے تاریخ کے خفیہ گوشے ہیں جو کسی کو معلوم نہ ہو سکیں گے؟ ذرائع ابلاغ کے پراپیگنڈے کے زور پر نہ تاریخ مسخ ہوتی ہے اور نہ حقائق تبدیل ہوتے ہیں۔

ہم وہ امت ہیں جس کے ہر فرد کے لئے ہمارے اللہ، ہمارے رسول مقبول ﷺ، ہمارے دین اور ہمارے قرآن نے جو نام پسند کیا ہے، وہ "مسلم" ہے اور ہمارے نام ہی میں "سلامتی" کا جوہر موجود ہے۔ کسی دوسری امت، ملت یا قوم جو اس باوقار اور امن کے علمبردار نام سے موسوم نہیں!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا بھر کے مسلمانوں کے خصوصاً اپنے حقوق کے حصول کے لئے جابروں کا مسلح مقابلہ کرنے والوں کو مغرب کی جانب سے بنیاد پرست، تشدد پسند اور جنگجو کہنا اس اردو کہاوت کو سچ ثابت کر رہا ہے کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔ جس ملت کا اللہ "رب العالمین" جس امت کا نبی ﷺ "رحمت اللعالمین"، جس قوم کا ضابطہ حیات "ہدی اللعالمین" اور جس جماعت کا اپنا نام "المسلمین" ہو غضب ہو خدا کا اس کو استعماری طاقتیں جنگجو، تاریک خیال اور علم دشمن کہیں! استغفر اللہ۔ استغفر اللہ!

سورج کو لگے دھبہ، فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر، اللہ کی مرضی ہے!

اب ذرا بات خاص اس حوالے سے ہو جائے کہ مغرب کی اس نفسیاتی یلغار کا مقصد کیا ہے کہ وہ ہمارے لئے نت نئے نام گھڑتا اور ہم سے ایسے القاب منسوب کرتا ہے جو اپنی ترکیب میں تو اتنے غلط نہیں ہوتے مگر مغرب کا پراپیگنڈہ انہیں ایٹم بم کی طرح خوفناک اور گالی کی طرح شرمناک بنا دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک مغرب کی اس نفسیاتی جنگ کا واحد مقصد مسلمانوں کو ہراساں کرنا اور ان کی قوت مزاحمت کا امتحان لینا ہے کہ آج کل مسلمان کس پانی میں ہیں؟ انہیں اپنی جڑ بنیاد سے اکھاڑنے کا وقت آ گیا ہے یا ابھی انتظار کرنا چاہیے؟ بدقسمتی سے آج کے مسلمان اس معاملے میں کمزور نفسیات کے لوگ واقع ہو رہے ہیں کہ ابھی غیر مسلموں اور مغرب کے منہ سے الزام کے الفاظ پورے طور پر نہیں ہو پاتے کہ ہم پہلے شرمانا، گھبرانا اور احساس کمتری کا شکار ہونا شروع کر دیتے ہیں اور دائیں بائیں سے ڈکشنریاں ڈھونڈ کر معذرت کے الفاظ تلاش کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

اپنا ڈر اور خوف تو اپنی جگہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے فرائض دیانتداری کے ساتھ ادا کرنے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کو عمل کرنے کو کہتا ہے تو لوگ اسے بھی دھمکا دیتے ہیں کہ بھئی ذرا خیال سے آپ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ آپ فنڈا منٹلسٹ ہیں۔ کہیں کل آگے جانے کا راستہ بند نہ ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج ہم خوش ہو رہے ہیں کہ ہم نے ''بنیاد پرست'' ہونے کی تردید کر کے خود کو اس بوجھ سے سبکدوش کر لیا ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ اہل مغرب شاید ہماری معذرت اور تردید سے پھر بھی مطمئن نہ ہوں اور وہ ہم سے کہیں کہ تم کس طرح ''بنیاد پرست'' نہیں ہو جبکہ تمہارے ملک کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ کا لفظ آتا ہے۔ تمہارے ہاں مذہبی امور کی باقاعدہ وزارتیں ہیں۔ تم ہر سال حج پالیسی بناتے ہو۔ تمہارے اجلاسوں کا آغاز تلاوت سے ہوتا ہے ملتے وقت تم اسلام علیکم کہتے ہو تقریر کا آغاز بسم اللہ سے کرتے ہو تمہارے قومی ترانے میں سایہ خدائے ذوالجلال آتا ہے، پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے تمہارے عساکر (فوج) کا ماٹو ایمان تقویٰ اور جہاد ہے تمہارا سرکاری مذہب اسلام ہے۔۔۔۔!

بدنیتوں اور نقصان پہنچانے والوں کے پاس بہانوں کی کمی نہیں ہوتی، مغرب سے ہر وقت یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ایک نہیں دوسرے نہیں، تیسرے بہانے سے ضرور مسلمانوں کو بدنام اور تنگ کرتے رہیں گے اور ہم کہاں کہاں اور کس کس بات کی تردید اور وضاحت کرتے پھریں گے۔

''قرآن حکیم نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ ''تم جب تک اپنا دین نہیں بدل دو گے، وہ کافر تم سے راضی نہیں ہوں گے۔'' مغرب کو ہماری شکل وصورت اور افرادی و مالی وسائل سے خطرہ نہیں۔ اسے ہمارے نظریہ حیات یعنی نظام اسلام سے ڈر ہے جو فی الواقع اور ان کی نظر میں بھی حیات آفرین، طاقتور، زندہ، متحرک اور ہر چیلنج کا سامان کرنے والا نظریہ حیات ہے۔ اگر اپنے نظریہ حیات سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں تو یہ بات بالکل دوسری ہے، لیکن اسلام کے فیصلہ کن کردار کی موجودگی میں مغرب اور دشمنان اسلام ہم سے کبھی خوش ''مطمئن'' اور بے فکر نہیں ہو سکتے۔ وہ ایٹمی ٹیکنالوجی، معاشی فراغت، دفاعی ساز وسامان، فنی صلاحیت اور استحکام حکومت جیسے امور میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ جس صلاحیت میں وہ ہم سے پیچھے ہیں، وہ نظریاتی قوت ہے۔ بلکہ اس سے محروم ہیں جس سے ان کا پورا نظام معاشرت ایک مستقل خلا کا شکار ہے۔ جسے وہ ایٹمی قوت، ٹیکنالوجی اور بے انداز دولت کے زور سے بھی نہیں پُر کر سکتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی خواہش واضح ہو کر سامنے آ رہی ہے کہ کمیونزم خواہ جیسا برا بھلا تھا، بہر حال اپنی پشت پر ایک کتابی قوت رکھتا تھا اور ان کے لئے ایک چیلنج اور درد سر تھا جسے مغرب کی سازش اور کاوش نے پاش پاش کر دیا۔ اب ان کے لئے مسئلہ صرف ''اسلام'' رہ گیا ہے۔ وہ اسے بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ تب جا کر مغرب کو سکون نصیب ہوگا۔ اسی لئے ان کی نفسیاتی یلغار اور سیاسی، سفارتی، معاشی، اور مالی دباؤ کا ہر راستہ اسلام اور اہل اسلام کی طرف جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اہم ترین بات یہ ہے کہ مغرب نے پہلے پہل ''بنیاد پرستی'' کا چرچا کیا۔

اب آہستہ آہستہ اس بنیاد پرستی کو دہشت گردی کا نام دیا جا رہا ہے۔

یہ بحث اتنا طول نہ کھینچتی اگر مسلمانوں کے ''لبرل اور ماڈرن'' رہنما ہر موقع پر امت کے اجتماعی ضمیر اور مجموعی احساس سے غداری کر کے شرمناک رویہ نہ اپناتے۔ وجدان یہ کہتا ہے کہ اب تک اہل مغرب مسلمانوں کے ''لبرل'' لیڈروں کے چلنے اور رویے کو دیکھ کر ہی ہماری غیرت اور ملی وحدت کا اندازہ کرتے ہیں اور اپنے من مانے فیصلے ٹھونستے رہے ہیں، مگر اب شاید ''بندہ صحرائی اور مرد کوہستانی'' مسلمانوں سے ان کا کھلا مقابلہ اور معرکہ پیش آنے والا ہے۔ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو اس سے اگلے دن!

اب کی بار ان شاء اللہ تعالیٰ تاریخ اپنے صفحات پر نیا باب لکھے گی۔

(بشکریہ: ماہنامہ ''ہلال''، فروری 1997ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’جہاد‘ کا مفہوم اور دورِ حاضر ✿ میں اسکے تقاضے

میرے پیش نظر موضوع ’سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں جہاد کا مفہوم‘ ہے جس کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ حتیٰ کہ تذکرہ بھی اس مختصر وقت میں ممکن نہیں ہے۔ اس لئے بہت

✿ اسلام میں جہاد کا تصور اور فضیلت، دیگر ادیان و مذاہب کے بالمقابل اسلام کا امتیازی تصور ہے جس کی رو سے جہاں جان و مال اور عقل و نسل کا تحفظ بنیادی حق قرار پاتا ہے، وہاں سیکولرازم کے برعکس دین کا تحفظ بھی اسلام کی نظر میں بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ بلاشبہ جہاد کا یہ تصور اسلام کی حقانیت اور جامعیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

مولانا زاہد الراشدی قلم و دانش کے ان مجاہدین میں شامل ہیں جو موقع بموقع ایسے تصورات کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی (شیخ زاید اسلامک سنٹر) کے زیر اہتمام ایک سیمینار میں پڑھا جانے والا موجودہ مقالہ ہدیۂ قارئین ہے جس کی ہم بھرپور تائید کرتے ہیں تاہم یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ اس مقالہ میں بعض مقامات ایسے آئے ہیں جہاں جوش خطابت میں جہاد کی خصوصی نوعیت قتال (محاربہ) کے مقصد کے بارے میں اسلامی جہاد اور عسکریت کے درمیان التباس پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ قتال ومحاربہ اسلام کی نظر میں بنفسہ پسندیدہ اور مرغوب چیز نہیں ہے بلکہ رسول اللہؐ کے فرمان: لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا الله العافية ... الحديث (بخاری) ”دشمن سے ملاقات کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو“ وغیرہ کی روشنی میں حتی الوسع قتال سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس مفہوم کو علمائے اصول نے حسن بنفسہ اور حسن لغیرہ کی تقسیم سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے یعنی جس طرح حدود (رجم، قطع ید وغیرہ) فی نفسہ اسلام کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں بلکہ معاشرے میں امن و امان کی ایک ناگزیر ضرورت ہیں یعنی حدود شرعیہ فی نفسہ پسندیدہ نہ ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے زمرہ میں آتی ہیں، اسی طرح قتال ومحاربہ اسلام کی نظر میں ذاتی طور پر مطلوب نہیں بلکہ دفاع دین کی ایک ضرورت ہونے کے ناطے حسن لغیرہ کے طور پر اہم ہے۔-------

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اُمور کو نظر انداز کرتے ہوئے چند ایک ایسے سوالات کا جائزہ لینا چاہوں گا جو جہاد کے حوالے سے آج کے دور میں عالمی سطح پر موضوعِ بحث ہیں اور ان کے بارے میں مثبت اور منفی طور پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے:

'جہاد' کا لفظ لغوی طور پر (مقابلہ میں) کوشش، محنت و مشقت اور تگ و دو کی مختلف شکلوں کا احاطہ کرتا ہے اور اسے دینی پس منظر میں لیا جائے تو اسلام کی سربلندی، دعوت و تبلیغ، ترویج و تنفیذ اور تحفظ و دفاع کے لئے کی جانے والی مختلف النوع عملی کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی خواہشات پر کنٹرول اور نفس کی اصلاح کی مساعی پر بھی جہاد کا لفظ بولا گیا ہے جس کی قرآن و سنت میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

۔۔۔۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ...... الاية﴾ کی روشنی میں 'قتال' کو اسلام کے مقصد و منہاج کی بجائے فتنہ و فساد کے خاتمہ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حقیقۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے شخص کی یہ وضاحت اسلام کی بہت اہم تعبیر ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسی نکتہ نظر کی وضاحت کے لئے ہم نے کئی عبارتوں پر حواشی لگانے کی جسارت کی ہے جس سے مقصود مولانا زاہد الراشدی صاحب سے اختلاف نہیں بلکہ مذکورہ بالا موقف میں غیر شعوری طور پر پیدا ہونے والے التباس کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ اس وقت مغربی دنیا میں بالعموم اور اسلامی معاشرہ میں بالخصوص ایسی بحثیں جاری ہیں کہ کیا دنیا بھر میں عسکری تنظیموں کی تمام کاروائیاں بلا استثنا اسلامی ہیں یا بعض کاروائیاں اس تشدد کے زمرہ میں آتی ہیں جس کی اسلام غیر مشروط اجازت نہیں دیتا؟ مثلاً مصر کے صدر انور سادات وغیرہ کا قتل یا بعض ایسے تخریبی کام جنہیں کسی صورت بھی اسلام کا جبہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

مولانا زاہد الراشدی جیسے حضرات سے ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ عسکری تنظیموں کی بلا استثنا تمام کاروائیوں کی تائید کی بجائے دنیا کے تمام مسلم معاشروں میں ان کے بعض انتہا پسندانہ پہلو بھی پیش نظر رکھیں گے جس طرح موصوف نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ان کے والد کی جنگ بدر میں عدم شمولیت اور حضرت سلمان فارسی کا جنگِ احزاب سے پہلے کے غزوات سے غیر حاضر ہونے کا عذر اپنے مضمون ہذا میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زبان و قلم میں مزید زور اور قوتِ تاثیر پیدا فرمائے۔ آمین! (ماہنامہ محدث لاہور)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن جہاد کا ایک خصوصی مفہوم 'جنگ' اور 'محاربہ' بھی ہے جسے قرآنِ کریم میں 'جہاد فی سبیل اللہ' اور 'قتال' کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے (۱) چنانچہ سینکڑوں آیاتِ قرآنی اور ہزاروں احادیثِ نبویہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور اس 'جہاد' کے فضائل، احکام، مسائل اور مقصدیت پر قرآن وسنت میں پورے اہتمام کے ساتھ جا بجا روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کافروں کے خلاف میدانِ جنگ میں صف آرا ہو کر ہتھیاروں کے ساتھ ان سے معرکہ آرائی کرنا اور قتل وقتال کے ذریعے سے کفر پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا جس کی اہمیت وفضیلت پر قرآنِ کریم اور سنتِ نبویؐ کی سینکڑوں تصریحات گواہ ہیں اور اس کو آج کے دور میں اس وجہ سے سب سے زیادہ تنقید واعتراض کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ جدید عقل ودانش کے نزدیک عقیدہ ومذہب کے فروغ اور غلبہ کے لئے ہتھیار اُٹھانا تہذیب وتمدن کے تقاضوں کے خلاف ہے اور ایسا کرنا بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے دائرے میں آتا ہے۔ (۲)

---

(۱) قرآن وحدیث میں جس طرح بہت سے مقامات پر 'جہاد' قتال فی سبیل اللہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کی غرض سے واقعتاً غالب آنے کی ہر کوشش 'مقدس جہاد' کی قسم ہے۔ لیکن کتاب وسنت میں 'جہاد' جنگ کے علاوہ تحفظ دین کی دوسری مساعی پر بھی جا بجا بولا گیا ہے، بالخصوص منافقین سے جہاد کی بیشتر صورتیں بلا سیف ہیں، اسی طرح ہجرت سے پہلے مکی سورتوں میں 'جہاد' کا ذکر قطعاً جنگ کے معنی میں نہیں آیا۔ (محدث)

(۲) جہاد کے مقصد کی مذکورہ تعبیر اسلام میں جہاد کی ضرورت کی حد تک تو درست ہے لیکن اگر اس عبارت سے کوئی عسکریت پسند یہ کشید کرے کہ اسلام ایک عسکری دین (Militant Religion) ہے تو یہ تعبیر غلط ہوگی۔ اسلام امن وامان کا علمبردار مذہب ہے اور اپنی تعلیمات کی روشنی میں فرد ومعاشرہ کی سلامتی کا ضامن بھی، اسی لئے جنگ قادسیہ کے فاتح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نمائندہ ربعی بن عامر کا رستم کے دربار میں یہ قول سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے:---------

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد ہر دور میں تھا اور ہمیشہ جاری رہے گا

اس سلسلے میں آگے بڑھنے سے قبل ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ عقیدہ و مذہب کے لئے ہتھیار اٹھانے اور باطل مذاہب پر حق مذہب کی بالادستی کے لئے عسکری جنگ لڑنے کا آغاز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا بلکہ جہاد کا یہ عمل آسمانی ادیان میں پہلے سے تسلسل کے ساتھ چلا آرہا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اس حوالے سے تاریخ میں کسی نئے عمل اور اُسلوب کا اضافہ کرنے کی بجائے آسمانی مذاہب کی ایک مسلسل روایت کو برقرار رکھا ہے چنانچہ جس طرح قرآنِ کریم میں جہاد اور مجاہدین کا تذکرہ پایا جاتا ہے، اسی طرح بائبل میں بھی ان مجاہدین اور مذہبی جنگوں کا ذکر موجود ہے جو بنی اسرائیل نے اپنے مذہب کے دفاع اور اپنی آزادی اور تشخص کے تحفظ کے لئے لڑیں۔ مثال کے طور پر

---(گذشتہ) "والله جاء بنا لنخرج العباد من عبادة العباد إلى عبادة الله" "اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہمیں (تمہارے خلاف اس لئے چڑھا) لایا ہے کہ ہم تمام بندگانِ خدا کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی غلامی میں لے جائیں۔" (تاریخ طبری، تاریخ ابن کثیر وغیرہ) حضرت عمرؓ کا عمرو بن العاص کے بیٹے کی طرف سے زیادتی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ فرمانا: ولدتهم أمهاتهم أحرارا...... "ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنم دیا تھا، تم نے کب سے انہیں غلام بنا لیا۔" سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بلاوجہ کسی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ اسلامی حکومتوں کے اندر تمام ذمی اور مستامن کفار غلام نہیں ہوتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کا مقصد اِن معنوں میں جہانبانی اور جہانگیری نہیں ہے کہ لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا جائے بلکہ جنگ کا مقصد بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکالنا ہے۔ جہاں تک اللہ کی بندگی میں لانے کا مسئلہ ہے اس کے بارے میں اسلام دعوت و تبلیغ کا طریق کار اختیار کرتا ہے۔

اس مسئلہ کو یوں بھی واضح کیا جا سکتا ہے کہ اسلام عقیدہ و مذہب کے بارے میں دنیاوی زندگی کی حد تک کافر کو بھی اسی طرح آزادی دیتا ہے جس طرح ایک شخص کو اسلام میں آنے اور مسلمان رہنے کی پوری آزادی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام تشدد اور دھمکی سے مسلمان بنانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اسلام کی غلط تعبیر ہے جو سوءِ فہمی کا نتیجہ ہے!! (محدث)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم نے فلسطین کی سرزمین پر لڑی جانے والی ایک مقدس جنگ کا سورۃ البقرۃ میں تذکرہ کیا ہے جو جالوت جیسے ظالم حکمران کے خلاف طالوت کی قیادت میں لڑی گئی اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالوت بادشاہ کا معجزانہ طور پر خاتمہ ہوا۔ اس جنگ کا تذکرہ بائبل میں بھی موجود ہے اور اس میں حضرت طالوت کو 'ساؤل' بادشاہ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس لئے اگر آج کی جدید دانش کو مذہب کے نام پر ہتھیار اٹھانے پر اعتراض ہے تو اس کا ہدف صرف قرآنِ کریم اور جنابِ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی نہیں بلکہ اصولی طور پر بائبل اور بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ کی پوری تاریخ اس کی زد میں ہے، صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ بائبل کے ماننے والوں نے بائبل پر ایمان کے باوجود اس کے عملی احکام اور ماضی سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے جبکہ قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والے تمام تر عملی کمزوریوں کے باوجود اپنے ماضی اور قرآنی احکام و تعلیمات سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس وضاحت کے بعد جہاد کی مقصدیت کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاد کا مقصد جنابِ نبی اکرم ﷺ نے 'اعلاء کلمۃ اللہ' قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جس کا مطلب عملی طور پر یہ ہے کہ انسانی سوسائٹی میں حکم اور قانون کا درجہ انسانی خواہشات اور ظن و گمان کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور آسمانی تعلیمات کو حاصل ہونا چاہئے اور کلمۃ اللہ کی اسی سربلندی کے لئے قرآن کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ نے آسمانی مذاہب کی ان دینی معرکہ آرائیوں کے تسلسل کو باقی رکھا ہے تاکہ کسی دور میں بھی انسانی خواہشات اور عقل و گمان کو وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات پر غلبہ حاصل نہ ہونے پائے اور انسانی سوسائٹی پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی عملداری کے جس مشن کے لئے حضرات انبیاءِ کرام مبعوث ہوتے رہے ہیں، اس میں تعطل واقع نہ ہو چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ارشادِ مبارک میں یہ کہہ کر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدوجہد کے قیامت تک جاری رہنے کا اعلان فرما دیا ہے کہ: "الجهاد ماض الى يوم القيامة"۔ (۳)

جنگ وجدل کے لئے دورِ حاضر کی خوشنما توجیہات

یہ فکر وفلسفہ کی جنگ ہے، اسلوبِ زندگی کی معرکہ آرائی ہے اور تہذیب وثقافت کا محاذ ہے جس میں شروع سے آسمانی مذاہب کا یہ موقف رہا ہے اور اب آسمانی مذاہب وادیان کے حقیقی وارث کی حیثیت سے اسلام کا موقف بھی یہی ہے کہ انسانی سوسائٹی کی راہنمائی اور اس کے مسائل کے حل کے لئے انسانی خواہشات اور عقل ودانش تنہا کفایت نہیں کرتیں بلکہ ان پر آسمانی تعلیمات کی نگرانی ضروری ہے کیونکہ اس 'چیک اینڈ بیلنس' (Check & Balance) کے بغیر انسانی خواہشات اور انسانی عقل کے لئے پوری نسل انسانی کی ضروریات ومفادات میں توازن قائم رکھنا ممکن نہیں ہے لیکن آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تہذیبِ جدید نے آسمانی تعلیمات سے دستبرداری کا اعلان کر کے خواہشات اور عقل ہی کو تمام اُمور کی فائنل اتھارٹی قرار دے رکھا ہے جس سے توازن بگڑ گیا ہے، اجتماعی اخلاقیات دم توڑ گئی ہیں، طاقت کا بے لگام گھوڑا وحی الٰہی کی لگام سے آزاد ہو گیا ہے اور پوری دنیا میں ہر طرف 'جنگل کے قانون' (Might is Right) کا دور دورہ ہے۔

آج کی جدید دانش نے چونکہ مذاہب کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے شخصی زندگی کے دائروں میں محدود کر دیا ہے، اس لئے عقل جدید کے نزدیک مذہب کو وہ مقام حاصل

(۳) دینِ اسلام میں جس طرح قتال دفاعِ دین کے لئے ہوتا ہے، اسی طرح کافرانہ معاشروں میں قائم ظلم و عدوان کے خاتمے کے لئے بھی ہوتا ہے جس کی ایک سرکاری صورت 'اقدامی قتال' ہے۔ عہدِ رسالت میں جنگ خندق کے بعد اقدامی قتال کی متعدد مثالیں موجود ہیں، تاہم اقدامی قتال اجتماعی امور کے باب کا حصہ ہے۔ سیکولر طبقہ اسے اس لئے نہیں مانتا کہ اس کے نزدیک دین کا 'اجتماعیات' میں کوئی دخل نہیں ہے چنانچہ مولانا زاہد الراشدی آئندہ سطور میں خود یہی بحث کر رہے ہیں۔ حضرت موصوف کا یہ موقف قابل تحسین ہے۔ (محدث)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہا کہ اس کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں اور اس کے فروغ و تنفیذ کے لئے عسکری قوت کو استعمال میں لایا جائے، ورنہ ہتھیار تو آج بھی موجود ہیں اور جتنے ہتھیار آج پائے جاتے اور تیار ہو رہے ہیں، انسانی تاریخ میں اس سے قبل کبھی نہیں دیکھے گئے۔ یہ ہتھیار استعمال بھی ہوتے ہیں اور وہ ایسی تباہی لاتے ہیں کہ اس سے قبل انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے مگر ان ہتھیاروں کو استعمال کرنے والوں کے مقاصد اور عنوانات مختلف ہیں:

☆...... جرمنی نے 'جرمن نسل کی برتری' کے عنوان سے ہتھیار بنائے اور دو عظیم جنگوں میں پوری دنیا کے لئے تباہی کا سامان فراہم کیا۔

☆...... روس نے 'محنت کشوں کی طبقاتی بالادستی' کے نام پر عسکری قوت کا بے تحاشا استعمال کیا اور نسل انسانی کے ایک بڑے حصے کو تہہ تیغ کر دیا۔

☆...... اسرائیل ایک 'نسلی مذہب کی برتری' کے لئے اپنے سائز سے سینکڑوں گنا زیادہ ہتھیار جمع کئے ہوئے ہے اور فلسطینیوں کی مسلسل نسل کشی (Genocide) میں مصروف ہے۔

☆...... اور امریکہ نے 'مغرب کی تہذیب و ثقافت کے تحفظ' کے نام پر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر نسلی برتری، طبقاتی بالادستی اور تہذیب و ثقافت کے تحفظ کے لئے ہتھیار اٹھانا اور صرف اُٹھانا نہیں بلکہ اسے وحشیانہ انداز میں اندھا دھند استعمال کر کے لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا دہشت گردی نہیں ہے تو 'آسمانی تعلیمات کے فروغ اور وحی الٰہی کی بالادستی' کے لئے ہتھیار اٹھانے کو کون سے قانون اور اخلاقیات کے تحت دہشت گردی قرار دیا جا رہا ہے؟

تبصرہ: باقی تمام پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے آج کی معروضی صورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال (Scenario) میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے طرزِ عمل کا جائزہ لے لیں کہ افغانستان اور دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں اسلام کے اجتماعی نظام کے نفاذ کا نام لینے والوں کے خلاف 'عالمی اتحاد' کے پرچم تلے جو وحشیانہ فوج کشی جاری ہے، اس کے جواز میں اس کے علاوہ اب تک کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی کہ اسلام کا نام لینے والے ان مبینہ انتہا پسندوں سے آج کی عالمی تہذیب کو خطرہ ہے۔ بالادست (Dominant) ثقافت کو خطرہ ہے اور بین الاقوامی نظام کو خطرہ ہے، اس لئے ان انتہا پسندوں کا خاتمہ ضروری ہے اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عقیدہ و مذہب کے لئے ہتھیار اٹھانے کو 'دہشت گردی' کہنے والے خود ایک مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہوئے میدانِ جنگ میں مسلسل صف آرا ہیں۔

میری اس گزارش کا مقصد یہ ہے کہ اگر ایک عقیدہ، فلسفہ اور تہذیب کے تحفظ کے لئے ہتھیار اٹھانے اور اسے بے دریغ استعمال کرنے کا ایک فریق کو حق حاصل ہے تو اس کے خلاف دوسرے عقیدہ، فلسفہ اور تہذیب کے علمبرداروں کو ہتھیار اٹھانے کے حق سے کس طرح محروم نہیں کیا جا سکتا......!

اور ہتھیار بنانے اور استعمال کرنے کے لئے یہ کوئی وجہ جواز (Excuse) نہیں ہے کہ چونکہ ایک فریق کے پاس ہتھیار بنانے کی صلاحیت زیادہ ہے اور اسے ان ہتھیاروں کے استعمال کے مواقع زیادہ میسر ہیں، اس لئے اسے تو ہتھیار بنانے اور چلانے کا حق حاصل ہے اور دوسرا فریق اس صلاحیت میں کمزور اور ان مواقع کی فراوانی سے محروم ہے اس لئے اسے اس کا سرے سے کوئی حق نہیں ہے!!

آج امریکہ اور اس کے اتحادی اس بات پر مطمئن ہیں کہ جو جنگ وہ لڑ رہے ہیں، وہ اعلیٰ مقاصد کی خاطر لڑی جا رہی ہے، انسانیت کی بھلائی کی جنگ ہے اور ان کے بقول اعلیٰ ترین تہذیبی اقدار کے تحفظ کی جنگ ہے۔ جنگ کی اسی مقصدیت کی وجہ سے انہیں اس عظیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانی و مالی نقصان کی کوئی پروانہیں ہے جو دنیا بھر میں ان کے ہاتھوں مسلسل جاری ہے۔ انسان مر رہے ہیں، عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، بچے یتیم ہو رہے ہیں، عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل ہو رہی ہیں، ملکوں اور قوموں کی معیشتیں تباہ ہو رہی ہیں اور امن وامان کا توازن مسلسل بگڑتا چلا جا رہا ہے لیکن ایسا کرنے والے چونکہ اپنے زعم کے مطابق یہ سب کچھ اعلیٰ مقاصد کے لئے کر رہے ہیں اور ان اقدامات کے ذریعے سے اعلیٰ تہذیب وثقافت کا تحفظ کر رہے ہیں، اس لئے ان کے خیال میں یہ سب کچھ جائز ہے اور جنگ کا حصہ ہے جسے کسی چون وچرا کے بغیر پوری نسل انسانی کو برداشت کرنا چاہئے۔

یہی بات اسلام کہتا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نسل انسانی کے لئے نجات کا راستہ انسانی خواہشات اور صرف انسانی عقل نہیں ہے بلکہ وحی الٰہی کی نگرانی اور آسمانی تعلیمات کی برتری انسانی سوسائٹی کے لئے ضروری ہے اور اسلام کے نزدیک انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور تہذیبی روایات کا سرچشمہ انسانی خواہشات اور عقل محض نہیں بلکہ وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات ہیں، اس لئے ایک مسلمان اگر ان مقاصد کے لئے ہتھیار اُٹھاتا ہے تو دنیا کی مسلمہ روایات اور تاریخی عمل کی روشنی میں اسے یہ کہہ کر اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا کہ مخالف فریق کے نزدیک اس کا یہ عمل دہشت گردی قرار پا گیا ہے۔

اس اُصولی وضاحت کے بعد قرآن وسنت کی رو سے جہاد کی چند عملی صورتوں کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں:

جہاد...... اعلانیہ اور پوشیدہ، ہر انداز سے

قرآنِ کریم نے بنی اسرائیل کے حوالے سے جہاد کے ایک حکم کا تذکرہ سورۃ المائدہ میں کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے چنگل سے بنی اسرائیل کو نکال کر صحرائے سینا میں خیمہ زن ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو حکم ملا کہ وہ 'بیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقدس' کو عمالقہ سے آزاد کرنے کے لئے جہاد کریں اور آگے بڑھ کر حملہ آور ہوں مگر غلامی کے دائرے سے تازہ تازہ نکلنے والی مرعوب قوم کو اس کا حوصلہ نہ ہوا اور پھر اس کے چالیس سال بعد بنی اسرائیل کی نئی نسل نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں جنگ لڑ کر بیت المقدس کو آزاد کرایا۔

قرآنِ کریم نے بنی اسرائیل ہی کے حوالے سے ایک اور جہاد کا تذکرہ کیا ہے جس کا حوالہ ہم پہلے بھی دے چکے ہیں کہ جالوت نامی ظالم بادشاہ نے فلسطین کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے بنی اسرائیل کو مظالم کا شکار بنانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سموئیل علیہ السلام کے حکم پر طالوت بادشاہ کی قیادت میں بنی اسرائیل کی مٹھی بھر (Handful) جماعت نے جالوت کا مقابلہ کیا اور اسے میدانِ جنگ میں شکست دے کر فلسطین کے علاقے آزاد کرائے۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کفارِ مکہ کے خلاف پہلے بڑے معرکے کی قیادت بدر کے میدان میں کی اور قریش کو شکست دے کر شاندار کامیابی حاصل کی۔ یہ جنگ قریش مکہ کے ان عزائم پر ضرب لگانے کے لئے بپا ہوئی تھی جو وہ اسلام کو ختم کرنے اور جناب نبی اکرم ﷺ اور ان کی جماعت کو ناکام بنانے کے لئے اختیار کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد 'اُحد' اور 'احزاب' کی جنگیں بھی اسی پس منظر میں تھیں اور اس کشمکش کا خاتمہ اس وقت ہوا جب نبی اکرم ﷺ نے ۸ ہجری میں خود پیش قدمی کر کے مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا۔

یہودِ مدینہ کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ نے امن وامان کے ماحول میں وقت بسر کرنے کی کوشش کی لیکن یہودیوں کی سازشوں اور عہد شکنیوں کی وجہ سے ایسا ممکن نہ رہا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کے سب سے بڑے مرکز (Stronghold) خیبر پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کر لیا اور یہود کا زور توڑ دیا۔

قیصر روم کے باج گذاروں نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی اور یہ خبر ملی کہ خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیصر روم مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس کا انتظار کرنے کے بجائے شام کی سرحد کی طرف پیش قدمی کی اور تبوک میں ایک ماہ قیام کر کے رومی فوجوں کا انتظار کرنے کے بعد وہاں سے واپس تشریف لائے۔

یہ تو چند کھلی جنگیں ہیں جو علانیہ لڑی گئیں تھیں، ان سے ہٹ کر ایسی متعدد کاروائیاں بھی سیرت النبیؐ کے ریکارڈ میں ملتی ہیں جنہیں چھاپہ مار کاروائیوں (Ambush) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

......☆ مدینہ منورہ کے ایک سازشی یہودی سردار کعب بن اشرف کو جناب نبی اکرم ﷺ کے ایما پر حضرت محمد بن مسلمہؓ اور ان کے رفقا نے شب خون مار کر قتل کیا۔

......☆ خیبر کے نواح کے ایک اور سازشی یہودی سردار ابو رافع کو جناب نبی اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اسی قسم کی چھاپہ مار کاروائی کے ذریعے سے قتل کیا۔

......☆ جناب نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں یمن کے اسلامی صوبہ پر ایک نئے مدعی نبوت اسود عنسی نے قبضہ کر کے جناب نبی اکرم ﷺ کے مقرر کردہ گورنر کو شہید کر دیا اور اسلامی ریاست کے عمال کو یمن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے ایما پر حضرت فیروز دیلمیؓ اور ان کے رفقا نے چھاپہ مار کاروائی کر کے اسود عنسی کو رات کی تاریکی میں قتل کیا اور یمن پر اسلامی اقتدار کا پرچم دوبارہ لہرا دیا۔

......☆ صلح حدیبیہ میں قریش مکہ کی بعض ناجائز اور یک طرفہ شرائط کے خلاف دباؤ ڈالنے کے لئے حضرت ابو بصیرؓ اور حضرت ابو جندلؓ نے سمندر کے کنارے ایک باقاعدہ چھاپہ مار کیمپ قائم کیا اور قریش کا شام کی طرف تجارت کا راستہ غیر محفوظ بنا دیا جس سے مجبور ہو کر قریش کو صلح حدیبیہ کے معاہدے میں شامل اپنی یک طرفہ شرائط واپس لینا پڑیں اور ابو بصیرؓ کی چھاپہ مار کاروائیوں سے تنگ آ کر قریش کو جناب نبی اکرم ﷺ سے دوبارہ گفتگو کرنا پڑی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد......زندگی کے ہر محاذ پر!

جناب نبی اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلے کے ساتھ ساتھ میڈیا کے محاذ پر بھی کفار کے خلاف صف آرائی کی، چنانچہ غزوۂ احزاب کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے ایک اجتماع میں باقاعدہ طور پر اس کا اعلان کیا کہ اب قریش مکہ کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہوگی لیکن اب وہ زبان کی جنگ لڑیں گے اور مسلمانوں کے خلاف پورے عرب میں پراپیگنڈے اور منافرت انگیزی کا بازار گرم کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر شعر و خطابت سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ کو میدان میں آنے کی ترغیب دی، چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ نے کھلے بندوں اعلان کر کے یہ محاذ سنبھالا اور شعر و شاعری کے محاذ پر کفار کے حملوں کا پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

زیادہ تفصیلات کا موقع نہیں ہے لیکن ان گزارشات سے اتنی بات ضرور سامنے آ گئی ہوگی کہ نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی سربلندی اور اُمتِ مسلمہ کے تحفظ و استحکام کے لئے موقع و محل کی مناسبت سے جنگ کی ہر ممکنہ صورت اختیار کی اور محاذ آرائی کے جس اسلوب نے بھی جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنا چیلنج رکھا، اسے جواب میں مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

چھاپہ مار کاروائیاں

آج کے حالات میں جہاد کے حوالے سے دو سوال عام طور پر کئے جاتے ہیں: ایک یہ کہ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائیوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا کسی علاقے میں جہاد کے لئے ایک اسلامی حکومت کا وجود اور اس کی اجازت ضروری نہیں ہے؟

اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں حضرت ابوبصیرؓ کا کیمپ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت فیروز دیلمیؓ کی چھاپہ مار کاروائی ہمارے سامنے واضح مثال کے طور پر موجود ہے۔

حضرت ابو بصیرؓ نے اپنا کیمپ جناب نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے قائم نہیں کیا تھا لیکن جب یہ کیمپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اس کے نتائج کو قبول کیا بلکہ قریش کی طرف سے یک طرفہ شرائط سے دست برداری کے بعد اس کیمپ کے مجاہدین کو باعزت طور پر واپس بلا لیا۔

اسی طرح یمن پر اسود عنسی کا غیر اسلامی اقتدار قائم ہونے کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے فوج بھیج کر لشکر کشی نہیں کی بلکہ یمن کے اندر مسلمانوں کو بغاوت کرنے کا حکم دیا اور اسی بغاوت کی عملی شکل وہ چھاپہ مار کاروائی تھی جس کے نتیجے میں اسود عنسی قتل ہوا۔

مسلم اقلیتوں کی جہاد میں شرکت؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جہاد شرعی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے تو جو مسلمان غیر مسلم اکثریت کے ملکوں میں اقلیت (Minority) کے طور پر رہتے ہیں، ان کی ذمہ داری کیا ہے اور کیا ان کے لئے جہاد میں شمولیت ضروری نہیں ہے؟(۵)

(۵) فاضل موصوف نے مسلم اقلیتوں کے جہاد میں شمولیت اختیار کرنے کے حوالے سے یہ بڑی مناسب بات پیش کی ہے کہ ایسے مسلمان بھی دامے درمے اور سخنے اپنے علاقوں میں اپنی حکومتوں کے معاہدات کے دائرے میں رہتے ہوئے دیگر مظلوم مسلمانوں سے ہر طرح کا تعاون جاری رکھیں۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اسلام اور مسلمان دنیا میں غیر اسلامی عقائد ونظریات کے حامل یا کافرانہ جبر وتسلط کے تحت ابدی طور پر مصالحت و مداہنت کے ساتھ رہنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ غیر اسلامی اور وضعی قوانین کے خلاف جدوجہد حتیٰ المقدور ہر مسلمان پر فرض ہے حتیٰ کہ جب مسلم اقلیتوں کو اجتماعی طور پر کسی کامیاب تدبیر سے اپنی کافر حکومتوں کے خلاف خروج کا یقین واعتماد ہو جائے تو ایسے حالات میں کافرانہ تسلط کے خلاف جہاد بالسیف بھی فرض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی نام نہاد مسلم حکمران اسلام کے نام پر کافرانہ نظام کو مسلط کرنے کی کوشش کرے اور اسلامی تعلیمات پر آزاد۔۔۔۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جواب میں دو واقعات کا حوالہ دینا چاہوں گا۔ ایک یہ کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ان کے والد محترم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپؐ کی خدمت میں جہاد میں شمولیت کے لئے حاضر ہو رہے تھے

۔۔۔۔۔۔ آزادانہ عمل پیرا ہونے میں رکاوٹیں کھڑی کرے تو ایسے حکمران کے خلاف جہاد کی پیش آمدہ کسی مناسب صورت کی بھی اسلام تجویز پیش کرتا ہے جس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا جب اسلام ایسی نام نہاد مسلم حکومت کی بھی جہاد کے ذریعے اصلاح پر زور دیتا ہے تو پھر خالصتاً کافرانہ حکومتوں کے تحت ابدالآباد راضی و مطیع بن کر رہنے اور اس نظام و حکومت کے خلاف جدوجہد سے ہاتھ کھینچنے کو کیسے پسند کر سکتا ہے؟

جو لوگ حکمرانوں کے خلاف ہر قسم کے خروج کی نفی پر مصر ہیں، انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پیش نظر رکھنا چاہیے:

"ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره، ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون مالا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن و ليس وراء ذلك من الايمان حبة خردل" (مسلم، کتاب الایمان: رقم ۵۰)

"مجھ سے پہلے ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے جب کسی نبی کو مبعوث کیا تو اس کی امت میں سے اس کے مخلص ساتھی بھی ہوا کرتے تھے جو اس نبی کے طریقے اور حکم کی اقتدا و اتباع کرتے، پھر ان کے بعد ایسے (ناخلف) جانشین ہوں گے، جو ایسی باتیں کریں گے جو وہ عملاً کرنے والے نہیں اور وہ ایسے کام کریں گے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کرے گا، وہ بھی مؤمن ہے۔ اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔" (یعنی جو دل سے بھی انہیں برا نہیں سمجھتے، ان کے دلوں میں رائی برابر ایمان نہیں جیسے آج کل کے ظالم حکمرانوں کے کاسہ لیس بے ضمیر خوشامدی ہیں)

حدیث بالا کی رو سے غیر مسلم معاشروں میں خروج کے مسئلہ میں ہمیں معذرت خواہانہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

(محدث)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ راستے میں کفار کے ایک گروہ نے گرفتار کر لیا اور اس شرط پر انہوں نے ہمیں رہا کیا ہے کہ ہم ان کے خلاف جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر حصہ نہیں لیں گے۔ اس پر نبی ﷺ نے یہ فرما کر انہیں بدر کے معرکے میں شریک ہونے سے روک دیا کہ اگر تم نے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے تو اس وعدہ کی پاسداری تم پر لازم ہے چنانچہ حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد محترم موجود ہوتے ہوئے بھی بدر کے معرکے میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دے سکے تھے۔

اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا، جب رسول اکرم ﷺ قبا میں قیام فرما تھے اور ابھی مدینہ منورہ نہیں پہنچے تھے لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کا ذکر نہ بدر کے مجاہدین میں ملتا ہے اور نہ وہ اُحد ہی میں شریک ہو سکے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس وقت آزاد نہیں تھے بلکہ ایک یہودی کے غلام تھے چنانچہ غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ان کی شمولیت جس پہلے غزوہ میں ہوئی، وہ احزاب کا معرکہ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جہاد کے حوالے سے مسلمانوں کے معروضی حالات اور ان کی مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔ اس لئے جو مسلمان غیر مسلم اکثریت کے ملکوں میں رہتے ہیں اور ان کے ان ریاستوں کے ساتھ وفاداری کے معاہدات موجود ہیں، ان کے لئے ان معاہدات کی پاسداری لازمی ہے، البتہ اپنے ملکوں کے قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد، ہمدردی اور خیر خواہی کے لئے وہ جو کچھ بھی کر سکتے ہیں، وہ ان کی دینی ذمہ داری ہے اور اس میں انہیں کسی درجے میں بھی کوتاہی روا نہیں رکھنی چاہئے۔

گذشتہ سال (۲۰۰۱ء) افغانستان پر امریکی حملے کے موقع پر میں برطانیہ میں تھا۔ مجھ سے وہاں کے بہت سے مسلمانوں نے دریافت کیا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کو یہودیوں کی پیروی کرنا چاہئے اور ان سے کام کا طریقہ سیکھنا چاہئے کیونکہ یہودی ان ممالک میں رہتے ہوئے جو کچھ یہودیت کے عالمی غلبہ اور اسرائیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحفظ و دفاع کے لئے کر رہے ہیں، اسلام کے غلبہ اور مظلوم مسلمانوں کے دفاع کے لئے وہ سب کچھ کرنا مسلمانوں کا بھی حق ہے مگر یہ کام طریقہ اور ترتیب کے ساتھ ہونا چاہئے اور جن ملکوں میں مسلمان رہ رہے ہیں، ان کے ساتھ اپنے معاہدات اور کمٹ منٹ کے دائرے میں رہتے ہوئے کرنا چاہئے۔

آج دنیا کی عمومی صورتِ حال پھر اس سطح پر آ گئی ہے کہ خواہشات اور محدود عقل پرستی نے ہر طرف ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور آسمانی تعلیمات کا نام لینے کو جرم قرار دیا جا رہا ہے۔ آج کی اجتماعی عقل نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انکار کر کے حاکمیتِ مطلقہ کا منصب خود سنبھال لیا ہے اور وحی الٰہی سے راہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اس کے نشانات و اثرات کو ختم کرنے کی ہر سطح پر کوشش ہو رہی ہے۔ اس فضا میں 'اعلاء کلمۃ اللہ' کا پرچم پھر سے بلند کرنا اگرچہ مشکل بلکہ مشکل تر دکھائی دیتا ہے لیکن جناب نبی اکرم ﷺ کی سنت و سیرت کا تقاضا یہی ہے کہ نسل انسانی کو خواہشات کی غلامی اور عقل محض کی پیروی کے فریب سے نکالا جائے اور اسے آسمانی تعلیمات کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے وحی الٰہی کی ہدایات کے دائرے میں لانے کی کوشش کی جائے۔

اس کے ساتھ ہی دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمان جس مظلومیت اور کسمپرسی کے عالم میں ظالم اور متسلط قوتوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہیں اور انہیں جس بے رحمی اور سنگ دلی کے ساتھ ان کے مذہبی تشخص کے ساتھ ساتھ قومی آزادی اور علاقائی خود مختاری (Territorial Independence) سے محروم کیا جا رہا ہے اس کے خلاف کلمہ حق بلند کرنا اور ان مظلوم مسلمانوں کو ظلم و جبر کے ماحول سے نجات دلانے کے لئے جو کچھ ممکن ہو کر گزرنا، یہ بھی جناب نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات و ارشادات کا ایک اہم حصہ ہے جس سے صرفِ نظر کر کے ہم نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

ان دو عظیم تر ملی مقاصد کے لئے جدوجہد کے مختلف شعبے ہیں۔ فکر و فلسفہ کا میدان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے،میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی جولا نگاہ ہے،تہذیب وثقافت کا محاذ ہے،تعلیم وتربیت کا دائرہ ہے، لابنگ اور سفارت کاری کا شعبہ ہے اور عسکری صلاحیت کے ساتھ ہتھیاروں کی معرکہ آرائی ہے۔ یہ سب جہاد فی سبیل اللہ کے شعبے اور اعلاء کلمہ اللہ کے ناگزیر تقاضے ہیں۔اس لئے آج کے دور میں 'سنت نبوی کی روشنی میں جہاد کا مفہوم' یہ ہے کہ:

......☆ نسل انسانی کو خواہشات کی غلامی اور عقل محض کی پیروی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور آسمانی تعلیمات کی عمل داری کی طرف لانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی جائے۔

......☆ اسلام کی دعوت اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو نسل انسانی کے ہر فرد تک پہنچانے اور اس کی ذہنی سطح کے مطابق اسے دعوتِ اسلام کا مقصد و افادیت سمجھانے کا اہتمام کیا جائے۔

......☆ ملتِ اسلامیہ کو فکری وحدت ، سیاسی مرکزیت، معاشی خود کفالت، ٹیکنالوجی کی مہارت اور عسکری قوت و صلاحیت کی فراہمی کے لئے بھرپور وسائل اور توانائیاں بروئے کار لائی جائیں۔

......☆ مسلمان کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی تعمیر کے لئے تگ و دو کی جائے نیز دینی تعلیم وتربیت کے نظام کو ہر سطح پر مربوط و منظم کیا جائے۔

......☆ مظلوم مسلمانوں کو ظلم و جبر سے نجات دلانے اور ان کے دینی تشخص اور علاقائی خودمختاری کی بحالی کے لیے ہر ممکن مدد فراہم کی جائے۔

......☆ مسلم ممالک میں قرآن وسنت کی عمل داری اور شرعی نظام کے نفاذ کی راہ ہموار کر کے تمام مسلم ملکوں کو عالمی سطح پر کنفیڈریشن کی صورت میں خلافت اسلامیہ قائم کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆...... دینی جذبہ وغیرت کے تحت ظالموں کے خلاف اور مظلوموں کے حق میں ہتھیار اٹھانے والے مجاہدین کو عالمی استعمار کے ہاتھوں ذبح کرانے اور ان کے قتل عام پر خوش ہونے کے بجائے ان کو بچانے کی کوشش کی جائے اور اس عظیم قوت کو ضائع ہونے سے بچانے کے ساتھ ساتھ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرتے ہوئے انہیں ملت اسلامیہ کے لیے حقیقی معنوں میں ایک کارآمد قوت بنانے کی راہ نکالی جائے۔

☆...... اسلامی تعلیمات، قرآن وسنت کے قوانین اور جہاد کے بارے میں عالمی استعمار اور مغربی تہذیب کے علم برداروں کے یک طرفہ اور معاندانہ پروپیگنڈے سے متاثر ومرعوب ہونے کے بجائے اس کو مسترد کیا جائے اور دلیل ومنطق کے ساتھ اسلامی احکام اور جہاد کی ضرورت وافادیت سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔

یہ کام دراصل مسلم حکومتوں کے کرنے کے ہیں اور انہیں او آئی سی کے عملی ایجنڈے کا حصہ ہونا چاہئے لیکن اگر دینی مراکز اور اسلامی تحریکات بھی باہمی ربط ومشاورت کے ساتھ ان مقاصد کے لیے مشترکہ پیش رفت کا اہتمام کر سکیں تو حالات کو خاصا بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ 'محدث' لاہور مضمون نگار جناب مولانا زاہد الراشدی حفظہ اللہ)

● .... ● .... ●

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 7

دنیا کا عالمی دہشت گرد۔۔۔۔امریکہ!

- امریکہ اور اس کا عالمی نظام (نیو ورلڈ آرڈر)
- امریکہ کے 'مہذب' دہشت گرد!
- دہشت گردوں کی جنت.............امریکہ!
- امریکہ کی دہشت گرد تنظیمیں
- دنیا بھر میں امریکہ کی دہشت گردیاں!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ اور اس کا عالمی نظام (نیو ورلڈ آرڈر)

بیسویں صدی کے آغاز تک امریکہ ایک علاقائی طاقت تھا اور اس کی دلچسپی کا اصل دائرہ براعظم امریکہ یعنی شمال میں کینیڈا، وسطی اور جنوبی امریکہ کے ممالک اور جزائر تک محدود تھا۔اس فکر کا عکاس وہ نظریہ تھا، جسے نظریہ منرو (Monroe doctrine) کہتے ہیں۔(۱)

اس نظریے کا مطلب یہ تھا کہ: 'شمالی، جنوبی اور وسطی امریکہ پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ (Usa) کو بالادستی حاصل ہے، یہاں کوئی دراندازی نہ کرے اور دنیا کے باقی علاقوں سے امریکہ کو چنداں دلچسپی نہیں'' تاہم ۱۸۹۸ء میں امریکہ اور اسپین کے درمیان جنگ (Spanish american war) اس حصار کو توڑنے اور امریکہ کے عالمی کردار کا آغاز کرنے کا باعث ہوئی۔جزیرہ ہوائی (Hawai) امریکہ کا حصہ بن گیا اور فلپائن آزاد ہو کر بھی دام اسیری میں گرفتار رہا۔البتہ اس کے بعد یورپ اور پھر ایشیا آہستہ آہستہ امریکہ کے جولان گاہ بن گئے۔

پہلی عالمی جنگ (۱۸۔۱۹۱۴ء) کا فیصلہ امریکہ کے ساڑھے تین لاکھ فوجیوں کی جنگ میں عملی شرکت سے ہوا، اور یورپ کی سیاست پر امریکہ کی قوت کے بادل چھا گئے۔پھر دوسری جنگ (۴۵۔۱۹۳۹ء) میں پرل ہاربر پر جاپانی حملے نے امریکہ کو جنگ میں عملاً شریک بنا دیا۔اس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے (۱۹۴۵ء) کا انسانیت کش ''کارنامہ'' انجام دیا۔اس طرح دوسری جنگ کے اختتام تک دنیا کا سیاسی نقشہ تبدیل ہو گیا۔یورپی اقوام جو پچھلے پانچ سو سال تک یورپ اور باقی دنیا پر حکمران تھیں، جو علاقائی

---

(۱)[جیمز منرو، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پانچویں صدر (۲۵۔۱۸۱۷ء) تھے، انہوں نے مذکورہ نظریہ پیش کیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عالمی قوتوں کا رول ادا کر رہی تھیں، منقار زیر ہوگئیں۔ چین اور جاپان جو ایشیائی قوتوں کی حیثیت سے ابھر رہی تھیں، محکوم اور مغلوب ہوگئیں۔ دونئی عالمی طاقتیں دنیا پر چھا گئیں، یعنی امریکہ اور اشتراکی روس۔ پچاسالہ سرد جنگ کے بعد اور جہاد افغانستان کی آخری ضرب کے نتیجے میں دسمبر ۱۹۹۱ء میں اشتراکی روس کی سلطنت منتشر ہوگئی۔ مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا اس کے چنگل سے آزاد ہوگئے اور امریکہ دنیا کی واحد سوپر پاور بن کے سامنے آیا۔

معاشی اور سیاسی کردار....

امریکہ کے عالمی رول کا اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس میں دو چیزیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں:

۱۔ ایک سیاسی اور معاشی غلبہ و استیلا، جو تمام ہی سامراجی طاقتوں کا خاصہ رہا ہے۔

۲۔ دوسرے ایک نظریے اور پیغام کی علم برداری، جس میں تمام سامراجی طاقتوں کا کردار ایک سا نہیں رہا۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد امریکہ نے جمہوریت کی ترویج، قوموں کے حق خود ارادیت کی تائید اور ایسے عالمی اداروں کے قیام کی آواز اٹھائی جو عالمی امن کی ضامن ہوں اور بین الاقوامی قانون کے احترام کا ذریعہ بن سکیں۔

امریکہ کے ۲۸ ویں صدر روڈ رو ولسن (۲۱-۱۹۱۳ء) کے چودہ نکات اور لیگ آف نیشنز کا تصور اسی امریکی پیغام کے عکاس تھے۔ لیکن بہت جلد خود امریکہ میں ووڈ رو ولسن کی تائید کمزور پڑ گئی، لیگ آف نیشنز کا سب سے بڑا علم بردار اور موید ہونے کے باوجود امریکہ اس کا ممبر نہ بنا۔ مشرقی یورپ میں جمہوریت نہیں بلکہ آمریت کی فتح کے دور کا آغاز ہوا، اور کمیونزم اور فاشزم کی شکل میں بدترین آمرانہ نظام وجود میں آئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ ایک بہت بڑی معاشی قوت تھا۔پہلی جنگ کے بعد دنیا کی کل پیداواری دولت (Gdp) کا ۳۳فی صد تھا، جبکہ امریکہ کی آبادی کبھی بھی دنیا کی آبادی کے ٦فی صد سے زیادہ نہ تھی۔امریکہ کے سیاسی اثرات کی بنیاد اس کی معاشی قوت لیکن بڑی جنگوں کے درمیان بڑے شان دار آغاز کے باوجود امریکہ کا سیاسی کردار محدود رہا۔دوسری جنگ عظیم کے بعد صورتحال مختلف تھی۔یورپ کی تمام روایتی طاقتیں پرمردہ اور مضمحل تھیں۔امریکہ نے دونوں جنگوں میں فیصلہ کن شرکت تو ضرور کی، مگر خود میدان جنگ کبھی نہیں بنا۔اس لیے اس تباہی سے محفوظ رہا، جو جنگ کا نتیجہ ہوتی ہے۔قصہ مختصر، یورپ اور ایشیا میدان جنگ تھے اور تباہ حال۔اشتراکی روس بھی فتح کے باوجود زخم خوردہ تھا، مگر امریکہ بہت زیادہ تازہ دم رہا۔اس لیے دوسری جنگ عظیم کے بعد اس کا عالمی کردار برابر بڑھتا گیا۔اس دور میں بھی اس نے ایک نظریاتی پوزیشن اختیار کی۔جس میں امریکہ اور روس کی سرد جنگ، نظریاتی سطح پر سرمایہ دارانہ جمہوریت اور اشتراکی آمریت کی جنگ بن گئی۔

معاشی گرفت، استعماری عزائم....

سرمایہ داری، منڈی کی معیشت کی بالادستی (Superiority)، انسانی حقوق، آزادی اور جمہوری اداروں کی خوبیاں جیسے موضوع زیر بحث رہے۔اس طرح سیاسی بالادستی کی لڑائی کا ایک نظریاتی آہنگ بھی رہا۔افغانستان میں روس کی شکست، منتشر اور غیر موثر ہو جانے کے بعد امریکہ کے اہل علم اور حکمت عملی ساز اداروں نے دنیا کو یہی نعرہ دیا کہ "اب لبرل ڈیموکریسی کو آخری بالادستی حاصل ہوگئی ہے۔مارکیٹوں کی معیشت ہر مسئلے کا حل ہے اور امریکہ کو دنیا کے دوسرے نظاموں پر نظریاتی فتح حاصل ہوئی ہے۔امریکہ کی حکومت نے جارج بش ہی کی صدارت میں اپنے "نئے عالمی نظام" (New world order) کو شہ تاج کی حیثیت دے ڈالی، اور بیسویں اور اکیسویں صدی کو امریکہ کی صدی قرار دینے کا نعرہ کا بلند کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارٹی میرز وکر مین (Mortimir zuckerman) چیف ایڈیٹر یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ اور دی نیویارک ڈیلی نیوز کے ناشر اور چیئر مین ہیں، وہ مشہور رسالہ فارن افیرز میں A second american century

کے عنوان سے رقم طراز ہیں اور ہمیں اس نتیجے پر پہنچانا چاہتے ہیں:

ساتویں صدی فرانس کی تھی، انیسویں صدی برطانیہ کی، اور بیسویں امریکہ کی اور اب اکیسویں صدی امریکہ کی ہوگی۔ (۲)

اس وقت دنیا کی کل پیداوار میں امریکہ کا حصہ ۲۵ فی صد ہے جو اگلے ۱۲ سال (۲۰۱۰ء) میں ایک اندازے کے مطابق، کم ہو کر ۲۰ فی صد رہ جائے گا۔ لیکن پھر بھی کل دنیا کی پیداوار کے پانچویں حصے پر قابض ہونے کے باعث، امریکہ توقع رکھتا ہے کہ اگلی صدی میں بھی اس کی سب سے بڑی معاشی قوت کی حیثیت برقرار رہے گی۔

معیشت کے ساتھ ساتھ ثقافت اور تہذیب و تمدن کے میدان میں بھی وہ دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ لباس میں جینز، کھانوں میں میکڈونلڈ، پیزا ہٹ (Pizzahut)، مشروبات میں کوکا کولا، اور پیپسی اور فلمی دنیا میں بالی وڈ اور والٹ ڈزنی اسی عالمی غلبے کی علامتیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایٹمی اور خلائی استعداد پر اجارہ داری، حقوق کے باب میں چودھراہٹ اور ایک تازہ امریکی قانون کے تحت مذہبی تفریق کے الزام پر دنیا کے دوسرے ممالک پر معاشی پابندیاں لگانے کا اختیار اس کے مقام کو وسعت دیتا ہے۔ اسی طرح منشیات اور تشدد یا دہشت گردی کے نام پر دنیا کے دوسرے ممالک پر امریکی قوانین زبردستی نافذ کرنے کا زعم اور منصوبہ یہ سب چیزیں پوری دنیا پر ایک عالمی طاقت کی بالادستی کو بدستور قائم رکھنے کے منصوبوں کا حصہ ہیں۔

---

(۲) [فارن افیرز مئی۔ جون ۱۹۹۸ء ص ۳۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ امریکہ کے حکمرانوں کا ہدف، امریکہ کو واحد اور ناقابل چیلنج عالمی قوت کے طور پر برقرار رکھنا ہے۔ امریکہ کے قومی سلامتی کے سابق مشیر اور جان ہاپکن یونی ورسٹی کے پروفیسر زبگینو بریزنسکی نے اپنی کتاب میں اسے بڑے کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے:

مختصر یہ کہ امریکہ کی پالیسی کا ہدف کسی معذرت کے بغیر دو طرفہ ہونا چاہیے۔ اول: امریکہ کی غالب حیثیت کو کم سے کم ایک نسل اور ترجیحاً اس سے بھی زیادہ کے لیے برقرار رکھنا۔ دوم: ایک ایسی جغرافیائی سیاسی صورت حال پیدا کرنا جو سیاسی واجتماعی تبدیلیوں کے دھچکوں اور تناؤ کو جذب کرے اور ساتھ ہی دنیا کے پُر امن انتظام کے لیے مشترکہ ذمہ داری کی جغرافیائی سیاسی بنیاد بن جائے۔ (۳)

اس سلسلے میں پروفیسر بریزنسکی، عسکری اور معاشی قوت کے ساتھ مخصوص نظریاتی اہداف کی حامل این جی اوز اور ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے عالمی جال اور ہالی ووڈ کلچر کی عالمی یلغار کو بے حد ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا سے کوئی مقابلے کی قوت نہ ابھرنے پائے یعنی:

یہ لازمی ہے کہ یورپ اور ایشیا سے اب کوئی چیلنج سامنے نہ آئے جو یورپ اور ایشیا پر غلبہ حاصل کرنے، اور اس طرح امریکہ کو چیلنج کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۴)

تب ہی اس ہدف کا حصول ممکن ہو سکے گا جسے اس ساری تگ و دو کا حاصل اور اس کتاب میں ٹیپ کا بند کہا جا سکتا ہے:

اس لحاظ سے مکمل کامیابی، واحد اور اول و آخر حقیقی عالمی قوت ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے کردار کا قرار واقعی اظہار ہوگا۔ (۵)

---

(۳)[بریزنسکی The grand chessboard ۱۹۹۷، ص ۲۱۵]

(۴)[بریزنسکی، ایضاً، xiv] (۵)[بریزنسکی، ایضاً ص ۲۱۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو ہیں امریکی قیادت کے عزائم۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت دنیا کو جو چیلنج درپیش ہیں کیا فی الحقیقت اس حکمت عملی سے ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟

گزشتہ بارہ برسوں میں ''منڈی کی معیشت'' کی ایسی کمزوریاں ایک بار پھر کھل کر سامنے آ گئی ہیں، جو سوچنے سمجھنے والے دماغوں کو مضطرب کیے ہوئے ہیں۔ وہ کسی ایسے نظام کی تلاش میں سرگرداں ہیں، جو منڈی کی معیشت کے مثبت پہلوؤں کی حفاظت کرتے ہوئے اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے مسائل یعنی بڑھتی ہوئی معاشی ناہمواریوں ،علاقائی اور عالمی امیروں کا امیر تر اور غریبوں کا غریب تر ہوتے چلے جانے اور مالیاتی عدم استحکام کے تدارک کی راہیں سجھا سکے۔

نیو ورلڈ آرڈر۔ دعوے اور حقائق......

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں نئے نظام کی آرزو، جستجو، تلاش اور جدوجہد اُن افراد، گروہوں، طبقات یا قوموں نے کی ہے جو مروجہ نظام کے ستم زدہ ہوتے ہیں اور ظلم کی جس چکی میں وہ پس رہے ہوتے ہیں، اُس سے نجات پانے کے لیے نئی راہوں اور نئی منزلوں کی دریافت کے لیے سرگرداں ہو جاتے ہیں۔

اس کی حالیہ مثال وہ جدوجہد ہے جو چند ہی سال پہلے تیسری دنیا کی اقوام نے ''نئے عالمی معاشی نظام'' کی آواز اٹھا کر کی تھی ،اور جس کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس ۱۹۷۴ء میں بلایا گیا، پھر کئی سالوں تک اقوام متحدہ اور دنیا کے ہر دوسرے قومی اور بین الاقوامی فورم پر اس کی بازگشت سنائی دی۔ لیکن وقت کی حکمران اور قابض قوموں نے جن میں امریکہ سب سے پیش پیش تھا، نہ صرف یہ کہ اس آواز پر کان نہ دھرے بلکہ اسے خاموش کرنے کے لیے کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا اور بالآخر یہ آواز صدا بصحرا بن کر رہ گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیا عالمی نظام

اس پس منظر میں کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ اب خود امریکہ اور اس کے صدر جارج بش سینئر (۱۹۸۹ء۔۹۳) نے ''نئے عالمی نظام'' (New world order) کی بات کی ہے۔ صرف بات ہی نہیں کی، بلکہ اس کے لیے زبان، قلم، تلوار اور ترغیب و ترہیب کا ہر حربہ استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل نظر مجوزہ نظام کو ایک بڑے سوالیہ نشان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ برطانوی اخبار گارڈین نے نئے نظام کے بارے میں دنیا کے چوٹی کے سات مفکرین کے تجزیے کو جس عنوان سے پیش کیا ہے، وہ یہی سوالیہ نشان ہے۔ (۲)

اگرچہ مغرب کے اہل نظر اس نظام کو صرف ایک سوالیہ نشان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں، لیکن تیسری دنیا اور خصوصیت سے عالم اسلام اور شرق اوسط کے اہل دانش و بینش صرف ایک سوالیہ نشان ہی نہیں دیکھ رہے، بلکہ ان کو افق پر وہ خونی آندھیاں بھی صاف نظر آرہی ہیں جو اس 'عالمی نظام' کے جلو میں ان کی طرف پیش قدمی کر رہی ہیں۔ چین کے وزیر خارجہ کیون کی چن نے ۱۹۔ اپریل ۱۹۹۱ء کو صاف لفظوں میں کہا: ''یہ خیال بھی اپنے اندر پُر ہول خطرات کا ایک طوفان رکھتا ہے کہ اب دنیا میں صرف ایک سپر پاور ہوگی جو پوری دنیا پر چھا جائے گی۔''

---

(۲) New world order A گارڈین اسٹڈیز، جلد اول، اپریل ۱۹۹۱ء گارڈین کا منیجر ایڈمن ایلین روس بریجز اپنے ابتدائیہ میں لکھتا ہے:

A question mark was judicioudly placed at the end of the title. ''اس عنوان کے اختتام پر پوری دیانت کے ساتھ ایک سوالیہ نشان کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔'' یہ تو حالیہ تاریخ کی بات ہے۔ بالکل اس سے ملتی ہوئی بات مولانا مودودیؒ نے ۱۹۴۲ء میں لکھی تھی: ''آج ہم نئے نظام، نیو ورلڈ آرڈر کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں، لیکن یہ بات ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آخر کار فتنہ بنا کر چھوڑا، وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوں تو وہ نیا نظام ہوا کب؟ (ترجمان القرآن، اپریل ۱۹۴۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم دنیا سے آواز....

اس سلسلے میں پاکستان کے صدر جناب غلام اسحاق خان (۱۹۸۸ء۔۹۳) اور ایران کے رہبر جناب آیت اللہ خامنہ ای کا مشترکہ اعلامیہ، آج بھی امت مسلمہ کے دل کی آواز ہے، جس میں انہوں نے کہا:

مسلم ممالک آج کی دنیا اور نیوورلڈ آرڈر کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے متحد ہو جائیں ،تاکہ نئے عالمی نظام میں ان کے مفادات کا احترام کیا جاسکے۔ مسلم ممالک باہم تعاون کریں ،تاکہ نیا عالمی نظام ان پر مسلط کیا جاسکے۔(وقت کی ضرورت ہے کہ) مسلم ممالک باہمی تعاون کے ذریعے ایک منصفانہ عالمی نظام کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں(۷)۔

پاکستان اور ایران دنیا کے وہ دو مسلمان ملک ہیں جنھوں نے اپنا تشخص ''اسلامی جمہوریہ'' کے دستوری نام کے ذریعے ظاہر کیا ہے۔ان دونوں ملکوں کی ان قائدین کا یہ انتباہ وقت کی پکار ہے۔لیکن یہ بھی ایک ستم ظریفی ہے کہ صدر پاکستان کے اس دورہ کے اس اہم ترین اعلان کا پاکستان میں قومی سطح پر یا خود عالم سطح پر کوئی نوٹس ہی نہیں لیا گیا۔حالانکہ پاکستان اور امت مسلمہ کے مستقبل کے نقطہء نظر سے سب سے اہم سوال ہے ہی یہ کہ: اس وقت مغربی اقوام،دنیا کا کیسا نقشہ بنانے میں مصروف ہیں اور اس میں پاکستان، اسلامی احیا اور امت مسلمہ کے لیے کیا خطرات پوشیدہ ہیں؟ عالمی سیاست کے ایوانوں میں مستقبل کے لیے کیا سوچ و بچار اور منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں؟ ان سوالات کو نظر انداز کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔ان کے بارے میں امت کو بروقت متنبہ کرنا دراصل ان خطرات کے مقابلے کے لیے امت کو تیار کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

ورلڈ آرڈر بطور نظریہ!

واشنگٹن پوسٹ کا نامہ،ڈان اوبرڈورفر (Dan orberdorter) رقم طراز ہے:

(۷)[روزنامہ جنگ کراچی،۱۵ ستمبر۱۹۹۱ء The news ۱۶ ستمبر۱۹۹۱ء]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔اگست (۱۹۹۰ء) کو صدر بش اور ان کے قومی سلامتی کے مشیر برینٹ سکو کرافٹ ،چھٹیاں گزارنے کے صدارتی مسکن کے قریب بحر اٹلانٹک میں حالات حاضرہ پر غور و فکر اور مچھلی کے شکار کے لیے گئے ۔صدر امریکہ سے چار گھنٹے کی ملاقات کے بعد وہ واپس آئے ۔اس سفر اور ملاقات کا حاصل تین مچھلیاں اور امریکی خارجہ پالیسی کا ایک نیا تصور تھا، جو بعد کے دنوں میں صدر بش کی تمام تر گرم گفتاری کا مرکز و محور بن گیا یعنی ''نیا عالمی نظام'' (نیو ورلڈ آرڈر)(۸)

پھر چند ہی ہفتوں کے اندر نئے ''عالمی نظام'' کے نعرے نے امریکہ کی نئی عالمی پالیسی کے مرکزی ستون کی حیثیت اختیار کر لی ۔امریکی کانگرس میں خطاب سے لے کر اقوام متحدہ میں خطاب تک ،صدر بش نے نئے عالمی نظام کا غلغلہ بلند کیا۔ڈان اوبرڈوفر کے بقول :اگست ۱۹۹۰ء سے مارچ ۱۹۹۱ء تک صدر بش نے اپنے بیانوں اور تقریروں میں بیالیس مرتبہ اس ''نئے عالمی نظام'' کی بات کو پورے زور شور سے پیش کیا اور اسے مستقبل کی پالیسی کی اساس قرار دیا۔اس سلسلے میں جو دعوے کیے گئے اور جن حسین الفاظ کا سہارا لیا گیا ،ان کی چند جھلکیاں صورت حال کو سمجھنے میں مددگار ہوں گی۔

۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء امریکی کانگرس سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر نے کہا:(۹)

ہم آج ایک منفرد اور غیر معمولی تاریخی لمحے کی دہلیز پر کھڑے ہیں ۔خلیج کا بحران بلاشبہ بہت خطرناک اور گھمبیر بحران ہے ،لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک نادر موقع بھی فراہم کر رہا ہے ،جس کے نتیجے میں عالمی طاقتوں کے درمیان تاریخی تعاون کا نیا دور شروع ہو جائے گا۔ان آفت زدہ ایام کے غبارہ سے ہمارا پانچواں مقصد بر آمد ہو سکتا ہے یعنی ایک

(۸)[واشنگٹن پوسٹ ۲۶ مئی ۱۹۹۱ء]

(۹)[امریکی کانگریس کے سامنے صدر بش کی تقریر ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء بحوالہ مجلہ survival انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار اسٹرے ٹیجک اسٹڈیز ،لندن ،مئی رجون ۱۹۹۱ء (ص ۱۹۵)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیا عالمی نظام، ایک ایسا نیا دور جو طاقت کے استعمال کے خطرات سے پاک ہو، جو انصاف کے قیام کے لیے قوی اور توانا ہو اور جس میں امن وسلامتی کا حصول زیادہ ممکن ہو۔

ورلڈ آرڈر اور عزائم

صدر بش نے ٦ مارچ ١٩٩١ء خلیج کی جنگ میں (عراق پر اپنے فضائی حملوں کی) کامیابی کے فوراً بعد دعویٰ کیا:

''اب ہم ایک نئی دنیا کو اپنی آنکھوں کے سامنے ابھرتا دیکھ رہے ہیں۔'' بش صاحب نے اپنے اس نئے نظام کے خدوخال پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید کہا:

''نئے عالمی نظام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم اپنی قومی حاکمیت (National sovereignty) سے دست کش ہو جائیں یا اپنے قومی مفادات کو بھول جائیں۔ یہ عالمی نظام دراصل صورت گری کرتا اس ذمہ داری کی جو (خلیجی جنگ میں) اس کامیابی نے ہم پر عائد کی ہے۔ جارحیت (agression) کو روکنے اور استحکام، خوش حالی اور امن وآشتی کے حصول کے لیے دوسری اقوام سے تعاون کی نئی راہیں نکالنے سے یہ نظام عبارت ہے۔ یہ ما حصل ہے اس امید کا جو بڑی اور چھوٹی اقوام کے درمیان ایک مشترک عزم پیدا کر رہی ہے۔ اس کی منزل ایک ایسی دنیا ہے جہاں تنازعات کا حل پرامن ذرائع سے ہو، جہاں جارحیت کا مقابلہ سب متحد ہو کر کریں، جس میں اسلحے کے ذخیروں کو قابو کیا جا سکے اور جس میں تمام انسانوں کے ساتھ انصاف کا سلوک ہو سکے'' (١٠)

ان حسین لفظوں اور دل پسند دعووں کیساتھ اس نئے عالمی نظام کی سب سے بڑی خصوصیت بھی امریکی حکمرانوں کی زبانوں پر آ گئی ہے کہ اب صرف امریکہ دنیا کی واحد ''سپر پاور'' ہے۔ خلیج کی جنگ میں عراق کے خلاف یک طرفہ طور پر ''فتح'' پا کر ویت نام

(١٠) لورنس فریڈ مین کا مضمون The gulf and the new world order مجلہ Survival لندن، مئی، جون، ص ٦، ١٩٥۔]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ڈراؤنے خواب (Vietnam syndrome) سے نجات پا چکی ہے اور آنے والے دور کا نام اب ''امریکہ کی صدی'' (American centuiry) کہلائے گا۔ صدر بش نے ٹائم میگزین کے نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے جو الفاظ کہے تھے بڑے اہم تھے:

نامہ نگار: آپ نے نئے عالمی نظام کا ذکر کیا ہے دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مفہوم نہیں کہ امریکہ دنیا کا پولیس مین بن کر رہے گا؟

صدر بش: موجودہ عالمی تناظر میں صاف بات یہ ہے کہ جب دنیا کو محفوظ جگہ بنانے کی بات ہو تو پھر امریکہ کے شانوں پر ایک غیر مساوی ذمہ داری (disproportionate responsibility) عائد ہوتی ہے۔ تاہم میں امریکہ کے اس کردار کو عالمی پولیس مین کا کردار نہیں کہوں گا، اس لیے کہ ایسے حالات بھی ہو سکتے ہیں جن میں ہم کوئی کردار ادا نہ کریں یا کرنا نہ چاہیں۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کی سلامتی اور آزادی کے باب میں ہماری ذمہ داری سب سے زیادہ ہے(۱۱)

اس ''فکر اور فلسفہ'' کا ترجمہ اگر سادہ زبان میں کیا جائے تو مذکورہ دعوے کا مطلب ،اس کے سوا کچھ نہیں کہ امریکہ اپنے تصور کے مطابق عالمی نظام کے ایک ایسے کوتوال کی حیثیت رکھتا ہے ، جو دنیا کو ایک منصفانہ عالمی نظام کی طرف نہیں بلکہ ''امریکی عالمی نظام'' (Pax Americana) کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اس مجوزہ نظام کا یہی وہ مفہوم ہے جو کھلے یا دبے لفظوں میں، دوست اور مخالف دونوں ہی لینے پر مجبور ہیں۔

یہ بات کہ مجوزہ نئے نظام کا اصل ہدف ایک ''امریکی نظام'' کا قیام ہے، محض کوئی مایوسی پر مبنی مفروضہ تصوراتی خاکہ (flight of imagination) نہیں ہے۔ ہوا کے رخ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس صدی کے اہم واقعات اور رجحانات پر نظر رکھی جائے، پھر حال اور مستقبل کی نقشہ بندی کو ماضی کے تناظر میں ٹھیک سمجھا جائے۔ برطانیہ کی عالمی بالادستی

(۱۱) [ٹائم، ۷ جنوری ۱۹۹۰ء]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Pax britanica) کا عملی خاتمہ تو دوسری عالمی جنگ [۱۲][۳۹۔۱۹۴۵ء] کے ذریعے ہوا۔لیکن اس امکانی تبدیلی کا آغاز ۱۸۹۸ء میں ہی ہو گیا تھا، جب امریکہ نے ہسپانوی افواج کو شکست دی اور جنوبی امریکہ کو بلا شرکت غیرے امریکہ کے حلقہ اثر (area of influence) کر گرفت میں لینا شروع کیا اس طرح امریکہ علاقے کی بالاتر قوت اور دنیا کی ایک امکانی قوت کی حیثیت سے میدان مین اترا۔

ادھر جرمنی اور جاپان اپنے اپنے علاقے میں ابھر رہے تھے اور بالاخر پہلی عالمی جنگ [۱۳] [۱۸۔۱۹۱۴ء] کے ذریعے جرمنی نے برطانوی استعمار کے عالمی اقتدار کو چیلنج کر دیا۔اتحادی قوتوں کے تعاون سے برطانیہ اور امریکہ نے پہلی جنگ تو جیت لی، لیکن برطانیہ کا عالمی طاقت کی حیثیت سے زوال شروع ہو گیا جو بالآخر دوسری عالمی جنگ مین اپنے فطری انجام کو پہنچا۔جرمنی اور جاپان نے دو عشروں کے قلیل عرصے میں بالا دست طاقتوں کو پھر چیلنج کیا۔اس بار برطانیہ، امریکہ، روس اور فرانس نے مل کر ان نئے دعوے داروں کو قابو کیا۔

سرد جنگ کا خاتمہ

البتہ دوسری جنگ عظیم کے بعد نقشہ بالکل بدل گیا۔جرمنی اور جاپان کو مکمل طور پر غیر مسلح کر دیا گیا۔جاپان کو اقوام متحدہ کے چارٹر میں ایک دشمن ملک قرار دیا گیا۔برطانیہ ایک بوڑھے پہلوان کی طرح عالمی رول سے ریٹائرڈ ہو گیا اور امریکہ اور اشتراکی روس نئی عالمی قوتوں کی حیثیت سے میدان مین رہ گئے۔البتہ ۱۹۴۵ء میں جاپان پر ایٹم بم استعمال کر کے امریکہ نے برتری قائم کی۔جب کہ روس نے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۹ء تک مشرقی یورپ کو اپنے

---

(۱۲) [اس جنگ میں: برطانیہ، فرانس، (اشتراکی) روس، اور امریکہ کے اتحادیوں نے: جرمنی، جاپان اور اٹلی کو شکست دی]۔

(۱۳) [اس جنگ میں: برطانیہ فرانس، [زارشاہی] روس اور امریکہ اتحادی تھے، جنھوں نے مل کر: جرمنی آسٹریا، ہنگری، بلغاریہ اور [عثمانی] ترکی کو شکست دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیمونسٹ حلقۂ اثر میں لا کر اور پھر ۱۹۴۹ء میں ایٹمی طاقت بن کر عالمی سیاسی شطرنج کی نئی بساط بچھادی۔اس طرح دوسری جنگ عظیم کے زمانے کے حلیف بہت جلد حریف بن گئے ۔یوں دنیا دو عالمی طاقتوں کے درمیان تناؤ، کش مکش، مسابقت اور بالآخر سرد جنگ کے دور میں داخل ہوگئی۔

عالمی رسہ کشی کی اس نصف صدی میں امریکہ اور روس دونوں ہی دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کرتے رہے۔یہ کشمکش زندگی کے تقریبا ہر میدان مین ہوئی ۔نظریہ سیاست، معیشت، عسکری قوت، سائنس اور ٹکنالوجی حتی کہ ادب اور ثقافت ،ہر میدان مین یہ جنگ لڑی گئی۔دونوں عالمی طاقتوں نے صرف اپنے اصل وسائل سے بڑھ کر بوجھ اٹھایا۔جس کے نتیجہ میں زندگی کے ہر شعبہ میں ترجیحات خلط ملط ہوگئیں۔قومی دولت کا بڑا حصہ بلاواسطہ جنگ کا سازوسامان تیار کرنے کی نذر ہونے لگا۔ایک طرف جنگ کے آلات نے اتنی ترقی کی کہ دونوں بڑی طاقتوں نے صرف جوہری ہتھیاروں کے اتنے انبار لگا لیے کہ کسی ایک کا اسلحہ تمام دنیا کو پچیس بار تباہ کرنے کے لیے کافی تھا۔دوسری طرف یہ ہوا کہ ان دونوں کی عام آبادیوں کے لیے خوراک، رہائش اور علاج کی بنیادی سہولتیں کم سے کم ضروری حد سے بھی فروتر ہوگئیں۔

سرد جنگ کے اس دور میں علاقائی جنگیں اور علامتی مقابلے(Proxy wars)تو بہت سے ہوئے اور ان میں لاکھوں بے گناہ انسان لقمہ اجل بنے [۱۴] اور عملا خود جنگ اتنی تباہ کن چیز بن گئی کہ بالآخر سرد جنگ کا خاتمہ اندرونی اسباب کی بنا پر اشتراکی زوال سے ہوا۔اس میں جہاد افغانستان وہ آخری ضرب ثابت ہوا جس کے بعد اشتراکی روس سنبھل نہ سکا۔

---

(۱۴)[سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن نے ان جنگوں کی تعداد ۱۲۰ اور ان میں مرنے والوں کی تعداد ۱۸ ملین یعنی ایک کروڑ اسی لاکھ بتائی ہے۔Victory War ۱۹۹۹ لندن، ص ۱۲۱۔]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرد جنگ میں خارجہ تعلقات

سرد جنگ کے دور میں امریکی خارجہ پالیسی کی بنیادیں مندرجہ ذیل نکات پر مبنی رہیں:

ا۔ایشیا اور یورپ پر روس کی بالا دستی کے قیام کو روکنا اور اسے ان سرحدوں میں محدود کر دینا جہاں وہ دوسری جنگ عظیم کے بعد قابض تھا۔اس کی بنیاد عالمی سیاست کا وہ مشہور اصول ہے جسے تحدید کی حکمت عملی (srtategy of containment) کہا جاتا ہے اور جس کا اصل مصنف امریکی سیاست کا جارج ایف کینن (George Kannen.F تھا۔)اس کی حکمت عملی کو بروئے کار لانے کے لیے روس کے گرد سیاسی ،معاشی اور فوجی بلاکوں اور معاہدات کا ایک ایسا جال پھیلایا گیا،جس کے نتیجے میں وہ اپنی سرحدوں میں محصور ہو کر رہ جائے اور اس کی پیش قدمی رک جائے۔

۲۔امریکی عالمی سیاست کا دوسرا اصول مقابلے کی ایسی قوت کا حصول اور جنگ کو اتنا تباہ کن اور مہنگا بنا دینے کی حکمت عملی تھی ،جس کے نتیجے میں ناممکن ہو جائے یا مخالف کی تباہی یقینی بنائی جا سکے۔

اسے سد جارحیت (deterrance) حکمت عملی کہتے ہیں ۔اس مقصد کے حصول کے لیے فوجی قوت کو بے محابا ترقی دی گئی ۔۱۹۷۳ءاور ۱۹۸۷ء کے درمیان فوجی ساز وسامان میں ۷۰۰فی صد کا اضافہ ہوا۔جوہری ہتھیاروں کے انبار لگا دیے گئے ۔بین البراعظمی میزائل (Intercontinental Ballistic Missiles) تیار کیے گئے ،ہوائی اور بحری قوت کو آخری حدوں تک ترقی دی گئی ،یورپ اور ایشیا میں ایسے فوجی اڈے قائم کیے گئے ،جن سے بہت کم وقت میں اور بڑی سرعت کے ساتھ مخالف قوتوں پر حملہ کیا جا سکے ۔پھر اس امر کی کاوش کی گئی کی تحقیق ور تجربے کے ذریعے اسلحہ کے نظام میں تکنیکی فوقیت ہر پہلو سے امریکی اسلحہ کی بالا دستی قائم رہے۔اس صلاحیت میں برتری کا مظاہرہ روس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف تو نہ ہو سکا، لیکن ۱۹۹۱ء کے اوائل میں خلیج کی جنگ میں عراق کے روسی اسلحہ کے مقابلے میں امریکی اسلحہ نے اپنی فنی بالادستی کے کچھ مظاہرے دنیا کو ضرور دکھا دیے۔

۱۹۴۵ء میں دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر معاہدہ یالٹا مین، جنگ کے بعد کی دنیا کا جو نقشہ بنایا گیا تھا، وہ چند ہی برسوں میں درہم برہم ہو گیا۔ ۱۹۴۹ء میں معاہدہ شمالی اوقیانوس (Nato) کے قیام اور روس کے جوہری طاقت بن جانے سے سرد جنگ کا دور آ گیا۔

۱۹۸۹ء بھی ۱۹۴۵ء ہی کی طرح اہم سال ہے کہ اس سال افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا اعلان اور روس کے چنگل سے مشرقی یورپ کے نکلنے سے سرد جنگ کے دور کے اختتام کا اعلان ہوا۔ اگست ۱۹۹۰ء میں کویت پر عراق کی جارحیت ہوئی۔ اس کے جواب میں امریکہ کی قیادت مین روس نے تعاون کیا، جس سے جنوری، فروری ۱۹۹۱ء کی خلیج جنگ نے نئے عالمی سیاسی دور کے خدوخال نمایاں کیے، پھر اگست ۱۹۹۱ء میں نمایاں کر دیا(۱۵)

۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۱ء تک کے فیصلہ کن زمانے میں امریکہ نے اپنے تصور کے مطابق نئے عالمی نظام کا نقشہ بنایا ہے اور خلیج کی جنگ سے اس میں رنگ بھرا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کے اہداف

الفاظ جو بھی استعمال کیے جائیں حقیقت یہ ہے کہ اس نئے عالمی نظام کے خالقوں کے مطابق اس کی بنیادی خدوخال حسب ذیل ہیں:

ا۔ امریکہ دنیا کی واحد عالمی قوت ہے۔ دنیا کے تمام ملکوں کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ امریکہ سے اور خود آپس میں تعلقات استوار کرنے میں اسے بنیاد بنانا ہوگا۔

---

(۱۵)[اشتراکی روس کے آخری حکمران میخائیل گوربا کی نرم پالیسیوں کے خلاف سرخ فوج اور کیمونسٹ پارٹی کے سخت گیر عناصر نے اگست ۱۹۹۱ء میں بغاوت کر دی۔ لیکن اشتراکیت سے بیزار عوام کی تائید نہ ملنے پر مذکورہ بغاوت اس طرح ختم ہوئی کہ اس ناکامی کے صرف چار ماہ بعد اشتراکی روس بکھر گیا۔]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔روس میں اشتراکیت کی پسپائی اور روسی ایمپائر کا تتر بتر ہونا صرف اشتراکیت کی شکست ہی نہیں بلکہ مغربی لبرلزم ،سرمایہ داری ،جمہوری طرز حکومت اور منڈی کی معیشت کے تصور کی فتح ہے۔جس طرح امریکہ دنیا کی واحد عالمی طاقت ہے اسی طرح مغربی لبرلزم اور سرمایہ داری اب دنیا کا غالب سیاسی اور معاشی نظام بھی ہے ۔اس سلسلے میں امریکی حکومت کے ایک مشیر فرانس فاکویاما کا دعوی ہے کہ اب ''تاریخ اپنی انتہا'' کو پہنچ گئی ہے اور مغربی نظام کو فیصلہ کن بالادستی حاصل ہوگئی ہے (۱۶)۔اس میں امریکہ اپنی عالمی حیثیت رکھتا قائم رکھے۔

۳۔سرد جنگ کے دورِ تحدید (containmint) کے مقابلے میں نئے نظام میں اجتماعی سلامتی (Collictive Security) کا انتظام کیا جائے جس کی قیادت امریکہ کرے گا۔البتہ اس کو عالمی ادارہ اقوام متحدہ کی چھتری حاصل ہوگی۔اجتماعی سلامتی کے اس نظام کے معنی یہ ہوں گے کہ جہاں کہیں سلامتی کے لیے کوئی خطرہ [یعنی صرف اس کو خطرہ سمجھا جائے جسے امریکہ ''خطرہ'' قرار دے] رونما ہو اس کا تدارک کیا جائے۔

۴۔دنیا میں کہیں بھی اور خصوصا یورپ ،ایشیا اور افریقہ میں اب کسی ملک کو یہ موقع

---

(۱۶) فرانس فوکویاما (Francis Fukuyame) کا مضمون ''The End of history'' امریکہ کے رسالے The National Interest کی ۱۹۸۹ء موسم گرما کی اشاعت میں شائع ہوا۔اس کے بعد موصوف کا دوسرا مضمون ستمبر ۱۹۸۹ء میں ہونو لولو کے Sunday Star میں ''Are we Witnessing the End of History?'' کے نام سے شائع ہوا۔تیسرا مضمون مشہور امریکی رسالے Fortune (جنوری ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا اور اس کا عنوان ''Are we at the End of History?'' تھا۔ان مضامین کا مرکزی خیال یہ ہے کہ بیسوی صدی، جواب اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے ،معاشی اور سیاسی لبرلزم کی ایسی فتح پر منتج ہوئی ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔نیز یہ کہ ''ہم اب غالبا انسانیت کے نظریہ ارتقا کی آخری بلندیوں کا نظارہ کر رہے ہیں اور تاریخ کا یہ خزانہ عبارت ہے مغرب کی لبرل جمہوریت سے جو انسانیت لیے حکمرانی کا آخری نظام ہے۔'']

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ملنا چاہئے کہ وہ ایک عالمی قوت کی حیثیت سے ابھر سکے۔ علاقائی توازن کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ جہاں کہیں علاقائی توازن کو خطرہ ہوگا یعنی علاقے میں جن قوتوں کو بالادستی حاصل ہے (جیسے شرق اوسط میں اسرائیل) ان کی حیثیت کو تبدیل ہونے سے بچایا جائے گا۔ شرق اوسط میں اسرائیل کا تحفظ اور پورے علاقے پر اس کی بالادستی اس نئے نظام کا ایک لازمی حصہ ہے۔

۵۔ امریکہ کے عالمی مفادات کا تحفظ، جس میں سرفہرست تیل کی رسد، قیمت اور ماخذ پر کنٹرول ہے، خواہ یہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔ اس طرح امریکہ کے دوسرے مفادات کی دیکھ بھال، جن میں عالمی منڈیوں تک امریکی مصنوعات کی رسائی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

۶۔ اسلحہ کی تیاری، تحقیق اور ترقی کے نظام پر کنٹرول جس کے نتیجے میں دنیا میں ایسے دوسرے ممالک یا مراکز وجود میں نہ آسکیں جو اسلحہ کے میدان میں امریکہ کی بالادستی کے لیے اب یا مستقبل میں خطرہ بن سکتے ہوں۔ اس سلسلے میں امریکہ کو نہیں البتہ دوسرے ملکوں کو جوہری، کیمیاوی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کے فروغ سے روکنا فوری اہمیت رکھتا ہے۔ اگر اس کام کو معاہدات اور عالمی نگرانی کے ذریعے انجام دیا جاسکے تو "فھو المراد" لیکن اگر ضرورت پڑے تو قوت کا استعمال کرکے بھی اسلحہ کے اس پھیلاؤ کو روکنا مجوزہ عالمی نظام کے اہداف میں سے ایک ہیں۔

۷۔ روس، جرمنی، جاپان، برطانیہ اور فرانس کو بڑی طاقت تو ماننا، البتہ انھیں عالمی طاقتوں کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنا۔ اس امریکی کوشش کہ ان میں سے کوئی بھی ملک مستقبل میں عالمی طاقت نہ بن سکے۔ اس ضمن میں روس کو معاشی طور پر اپنے زیر اثر لانا، جرمنی اور جاپان کی معاشی قوت اور مسابقت کی طاقت کو عالمی شراکت کے کسی نظام کے تابع کرکے حریف عالمی قوت بننے سے روکنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیوورلڈ آرڈر کی ترجیحات

یہ وہ بنیادی اہداف ہیں جو امریکہ کے نئے عالمی نظام کے حدود اربعہ کی نشان دہی کرتے ہیں۔ انھی اہداف کے نتیجے کے طور پر عالمی سیاست میں امریکہ کی ترجیحات بدل چکی ہیں:

۱۔ روسی چیلنج کے خاتمے سے چونکہ اب افغانستان کی وہ پہلے جیسی اہمیت نہیں رہی، اس لیے پاکستان کی جیواسٹرے ٹیجک اہمیت میں بھی فرق آیا۔ تاہم، جب بھی ضرورت پڑی تو امریکہ ان دونوں ممالک کے سابقہ تعلقات کی تاریخ دہرا کر ضرور مطلوبہ منافع حاصل کرے گا۔

۲۔ روس اب مخالف نہیں حلیف قوت ہے، اس لیے وسط ایشیا میں کسی ایسی قوت کا ابھرنا جو روس کے لیے خطرہ بن سکتی ہو مغرب کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔

۳۔ اسرائیل کی بالادستی کے لیے ضروری ہے کہ فلسطین کے مسئلہ کو تحلیل کر دیا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہاں پر ''اسلامی بنیاد پرستوں'' کو قابو میں لایا جائے گا یا کچل دیا جائے۔ دوسری طرف اسرائیل کو اس کے سارے ہمسایہ عرب ممالک سے کیمپ ڈیوڈ طرز کے معاہدات میں جوڑ دیا جائے۔ سب سے بڑھ کر ''کویت امریکہ دفاعی معاہدہ'' کے انداز پر علاقے کے دوسرے ممالک سے بھی دفاعی معاہدے کیے جائیں، تاکہ شرق اوسط میں امریکی فوج کے قیام، اسلحہ کے مستقل ذخیروں اور اڈوں کا یقینی بندوبست کیا جاسکے۔

۴۔ پوری دنیا مین احیائے اسلام کی تحریکوں کی مخالفت کی جائے اور امریکہ مخالفت کی بنیاد پر ان تحریکوں کو دبانے اور ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ بھارت کو جنوبی ایشیا میں ایک علاقائی قوت کی حیثیت سے تقویت دی جائے، تاکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان ،ایران ،افغانستان اور خود عرب دنیا کے تجارتی وفوجی اثرات کو محدود کیا جا سکے۔

۶۔اسرائیل اور بھارت کے درمیان گرم جوشی پر مبنی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔

نئی پالیسی کی یہ تمام شاخیں امریکی عالمی نظام (Pax Americana) کا لازمی حصہ ہیں۔انھیں نظر انداز کر کے پاکستان اور عالم اسلام جو حکمت عملی بھی بنائے گا وہ خطرات سے پر ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں جو تجزیہ کیا گیا ہے یہ کوئی نظری تجزیہ نہیں بلکہ حقائق اور مغربی اقوام ،خصوصیت سے امریکہ کے پالیسی سازوں کی سوچ کے دستاویزی ریکارڈ کا خلاصہ ہے۔ہم اپنے دعوے کی تائید کے لیے صرف چند اہم حوالے پیش کرتے ہیں تا کہ مسلمان پالیسی سازوں کو،حقائق جیسے کہ وہ ہیں،سمجھنے میں مدد ملے۔

سابق امریکی صدر کارٹر [۸۱۔۱۹۷۷ء] کے مشیر برائے قومی سلامتی پروفیسر زبگینو بریزنسکی نے خلیج کی جنگ اور نئے عالمی نظام کا جائزہ لیتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا ہے:

> [مشرق اوسط کے لیے] امریکہ کی فوجی چھتری ناگریز ہوگی۔بالآخر حالت جو بھی ہوں ،اس علاقے میں امریکہ کی فوجی موجودگی مستقل نوعیت کی ہوگی۔گمان غالب ہے کہ فوجوں کا مستقر کویت ہوگا یا سعودی عرب دونوں۔آخر یہ دونوں ملک ہمارے حاشیہ نشین (client regime) ملک ہی تو ہیں۔یہ بہت دولت مند ہی نہیں غیر محفوظ (Vulnerable) بھی ہیں۔فطری طور پر ان ملکوں کا سارا انحصار امریکہ پر ہے۔حالات کا تقاضا ہے اور امریکہ کے لیے ناگریز ہو گیا ہے کہ اس نظام کے قیام کے لیے جو منصفانہ ہو اور امن کا ضامن،زیادہ تیزی کے ساتھ متحرک ہو جائے(۱۷)

[(۱۷)زبگینو بریزنسکی کا انٹرویو،مطبوعہ لاس اینجلز ٹائمز، TheNews کیم مارچ ۱۹۹۱ء۔]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لندن آبزرور میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں بریزنسکی نے انھی باتوں کا اعادہ کیا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ،امریکی صدر ہیری ایس ٹرومین [۱۹۴۵ـ۵۳ء] نے یورپ کی تعمیر اور دنیا میں اپنے سیاسی معاہدوں کے بارے میں ،جس پرجوش تحرک کا مظاہرہ کیا تھا،امریکہ کو آج پھر اسی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے ،بریزنسکی کا مشورہ ہے:

آج اس پورے علاقے کی قسمت امریکہ کے ہاتھوں میں ہے، جسے اس سے پہلے کبھی اتنا اثر ورسوخ حاصل نہ تھا جو آج حاصل ہے۔اب امریکہ کی ذمہ داری ہے کہ علاقہ کے لوگوں کی مشکلات کے حل کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرے۔جغرافیائی اور سیاسی حوالے ہی سے نہیں بلکہ خود اخلاقی اسباب سے بھی ضروری ہے کہ امریکہ جس سرگرمی کا مظاہرہ کرے (وہ ۱۹۴۵ء کے فوراً بعد والی سرگرمی سے) سے کم نہ ہو۔ (۱۸)

امریکہ کے اسی خودساختہ عالمی رول کے بارے میں ایک اور دانش ور ایلیٹ اے کوہن نے لکھا ہے:

آج یہ نہ صرف امریکہ کے مفاد میں ہے بلکہ دوسرے ممالک کے مفاد میں بھی ہے کہ امریکہ شعوری طور پر طے کرے کہ اسے دنیا کی مضبوط ترین عسکری قوت کی حیثیت سے باقی رہنا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مستقبل میں اِس بالادستی کو اس سے کم وسائل (Cost) کے صرف سے قائم رکھا جاسکتا ہے، جو سرد جنگ [۱۹۴۹ـ۹۱ء] کے زمانے میں کرنا پڑتے تھے۔ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ امریکی عوام کو اس قومی مفاد کے بارے میں مطمئن کرنا آسان نہیں، لیکن یہ امریکی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اگر ہم ان کو مطمئن کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر اکیسویں صدی کے آغاز پر دنیا ایسی پرسکون اور محفوظ نہ ہوگی

[(۱۸) The Observer لندن، ۲۱ اپریل ۱۹۹۱ء]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسی ۱۹۹۰ء کے اس موسم خزاں میں ہے۔ (۱۹)

لندن کے اخبار گارڈین میں مقالہ نگار ڈیوڈ مارکوانڈ رقم طراز ہے:

جدید تاریخ کی پہلی جنگ (خلیج کی جنگ) جس کا طرۂ امتیاز اعلیٰ ٹکنالوجی کا استعمال تھا۔اس میں امریکی افواج نہ صرف اعلیٰ فوجی کارکردگی میں ممتاز تھیں بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی (امریکہ) پوری جنگ پر چھایا ہوا تھا۔امریکی قیادت میں جنگی اتحاد کے عرب ارکان امریکہ کے حاشیہ بردار تو تھے ہی ،خود برطانیہ بھی امریکہ کے پر جوش سپاہی کا کردار ادا کر رہا تھا۔آغاز میں بغاوت کے سارے نازک لمحات کے باوجود فرانس بھی ہمراہی ثابت ہوا،خواہ اس کا جوش وجذبہ کچھ کم ہی کیوں نہ تھا۔باقی یورپ اس کھیل سے تقریباً باہر رہا۔روس ایک پالیسی پر ضرور گامزن تھا مگر یہ پالیسی بے حد کمزور اور غیر موثر تھی ۔ہمیں اعتراف کر لینا چاہئے کہ سرد جنگ کے دور کا توازن قوت پارہ پارہ ہو چکا ہے اور اس کی جگہ کسی نئے توازن نے نہیں لی ہے۔بحالت موجودہ جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ جس نئے عالمی نظام کی دھوم ہے وہ صرف امریکی نظام (Pax American) ہی بنتا نظر آ رہا ہے۔ (۲۰)

امریکہ کی وزارت دفاع کے ایک سابق افسر اور جارج یونی ورسٹی میں پروفیسر ارل ریوی ٹال نے Foreign Policy میں اپنا تجزیہ بہ ایں الفاظ پیش کیا ہے: امریکہ اسٹرے ٹیجک خودمختاری کی راہ پر بڑے جارحانہ انداز میں گامزن ہو گیا ہے۔خلیج فارس میں فوج بندی امریکہ کی اس پرعزم انفرادیت پسندی اور خودنمائی (unilateralism) کے

---

19)Elwt A.Cohen The Future of Fore and AmericanStrategy
.TheNational Interest, Feb 1990 p.15

20)David Marquand New world Order of Pax American Guardian
reproduced by Dawn, Karachi,14 March 1991.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز کی علامت اور خود اس کے اس نئے مقام و مرتبہ کی مظہر ہے جو "دنیا کی واحد عالمی قوت" کے الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ شاید اسی کا نام نظریہ بش (Bush Doctrine) ہے ۔لیکن اس کی نوعیت اور حقیقی مقاصد ابھی پردہ اخفا میں ہیں (جو کچھ نظر آ رہا ہے اس کی بنیاد پر) کہا جا سکتا ہے کہ اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ اب امریکہ واحد عالمی قوت کی حیثیت سے اپنی عسکری قوت کو برقرار رکھنے پر مجبور ہے، تاکہ اسکے ذریعے اپنے عالمی اثرات کو مستحکم رکھ سکے۔اب امریکی حکمت عملی دوسرے علاقوں اور معاملات میں موثر مداخلت سے عبارت نظر آتی ہے۔تاکہ اس مداخلت کے ذریعہ ان تنازعات کو امریکہ کے مفاد کے مطابق طے کرایا جا سکے۔اس تناظر میں آئندہ امریکہ کے مفادات کی تعریف بھی خاصی وسعت برتی جائے گی۔(۲۱)

ایک اور امریکی مبصر، جان اوسولیوان جو محض ایک تجزیہ نگار نہیں، بلکہ خود بھی اس پالیسی کا داعی ہے، امریکی مجلہ نیشنل ریویو کے ایک مضمون میں امریکی حکمت عملی کے مختلف پہلو واضح کر کے اس طرح پردہ اٹھاتا ہے:

> بلاشبہ امریکہ واحد عالمی طاقت ہوگا جو آزادانہ طور پر اور صرف اپنی مرضی سے فوجی مداخلت کا فیصلہ کرے گا خواہ اس کا تعلق ایسی کولیشن ہی سے کیوں نہ ہو جو علاقے میں امن کو خطرات سے نمٹنے کے لیے کی جائے۔البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ امریکی اقدامات کو اقوام متحدہ کی سرپرستی حاصل ہو،خواہ اس کے لیے عالمی ادارہ کو کچھ ضمنی اثر و نفوذ (influnece at the margin) کا حق دینا پڑے۔صرف طاقت ہی سے طاقت کی کاٹ ممکن ہے اور جب مداخلت کرنی ہی پڑ جائے تو پھر اس کو بہت تیز رفتار اور سفاکانہ ہونا چاہئے۔اس اصول کے مطابق بروقت ایک زبردست گھونسا کافی ہوتا ہے۔خلیج میں

21)Earl C.Ravenal The Case for Adjustment.. Foreign Policy,Winter 1990,p,67

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ نے اس پالیسی پر عمل کیا ہے۔ یہ غلبہ اور پھیلاؤ کے امریکی اسلوب کا پیش خیمہ ہے جس کی بنیاد امریکہ کی عسکری بالادستی پر ہوگی۔ جس میں اسے سابقہ بڑی طاقتوں مثلاً برطانیہ اور فرانس کی تائید حاصل ہوگی اور جس میں جرمنی اور جاپان جیسے ملکوں کا سرمایہ اس کام آئے گا۔

اس سے آگے بڑی صفائی اور بڑی ڈھٹائی سے جان او سولیوبان لکھتا ہے:

اس نظام میں امریکہ کی حیثیت وہی ہوگی جو قرون وسطیٰ کے فیوڈل معاشروں میں بادشاہ کی ہوتی تھی یعنی اصل حاکم اعلیٰ (sole sovereign) جسے قوت کے استعمال کے لیے مکمل اختیار حاصل ہوتا تھا۔ البتہ جو دوسروں سے خاصی تعداد میں سپاہی اور سرمایہ حاصل کر سکتا ہو اور ان کے فراہم کرنے والوں کے خیالات و احساسات کا وہ کچھ پاس بھی کر لیتا ہو۔ رہا معاملہ پارلیمنٹ کا تو وہ اس سے اخلاقی تائید حاصل کرنے کے لیے نیم دلانہ معاملہ کرتا ہو اور جب چاہے اسے نظر انداز کر سکتا ہو۔ (۲۲)

اس تمثیل میں "بادشاہ" امریکہ ہے۔ "فیوڈل معاشروں" کی حیثیت کولیشن کے دوسرے ارکین کی ہے، جیسے برطانیہ، فرانس، جرمنی، جاپان اور شرق اوسط کے ممالک اور "پارلیمنٹ" کا کردار اقوام متحدہ ادا کرتی نظر آ رہی ہے۔ یہ ہے امریکہ کے نئے نظام کا اصل چہرہ۔

نیو ورلڈ آرڈر کا خاکہ:

بس ایک پہلو کا ذکر اور ہو جائے اور وہ یہ امریکی مفاد کو پیش آنے والے خطرات کا تعلق صرف عسکری خطرات اور معاشی ہی سے نہیں، بلکہ اس میں دوسرے ملکوں کا آزاد رویہ بھی ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ جس کی حیثیت ایک طرح سے بغاوت کی ہوگی۔

---

22 The News International, Weekend Magazine, August 1991]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس ذیل میں "مسلمانوں کی بنیاد پرستی" بھی آتی ہے جو اس نظام کے علم برداروں کی نگاہ میں مغربی تہذیب وتمدن کی نعمتوں کو ٹھکرا کر ایک "فرسودہ نظام" کے احیا کی "حماقت" کرنے کے مترادف ہے۔ اس طرح جب بھی کوئی ملک جوہری توانائی کے میدان میں اپنے پاؤں کھڑے ہونے کی کوشش کرے گا وہ باغی سمجھا جائے گا اور اس جرم میں گردن زدنی ہوگا۔ (۴۳)

امریکہ کے اس نئے نظام میں اسلام اور امت مسلمہ کا کیا مقام ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ سابق صدر رچرڈ نکسن [۱۹۶۹ء۔۷۴] نے "گورباچوف۔ ریگن ملاقات" (۱۹۸۵ء) کے موقع پر امریکی رسالے Foreign Affairs میں اپنے مضمون میں کہا تھا، روس اور امریکہ دونوں کو "اسلامی بنیاد پرستی" کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے تمام اختلافات کے باوجود باہم تعاون کرنا چاہیے۔ سابق صدر رونالڈ ریگن [۱۹۸۱ء۔۸۹] اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

> اگرچہ اہل اسلام میں آپس کے بے شمار اختلافات ہیں، لیکن اسلامی بنیاد پسندی نے اسرائیل دشمنی میں انھیں اس طرح سے یک جہت کر رکھا ہے۔ جس میں وہ اپنے سارے اختلافات بھول کر نہ صرف عرب بلکہ غیر عرب حتی کہ ایران اور افغانستان کے باشندے بھی اسرائیل کی تباہی پر کمربستہ ہیں۔ اسلامی بنیاد پرستی، جو آزاد خیال سیکولر حکومت کی دشمن ہے، اسلامی نظام کی علم بردار ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ کے نام پر کشت وخون تک سے گریز نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اسلامی بنیاد پسندی نے اپنے پیروکاروں کو یہ سکھا رکھا ہے کہ وہ مخالف قوتوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اگر مارے گئے تو شہید ہوں گے اور باغ عدن کے سارے دروازے ان پر کھلیں گے۔ انھی متعصب بنیاد پسندوں کے ہاتھوں

[(۴۳) سولیوبان لکھتا ہے "جب بھی کوئی ملک یا تیسری دنیا کا ملک جیسے عراق، پاکستان، علاوہ برازیل جوہری توانائی کی دوڑ میں شریک ہوجاتا ہے تو فطری طور پر امریکہ کی ناراضی مول لینے کا باعث ہوتا ہے۔"]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاستہائے متحدہ امریکہ، شرق اوسط میں اپنے دو عظیم وفاداروں اتحادیوں، شہنشاہ ایران اور انور سادات سے محروم ہوا۔ اگر اسلامی بنیاد پسندوں کو عروج نصیب ہو گیا تو دنیا صدیوں پرانی رجعت پسندی سے دوچار ہو جائے گی، بالخصوص اگر ایٹمی اور کیمیائی اسلحے ان مشتعل مزاج عناصر کے ہاتھ آ گئے اور اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا انھوں نے سیکھ لیا۔۔زندگی بھر میرا بہت ساری حقیقتوں پر ایمان رہا ہے لیکن اگر چہ یہ جرم ہے تو فخر کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں: یہ میرا ایمان کہ امریکہ پر اسرائیل کی بقا کو یقینی بنانا ایک لازمی امر ہے۔(۲۴)

اور اسرائیل کے دفاع کے لیے امریکہ کی حکمت عملی میں جس نئے عنصر کا اضافہ ہوا ہے وہ بھی ملحوظ رہے تو بہتر ہے۔ Foreign Policy کا ایڈیٹر چارلز ولیم مے نز خلیج کی جنگ پر لکھتا ہے کہ اس جنگ کے اصل اسباب چار تھے یعنی امریکہ اور مغربی اقوام کے لیے تیل کے حصول کو محفوظ کرنا، عالمی نظام کا قیام، امریکہ کی سلامتی اور اسرائیل کا تحفظ۔ وہ لکھتا ہے:

امریکہ اور اسرائیل کے تعلقات اب نئی گہرائیوں سے آشنا ہو رہے ہیں۔ خلیج کے اس بحران میں امریکہ کے مالی سرپرست (financier) سے بڑھ کر اب اسرائیل کا محافظ (Protector) بن گیا ہے۔ تاریخ میں پہلی بار اسرائیل اس امر کا بچشم سر مشاہدہ کر رہا ہے کہ اس کے ایک دوست ملک کی افواج اس کے ایک بہت بڑے دشمن کو قابو میں کرنے اور اس کی عسکری صلاحیت کو ختم کرنے کا کام انجام دے رہی ہیں۔(۲۵)

---

24 [Ronaid Regan An American Life,Chapter57.]

25) Charles William Maynes Dateline Washington:ANecessary War Foreign Policy No:82 Spring 1991,p176

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں ہارورڈ یونی ورسٹی کے پروفیسر سیموئیل پی ہنٹنگٹن کے مقالے کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے جو استعماری تصویر کو مکمل کرنے میں مدد دے گا:

رونما ہونے والی دنیا کے لیے شاید سب سے بہترین عنوان Uni.Multipolar World ہے یعنی جس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ وہ وحد ملک ہے جسے سپر پاور کہا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ چھ ملک ایسے ہیں جنھیں بڑی طاقتیں کہنا مناسب ہوگا۔ یعنی روس، جاپان، جرمنی، برطانیہ، فرانس۔ چین۔

اس دنیا میں امریکہ کے تین بڑے اسٹرے ٹیجک مفادات ہیں:

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سب سے بڑی عالمی طاقت کی حیثیت سے اپنی حیثیت کو باقی رکھے۔ اس کا یہ تقاضا ہے کہ آنے والے عشروں میں جاپان کے معاشی چیلنج کا بھی مقابلہ کیا جائے۔

یورپ اور ایشیا میں کسی بالاتر سیاسی یا فوجی قوت کو نہ ابھرنے دیا جائے، Hegemonic Power جو کی حامل ہو سکے۔

تیسری دنیا میں امریکہ کے حقیقی مفادات کا تحفظ اور اس میں اولیت خلیج فارس اور وسط امریکہ میں ریاست ہائے متحدہ کے مفادات کے تحفظ کو حاصل ہوگی۔ (۲۶)

امریکی عالمی نظام کی بنیادیں:

عالمی قوت کی حیثیت سے سوویت یونین کے منتشر ہونے کے بعد امریکہ نے جس نئے عالمی نظام کا خاکہ تیار کیا ہے اس کے چار اہم ستون ہیں۔ ان چاروں کا اصل مقصد یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں جب تک ممکن ہو امریکہ کو واحد سوپر پاور کی حیثیت حاصل رہے اور

---

26) Samuel P.Huntington American Changing Strategic Interests" Survival, London.Jan/Feb 1991p.and p.8

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی متبادل قوت وجود میں نہ آنے پائے۔ (۲۷)

اس فریم ورک میں دسیوں تحقیقی مقالات اور تھنک ٹینک کی رپورٹیں اور سیاست دانوں کی عملی کاروائیاں جن کے مطالعے اور تجزیے سے مستقبل کے نقشے کے دروبست صاف نظر آتے ہیں۔ یہ چار نکاتی فارمولا کچھ اس طرح ہے:

۱۔ عالم گیریت (Globalistion)

جس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس میں آزاد تجارت، سرمایہ کی آزاد حرکت اور ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے ذریعے عالمی معیشت پر مغربی اقوام اور خصوصیت سے امریکہ کے تسلط کو دائمی شکل دی جائے اس طرح دولت کی اس غیر مساویانہ تقسیم کو مستحکم کرلیا جائے جو سامراجی دور کی پیداوار ہے اور جس کے نتیجے میں مغربی اقوام (یورپ وامریکہ) جو ۱۸۰۰ء میں عالمی پیداوار کا صرف ۲۷ فیصد پیدا کر رہی تھیں ، ۱۹۱۸ء میں ان کا یہ حصہ بڑھ کر ۸۷ فیصد ہوگیا، جبکہ ان کی آبادی دنیا کی کل آبادی کا صرف ۱۸ فیصد ہے۔

اس نظام کو مستقل صورت اس وقت دی جاسکتی ہے جب دنیا کے دوسرے ممالک اپنی معیشت کو خود انحصاری کی بنیاد پر ترقی نہ دے سکیں، بلکہ اس عالمی نظام کا حصہ بن کر خام مال فراہم کرنے اور مصنوعات درآمد کرنے کا کام انجام دیں۔ اس طرح ترقی یافتہ ممالک کو نہ صرف یہ مسلسل بالادستی حاصل رہے بلکہ باقی دنیا ان کی محتاج رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ آزاد تجارت اور آزادی نقل وحرکت کے یہ علم بردار، انسانوں کی آزاد نقل وحرکت کے قائل نہیں اور انسانی آبادی کی حرکت اور نقل مکانی

[(۲۷) اس سلسلے میں جن مفکرین نے اس حکمت عملی کو فکری بنیادیں فراہم کی ہیں ان میں فرانسس کے فاکویاما کا TheEnd of History کا فلسفہ، سیمول پی ہن ٹنگٹن کا Clash of Civilisation کا نظریہ بریزنسکی کی The Grand Chessboard خصوصیت کی حامل ہیں۔]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(migration) پر کڑی پابندیاں رکھنی چاہتے ہیں، تاکہ مغربی اقوام کی بالادستی متاثر نہ ہو سکے۔ اگر آبادی کی کچھ حرکت ہو تو وہ بھی اس شکل میں کہ ترقی پذیر ممالک کے پڑھے لکھے اور دولت ثروت کے مالک افراد مغربی ممالک میں داخل ہو سکیں۔ مادی وسائل کے بہاؤ کے ساتھ اعلیٰ صلاحیت اور وسائل کا بہاؤ رہوتا رہے اور یہ ممالک ترقی یافتہ ممالک کی تقویت کا ذریعہ بنتے رہیں۔ اس سلسلے میں بنیادی معدنیات، توانائی کے سرچشموں خصوصیت سے تیل اور گیس پر مستقل قبضہ اوران تک رسائی کے راستوں میں حفاظت کی جائے۔

۲۔ جمہوریت:

اس نظام کا دوسرا استون سیاسی ہے یعنی انفرادی آزادی، جمہوریت، حقوق انسانی کا تحفظ اور مذہبی رواداری کی ترویج اور اس کے پردے میں ان ممالک میں ایسے نظاموں کا قیام عمل میں لایا جائے جن کو سیاسی جوڑ توڑ، مالی وسائل' معاشی مراعات اور ذرائع معلومات کے توسط سے فکری کنٹرول اور تہذیبی غلبے کے ذریعے بہ آسانی متاثر کیا جاسکتا ہے ۔جمہوریت کے ان علم برداروں کی جمہوریت کی تعبیر بڑی نرالی ہے۔ جمہوریت کے معنی تمام انسانوں کی مساوات نہیں اور نہ لوگوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے عقائد اقدار اور ترجیحات کی روشنی میں اپنا نظام زندگی طے کریں۔

جمہوریت کی تعبیر یہ ہے کہ مغربی جمہوریت کو اس طرح پروان چڑھایا جائے کہ یہ مملک مغرب کے رنگ میں رنگے جائیں اوران پر ایسی قیادتیں مسلط رہیں جو مغربی تہذیب کی دلدادہ اور مغربی مفادات کی محافظ ہوں ۔نیٹو (تنظیم معاہدہ شمالی اوقیانوس) کو اب وسعت دے کر یورپ کی ان اقوام کو بھی اس کے چنگل میں پھانسا جارہا ہے، جو اپنے الگ تہذیبی وجود رکھتی ہیں اور کل کسی متبادل نظام کے لیے زمین فراہم کرسکتی ہیں۔ ترکی میں جمہوری تماشے کے باوجود پورا ملک سیکولر فوجی قیادت کی گرفت میں رہے۔ الجزائر میں عوام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی آزاد مرضی سے اگر اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں تو ان کی پوری قیادت کو پابند طوق وسلاسل کیا جائے ، ملک میں سول وار کی کیفیت پیدا کر دی جائے اور یہ سب ''جمہوریت'' کے نام پر ہو۔ جمہوریت' تہذیبوں اور نظام زندگی کے تعدد کا ذریعہ نہ بنے ، بلکہ جمہوریت کے عنوان سے مغربی سیاسی اور معاشی ادارے پوری دنیا پر مسلط کیے جائیں اور ان کے ذریعے وہاں کی آبادیوں کو اپنے مقاصد کیلیے استعمال کیا جا سکے۔ جہاں کہیں حالات مغربی اقوام کی مرضی کے مطابق نہ ہوں وہاں، انسانی بنیادوں پر مداخلت کے نام پر فوج کشی تک کا حق اپنے پاس محفوظ رکھا جائے ۔ اس سلسلے میں کسی عالمی ادارے کی اجازت بھی ضروری نہیں بلکہ یہ سب امریکہ اور اس کے ہم نوا ممالک کے دائرہ اختیار میں رکھا جائے۔

جمہوریت کے یہ علم بردار کسی بالاتر قانون اور کسی غیر جانب دار اتھارٹی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ۔ اقوام متحدہ کو ایک غیر موثر ادارہ بنایا گیا ہے ۔ جنرل اسمبلی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور سکیورٹی کونسل جسے کاروائی کا اختیار ہے، اس مین پانچ طاقتوں کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔ اگر اس حق کی توسیع کی بات ہو رہی ہے تو وہ بھی کسی جمہوری اصول پر نہیں بلکہ اپنے ہی طائفے کے کچھ دوسرے ارکان کو مسلط کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور ورلڈ بنک جو اہم عالمی مالیاتی ادارے ہیں ان میں بھی انھیں مال دار ممالک کو اکثریت حاصل ہے اور ان کے اشارہ بردار کے بغیر وہ ذرا بھی جنبش نہیں کر سکتے ۔ جمہوریت کے ان علم برداروں کو اگر جمہوریت سے حقیقی دل چسپی ہے تو سب سے پہلے ان اداروں کو جمہوری رنگ میں رنگنے کی فکر کرتے لیکن اس کا دور دور پتہ نہیں۔ عالمی میڈیا انفارمیشن ٹکنالوجی کے ذرائع پر مغربی اقوام کا کنٹرول بھی اسی لبرل آرڈر کا حصہ ہے ۔ اس طرح عالم گیریت اور جمہوری آزاد روی (democratic liberalisation) اس نئے نظام کے ایک دوسرے کو مضبوط کرنے والے دو ستون ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ٹکنالوجی:

اس نظام کا تیسرا ستون ٹکنالوجی ہے ،خصوصیت سے نیوکلیر اور ہائی ٹیک (Hi-Tech) کمپیوٹر ٹکنالوجی پر مغربی اقوام کی جارہ اداری ہے ۔نئے دفاعی نظام کا بنیادی ستون امریکہ کی مستقل اور نا قابل چیلنج عسکری قوت کا استحکام اور اسے جہاں سے بھی کوئی خطرہ ہو (خواہ وہ کتنا ہی موہوم کیوں نہ ہو) اسے ختم کرنے کا حق ہے۔سد جارحیت (deterrance) کے معنی اس نظام میں یہ ہیں کہ'' امریکہ اور اس کے حواریوں کی قوت اور بالادستی کو چیلنج کرنے کو کوئی امکان نہ ہو۔ایٹمی عدم پھیلاؤ کا مقصد دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنا نہیں ۔مغرب کی نیوکلیر بالادستی کو دائمی بنانا اور ہر چیلنج کا راستہ روکنا ہے۔'' کیمیاوی اور گیس کے ہتھیاروں پر پابندی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔اس طرح میزائل کے نظام کو لگام دینے کا پروگرام بھی اس عسکری بالادستی کا تحفظ ہے۔

دہشت گردی (terrorism) کے باب میں جو محاذ کھولا گیا ہے،اس کا مقصد بھی دنیا میں ابھرنے والی ہر متبادل قوت کو ایک قسم کے سوچے سمجھے تشدد کا نشانہ بنانا ہے جو خود انسانیت کے خلاف ایک سنگین جرم ہے ۔کوئی صحیح العقل انسان دہشت گردی اور تشدد کی حمایت نہیں کرسکتا لیکن مظلوم اگر ظالم کے خلاف ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جائے یا محکوم اقوام اپنی آزادی کے لیے سیاسی جدوجہد کی راہیں مسدود ہونے کی صورت میں ظالم اور استعماری حکمرانوں کے خلاف جدوجہد کریں تو اسے دہشت گردی کیسے کہا جا سکتا ہے؟

اگر یہ دہشت گردی ہے تو دنیا کے موجودہ سیاسی نقشے کا ۸۰ فیصد ایسی ہی جدوجہد کے نتیجے میں صورت پذیر ہوا ہے اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔اس کی سب سے قریبی مثال مشرقی تیمور [انڈونیشیا] ہے جہاں ۲۰ سالہ عسکری جدوجہد کے بعد اقوام متحدہ زیر انتظام استصواب ہوا ہے۔یہ اور بات ہے کہ مشرقی تیمور اپنے تیل کے ممکنہ ذخائر کی وجہ سے مغربی اقوام کی توجہ کا مرکز بنا ہے اور ایک مسلمان ملک کو کمزور کر کے ایک عیسائی ریاست کا قیام اس کا نتیجہ ہے لیکن بات اصول کی ہے اور جس حق کے تحت اقوام متحدہ کے ۱۳۰ ممالک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد ہوئے ہیں اسے محض اس لیے دہشت گردی قرار نہیں دیا جاسکتا کہ کشمیر، کوسووا، چیچنیا، اور منڈاناؤ میں اس کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا۔

۴۔ سیاسی حصار بندی!:

اس حصار بندی کا اصل ہدف اب چین اور عالم اسلام اور خصوصیت سے عالم اسلام کے وہ ممالک ہیں جو کچھ بھی آزادی اختیار کر سکتے ہیں اور جن میں اسلامی تحریکات ایک غالب قوت بن سکتی ہیں۔ اولیں ہدف چین کے ساتھ ایران، افغانستان اور پاکستان ہیں۔ ترکی کو یورپی یونین میں ضم کرنے اور ترک کرد کش مکش کے ذریعے مستقل طور پر جنگ وجدال میں مصروف رکھنے کا پروگرام ہے۔ وسط ایشیا کی اسلامی تحریکوں کو ''دہشت گرد'' کے نام پر قابو کرنے کا منصوبہ ہے۔ ایران اور افغانستان کو دبانے یا ان کے ریاستی وفکری سانچے کو بدلنے کا ہدف ہے۔ پاکستان کو کمزور کرنے، چین کے ساتھ غلط فہمیاں پیدا کرنے اور اس کو مسلم دنیا کے قریب نہ ہونے دینے کی کوششیں ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان پر معاشی دباؤ کیساتھ ساتھ اسے بھارت کی طرف سے عسکری خطرات سے بھی دوچار کرنا ہے۔

یہ اپنی روح اور مقاصد کے اعتبار سے اسی طرح کا ایک حصار بندی کا نظام ہے جیسا سرد جنگ کے زمانے میں اشتراکی روس، چین اور مشرقی یورپ کے خلاف قائم کیا گیا تھا، گو نئے حالات کے پیش نظر اس کا اسلوب اور عنوانات مختلف ہیں۔ اس انتظام میں علاقے، ملک اور سیاسی ساتھیوں سب کے مقام اور تعلقات کی نوعیت میں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں: ''ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں!'' ✿

✿ یہ مضمون پروفیسر خورشید احمد کے ان مضامین سے اخذ کردہ ہے جو ماہنامہ 'ترجمان القرآن' (۹۸ء، ۹۱ء، ۲۰۰۰ء، ۲۰۰۱ء) کے اداریوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کے 'مہذب' دہشت گرد!

امریکی محکمہ انصاف نے ۳ دسمبر ۱۹۹۶ء کو سولہ جاپانیوں کے ناموں کی فہرست جاری کی جس کے مطابق دوسری جنگ عظیم میں ان کے سنگین جرائم کے سبب امریکہ میں ان کے داخلے پر پابندی عائد کردی گئی۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں محکمہ انصاف کا کہنا تھا کہ یہ بدنام زمانہ ''یونٹ ۷۳۱'' کے ارکان ہیں جس نے ہزاروں جنگی قیدیوں اور شہریوں پر جان لیوا تجربات کیے۔ جن میں بے شمار زندہ انسانوں کی چیر پھاڑ جیسا غیر انسانی فعل سر فہرست تھا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد یونٹ ۷۳۱ پروگرام کے انچارج جنرل شیرواشی کو جس نے امریکی سپاہیوں پر بے شمار تجربات کیے تھے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ امریکہ کو اپنے تمام تجربات کی مکمل تفصیلات فراہم کرے گا۔ امریکی سائنسدانوں اور فوجی افسران کی جانب سے اپنی اس پالیسی کی صفائی میں ہمیشہ کی طرح یہ کہا گیا کہ ''وسیع تر قومی مفاد اور قومی سلامتی'' کی خاطر یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔

''یونٹ ۷۳۱'' کے ارکان کی اس فہرست کے حوالے سے محکمہ انصاف کی منافقانہ پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا ایک لمحہ کے لیے سوچیئے کہ اگر دنیا کے مختلف ممالک 'جنگی' اور ''انسانیت سوز جرائم'' میں ملوث امریکیوں کی فہرست جاری کرتے ہوئے اپنے یہاں داخلہ پر پابندی عائد کریں تو اس میں کن کن امریکیوں کے نام شامل ہوں گے۔ آیئے ذرا ایک نظر اس فہرست پر بھی ڈال لیں۔

ولیم کلنٹن

یہ امریکی صدر جن جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں ان میں یوگوسلاویہ پر ۷۸ دن اور رات تک وحشیانہ بمباری جس سے سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں اور جو تاریخ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم ہلاکتوں میں سے ایک تھی' عراق پر بے رحمانہ اور غیر انسانی پابندیاں اور شہریوں پر راکٹوں کے شدید حملے' صومالیہ' بوسنیا' سوڈان اور افغانستان پر قطعی غیر جواز' غیر قانونی اور بمباری جیسی سنگین کاروائیاں نمایاں ہیں۔

جنرل ویسلے کلارک

یورپ میں اتحادی فوجوں کے کمانڈر جنرل ویسلے کلارک کی ہدایات کے مطابق نیٹو نے یوگوسلاویہ کو جس طرح وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا اسے دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوگا اور میز پر مکا مارتے ہوئے کہتا ہوگا مجھے اس مہم میں زیادہ سے زیادہ تشدد چاہیے۔ختم کر دو سب کچھ ابھی اور اسی وقت......!

جارج بش

۴۰ دن اور رات کی وحشیانہ بمباری کے نتیجہ میں لاکھوں بے گناہ اور معصوم عراقی شہریوں کا قتل عام جن میں ہزاروں کی تعداد میں بچے شامل ہیں عراق پر خوفناک پابندیاں' پانامہ پر بلا جواز اور غیر قانونی مسلسل بمباری جس کے نتیجہ میں بے شمار ہلاکتیں ہوئیں تباہی و بربادی عمل میں آئی جیسے جرائم میں امریکی صدر بش ملوث ہیں۔ (اور رہی سہی کسر اب اس کے بیٹے نے پوری کر دی ہے!)

جنرل کولن پاؤل

چیئر مین جوئنٹ چیف آف سٹاف کے جرائم کی فہرست بے حد طویل ہے پانامہ اور عراق پر حملوں کے سلسلہ میں نمایاں کردار' عراق میں ایٹمی ری اور حیاتیاتی اور کیمیائی پلانٹ کی تباہ کاری' تاریخ میں پہلی بار ایک زندہ ایٹمی ری ایکٹر کو بمباری کا نشانہ بنا کر نہایت خطرناک مثال قائم کی گئی' اقوام متحدہ کی آشیر باد سے عراق پر جاری امریکی بمباری کو ایک ماہ گذر جانے کے بعد اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی جس کے ذریعہ مشرق وسطیٰ پر جاری فوجی حملوں میں ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔عراق میں تباہی و بربادی کے دوران پاؤل کی خوشی دیدنی تھی۔ایٹمی ری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایکٹرز کی تباہی پر اس نے خوشی سے دیوانہ ہوتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ''دونوں کارآمد ''زندہ ری ایکٹرز ختم کردیئے گئے ہیں جس کا مطلب ہے کہ وہ شکست کھا گئے ہیں۔ وہ ختم ہوگئے ہیں۔ اب کچھ نہیں رہا۔ اسے عراقیوں سے ان کی زندگیاں چھین لینے والا وحشی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ دوران جنگ بے شمار عراقیوں کی ہلاکتوں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس ''مہذب'' جرنیل نے کہا کہ یہ کوئی اتنی بڑی تعداد نہیں ہے کہ میں اس حوالے سے پریشانی کا اظہار کروں یا اس میں خواہ مخواہ دلچسپی لوں۔''

ویتنام میں جنگی جرائم کے حوالے سے اس کے کردار کو دیکھا جائے تو اسی بریگیڈیر کے دستے کا ''کارنامہ'' تھا جس نے مائی لائی میں قتل عام کیا تھا۔

جنرل نارمن شیوارز کوف

امریکی سینٹرل کمانڈ کے انچیف نے جو جرائم کیے ان میں سے اہم یہ ہیں عراق میں خونریزی کے سلسلہ میں بے رحمانہ فوجی رہنمائی کی اور جنگ بندی کے باوجود مزید دو روز تک اس لیے خونریزی جاری رکھی کہ عراقیوں سے ہتھیار ڈلوا لیے جائیں۔

رونالڈ ریگن

سابق امریکی صدر کے جرائم جن کی وجہ سے ان کا نام اس فہرست میں شامل ہو گا۔ ایل سیلواڈور' گوئٹے مالا' نکاراگوا اور گریناڈا کی عوام کے مستقبل کو تباہ و برباد کر کے ۸ سال تک انہیں موت' دہشت اور تشدد کا شکار بنانا' لیبیا' لبنان اور ایران پر وحشیانہ بمباری ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سب اپنی ''بیماری'' کے باعث'' بھول گئے ہوں مگر دنیا کو سب کچھ بہرا اچھی طرح سے یاد ہے۔

ایلیٹ ابرامز

ریگن کے دور حکومت میں نائب سیکرٹری خارجہ ایلیٹ ابرامز کے جرائم بھی کم نہیں ہیں۔ اس نے جھوٹ کی بنیاد پر ایک نئی تاریخ رقم کرنے کا کام کیا۔ نکارگوا میں جاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادتیوں اور وسطی امریکہ میں امریکی حلیفوں کی جانب سے ہونے والے ظلم وستم پر پردے ڈالتے ہوئے ان کی امداد جاری رکھنا اور جھوٹ کے ذریعہ سے ان کی کارروائیوں کو جواز فراہم کرتے ہوئے ان کے لیے حمایت حاصل کرنا اسی کا ''کارنامہ'' تھا۔ اس نے حقائق کو اس طرح توڑ مروڑ کر رکھ دیا کہ خود اس کے الفاظ میں ''جب تاریخ لکھی جائے گی تو ظلم وستم اور زیادتیوں میں ملوث ہمارے حلیف ہیرو کی صورت میں سامنے آئیں گے۔

کیسپر وین برگر

ریگن حکومت میں سات سال تک سیکرٹری دفاع کے منصب پر فائز رہنے والے کیسپر وین برگر کے جرائم پر بھی ایک نظر ڈالیے۔ وسطی امریکہ میں امریکہ کی جانب سے روا رکھے جانے انسانیت سوز مظالم کی ذمہ داری کیسپر وین برگر عائد ہوتی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں لیبیا میں بمباری کرائی۔ جارج بش بے شک ایران کونٹر کیس میں اسے معاف کر دیں لیکن اس کے جنگی جرائم کی معافی ممین نہیں ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل آلیور نا درتھ

ریگن انتظامیہ کی قومی سلامتی کونسل سے منسلک لیفٹیننٹ کرنل آلیور ناتھ کا نکاراگوا میں ہونے والی زیادتیوں کے سلسلے میں اہم کردار تھا۔ گرینا ڈا پر حملہ کی منصوبہ بندی میں وہ ایک اہم فریق کی حیثیت سے شریک تھا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں بے گناہ شہری جان سے مارے گئے۔

ہنری کسنجر

نکسن انتظامیہ کے قومی سلامتی کے مشیر اور نکسن اور فورڈ انتظامیہ میں سیکرٹری خارجہ ہنری کسنجر کے پاس تین اعزاز ہیں دانشور امن کا نوبل انعام یافتہ اور جنگی مجرم۔ اس کے جرائم کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ انگولا چلی مشرقی تیمور عراق ویتنام اور کمبوڈیا میں امریکی مداخلتوں کے سلسلے میں اس نے عیارانہ اور اخلاق سے گرا ہوا کردار ادا کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تے ہوئے ان ممالک کی عوام کو ناقابل بیان خوف، دہشت اور مصائب میں مبتلا کر دیا۔

جیرالڈفورڈ

امریکی صدر جس نے مشرقی تیمور کی عوام کو کچلنے کے لیے انڈونیشیائی حکومت کو ہتھیار فراہم کر کے چوتھائی صدی پر مشتمل انسانیت سوز کارروائیوں کا آغاز کیا۔

رابرٹ میک مورنمارا

کینڈی اور جانسن انتظامیہ میں سیکرٹری دفاع رابرٹ میک نمارا انڈو چائنا خون خرابے کی ابتداء سے لے کر زیادتیوں کی انتہا تک اس کا خالق اور ذمہ دار تھا۔ اس کے علاوہ پیرو میں عوامی تحریکوں کو جس پر تشدد انداز میں کچلنے کا کام کیا یقیناً وہ قابل معافی نہیں۔

جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ

چیف آف آرمی سٹاف جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ کی سربراہی میں ویتنام میں بے شمار جنگی جرائم ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں امریکی چیف پراسیکوٹر ''ٹیلیفورڈ ٹیلر'' نے جنگ عظیم دوم اس کے علاوہ پیرو میں عوامی تحریکوں کو جس پر تشدد انداز میں کچلنے کا کام کیا یقیناً وہ قابل معافی نہیں۔

جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ

چیف آف آرمی سٹاف جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ کی سربراہی میں ویتنام میں بے شمار جنگی جرائم ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں امریکی چیف پراسیکوٹر ''ٹیلیفورڈ ٹیلر'' نے جنگ عظیم دوم کے بعد بننے والے ''نیوریمرگ ٹریبول'' کے سامنے ''یماشیٹا کیس'' کا حوالہ دیتے ہوئے جنرل ویسٹ مورلینڈ پر الزام عائد کرتے ہوئے اسے ذمہ دار قرار دیا۔ یماشیٹا کیس'' میں دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی آرمی کمیشن نے جاپانی جرنیل ''تومایوکی یماشیٹا'' کو اس الزام کے تحت پھانسی دی تھی کہ اس کے فوجی دستوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلپائن میں ظلم اور زیادتیوں کا بازار گرم رکھا۔ کمیشن نے اپنے اس فیصلہ میں کہا کہ سینئر کمانڈر کی حیثیت سے ''یماشیتا'' کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان زیادتیوں کو ردو کے مگر اس نے ایسا نہیں کیا اس لیے ہی اصل مجرم ہے۔ اگر کسی کو مجرم ٹھہرانے کیلئے یہ الزام ہی کافی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ بالکل یہی فیصلہ جنرل پاؤل اور جنرل شوارزکوف کے خلاف بھی ہونا چاہیے، ان پر بھی یہی قانون لاگو ہونا چاہیے۔ اس الزام کے خلاف اپنی صفائی میں یماشیتا نے یہ ثبوت اور شہادتیں بھی کمیشن کے روبرو پیش کر دی تھی کہ اپنے فوجی دستوں کو قابو میں رکھنے کے لیے اس کے پاس مؤثر رابطہ اور پیغام رسانی کے ذرائع کی کمی تھی لیکن اس کے باوجود اسے پھانسی دے دی گئی۔ اس واقعہ کی روشنی میں ٹیلر کا مؤقف یہ تھا کہ ہیلی کاپٹرز اور رابطہ پیغام رسانی کے جدید ترین ذرائع کی موجودگی میں ویسٹ مورلینڈ اور اس کے کمانڈرز کو اس مسئلہ کا بھی سامنا نہیں تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردوں کی جنت............امریکہ!

امریکی محکمہ خارجہ کی جانب سے ۱۹۹۸ء میں جاری ہونے والی انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ میں کیوبا کا شمار ان ممالک میں کیا گیا تھا جن پر دہشت گردوں کی سرپرستی کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اپنی متجسس فطرت سے مجبور ہو کر اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے محکمہ خارجہ کو فون کیا انہوں نے میرا رابطہ ''دہشت گردی سیکشن'' میں کرا دیا جہاں ''جوریپ'' نامی ایک مہذب شخص نے میرے استفسار پر بتایا کہ کیوبا کو اس فہرست میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ یہ دہشت گردوں کو پناہ دیتا ہے۔

''یہ تو امریکہ بھی کرتا ہے۔ 'میامی' میں پناہ گزین کیوبا کے بھگوڑے امریکہ میں اور اس سے باہر دہشت گردی کی سینکڑوں کارروائیوں میں ملوث ہیں''۔۔۔ میں نے بہت سکون سے جواب دیا۔

''سر! یہ نہایت احمقانہ رائے ہے اور میں اس قسم کی بیہودہ باتیں نہیں سنتا۔ مسٹر ریپ کا مہذب انداز اور خوش خلقی یکدم غائب ہو گئی اور جاہلوں کی طرح چلاتے ہوئے اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

مجھے مشکلات پیدا کرنے میں لطف آتا ہے اور میں نادم بھی نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگلے سال ۴ مئی ۱۹۹۹ء کو عین اس روز جب انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ جاری کی گئی تو میں نے ایک بار پھر اپنے فون سے ۸۶۸۲۔۶۹۷۔۲۰۲ ملایا۔ ایک بار پھر میرا رابطہ جوریپ سے کرا دیا گیا۔ مجھے شک تھا کہ کسی بھی لمحہ وہ پہچان لے گا کہ میں وہی ہوں جس نے پچھلے سال بھی رابطہ کیا تھا اور کسی بھی لمحہ پچھلے سال والا حادثہ وقوع پذیر ہو جائے گا۔ رسمی دعا سلام تک اس نے پہچانا ہی نہیں لیکن جیسے ہی میں نے 'میامی' میں پناہ گزین کیوبا کے دہشت گردوں کے بارے میں اپنا سوال دہرایا وہ غضبناک ہو گیا۔ اس نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا:

''وہ دہشت گرد نہیں ہیں''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لیکن ایف بی آئی ان میں سے بعض کو دہشت گرد قرار دے چکی ہے"۔ میں نے اس کے غصے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"تو ایف بی آئی سے رابطہ کریں"۔ اس کی آواز پھٹ رہی تھی۔

"لیکن ہم تو محکمہ خارجہ کی رپورٹ پر بات کر رہے ہیں نا۔" میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ اس کو توجہ دلائی۔

"مگر میں ایسے لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا جو امریکی حکومت کو دہشت گردوں کا سرپرست قرار دیں۔" اس نے غصے کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے فون پٹخ دیا۔

گزشتہ ایک سال کے دوران اس کے رویے میں کسی قسم کی کوئی نرمی یا لچک پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میرے لیے یہ ہمیشہ سے ایک نہایت دلچسپ مشاہدہ رہا ہے اور آپ کا بھی اس سے روزمرہ زندگی میں اکثر اوقات واسطہ پڑتا رہتا ہوگا کہ اندھا دھند تقلید کرنے والا اس وقت ہمیشہ شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے جب اس کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے ایسا غیر متوقع سوال کر دیا جائے جس کا جواب اس سے نہ بن پڑے اور اس اعتراض کی صداقت بھی عیاں ہوں۔ ایسے کھسیاہٹ میں مبتلا ہو کر وہ شخص شرمندگی چھپانے کے لیے اونچی آواز میں چیختا اور چلاتا ہے تا کہ نقاد اس کے شور کے ہنگامے سے گھبرا جائے۔ ایسے "سچے پیروکاروں" کو ہر لحہ اپنے نظریات پر ہونے والے غیر متوقع اور اچانک تنقیدی حملوں کا خوف لاحق رہتا ہے۔

کیوبا کے جلاوطن دنیا کے سب سے کثیر تعداد میں اور سب سے زیادہ مستقل مزاج دہشت گرد گروہوں میں سے ایک ہیں اور یہ "اعزاز" انہوں نے مستقل طور پر برقرار رکھا ہوا ہے۔ ۱۹۹۷ء میں انہوں نے میامی کی ہدایات کے مطابق ہوانا کے ہوٹلوں پر بمباری کی۔ ہوائی جہازوں کے اغواء کو بین الاقوامی طور پر سنگین ترین جرائم میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے مگر کیوبا سے امریکہ کے راستے میں بے شمار ہوائی جہاز اغواء کیے گئے۔ کوئی بندوق کی نالی پر، تو کوئی چاقو کی نوک پر اغواء اور کبھی جسمانی طاقت کے استعمال کے ذریعہ ہائی جیکنگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عدالتی فیصلہ کے سامنے آنے پر محکمہ دفاع نے گرامیجو سے فوجی سیمینار میں شرکت اور تقریر کرنے کا دعوت نامہ واپس لے لیا۔ اس واقعہ کے بعد گرامیجو عدالتی حکم کے باوجود ہرجانہ کی رقم ادا کیے بغیر گوئٹے مالا واپس چلا گیا۔ مگر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اپنی سابقہ رہائش گاہ پر باتیں کرتے ہوئے اس نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اس نے جو کچھ کیا وہ انسانی دوستی کی ایک مثال ہے اس کا کہنا تھا کہ 'ہم نے ۱۹۸۲ء میں شہری ادارے قائم کئے جنہوں نے ۷۰ فیصدی آبادی کی ترقی کے لیے نہایت کامیاب اقدامات کئے جبکہ ۳۰ فیصد آبادی کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ اس سے قبل حکمت عملی یہ تھی کہ ۱۰۰ فیصد آبادی کو ہلاک کر دیا۔

✿ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کے نزدیک فلوریڈا بہترین جائے پناہ ہے۔ جہاں وہ 'ریٹائیرزمنٹ' کے دن سکون سے گذار سکتے ہیں۔ کوئی انہیں ان کے جرائم یاد دلانے والا نہیں ہوتا۔ ۸۰ء کی دہائی میں ایل سکواڈ کی مسلح افواج کے سربراہ سابق جنرل ''جوزگلیر مورشیا'' جس سنگین جرم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ تھا کہ اس کی ہدایت پر فوج کے 'ڈیتھ سکواڈ' نے ہزاروں بے گناہ افراد کو فتنہ انگیزوں کے شبہ میں ہلاک کر دیا تھا۔ اب بھی گاشیا ۱۹۹۰ء سے فلوریڈا میں نہایت پرسکون زندگی بسر کر رہا ہے۔

✿ گارشیا کا جانشین جنرل ''کارلوس یوجینیواوائڈز کسانووا'' جس نے ظالم ترین قومی گارڈ کے سربراہ کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں آج کل سن شائن سٹیٹ میں رہائش پزیر ہے۔ ایل سیلواڈور کے لیے اقوام متحدہ کے سچائی کمیشن کے مطابق کارلوس وائڈز نے ۱۹۸۰ء میں تین امریکی راہباؤں کو بے حرمتی کے بعد ہلاک کرنے اور ایک امریکن کو قتل کرنے والے مجرموں کو نہ صرف بچایا بلکہ انہیں مکمل تحفظ بھی فراہم کیا۔ ایسے ہی کم از کم دو مواقع پر تو اس کی ذاتی طور موجودگی کی شہادتیں ہیں۔ ایک تو جب ڈاکٹر جوین روما گوزا آرک پر تشدد کیا جا رہا تھا، آخر میں تو زخموں کی صورتحال اتنی خطرناک ہوگئی تھی کہ ان کی سرجری بھی نہیں کی جا سکتی تھی اور جب وائڈز ۱۹۹۹ء میں ایک انٹرویو کے دوران یہ کہتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل میں آئی اور اس عمل میں کم از کم ایک قتل بھی ضرور ہوا مگر بہت تلاش کرنے پر بھی سوائے ایک کیس کے کوئی مثال نہیں ہے کہ جس میں امریکہ کی جانب سے ہائی جیکرز کے خلاف فرد جرم عائد کی گئی ہو۔ اس اکلوتے کیس کا حال بھی سن لیجئے۔ اگست ۱۹۹۶ء میں تین کیوبائی ہائی جیکرز نے فلوریڈا جانے والی پرواز کو چاقو کی نوک پر اغواء کر لیا۔ بدقسمتی کہ پکڑے گئے اور ان کے خلاف فرد جرم عائد کر کے فلوریڈا کی عدالت میں مقدمہ چلا جو ہائی جیکنگ کے مقدمہ سے زیادہ نویڈا کی عدالت میں زیر سماعت جوئے کا مقدمہ محسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ اغواء ہونے والے جہاز کے پائلٹ کو گواہی کے لیے کیوبا سے بلوایا گیا تھا لیکن جیوری کے سامنے وکیل کے صرف یہ کہنے پر کہ یہ گواہ جھوٹ بول رہا ہے کوئی سوال کیے بغیر جیوری نے ایک گھنٹے کے اندر اندر ملزمان کو باعزت بری کر دیا۔

صرف کیوبا کے جلاوطن ہی غیر ملکی دہشت گرد اور انسانی حقوق کو پامال کرنے والے نہیں ہیں جو امریکہ کی پناہ میں محفوظ زندگی گزار رہے ہیں بلکہ اشتراکیت کے سخت مخالفین یا امریکی خارجہ پالیسی سے اتفاق رکھنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی امریکی مہربانیوں سے لطف اٹھا رہی ہے۔ ان کے بارے میں تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں جو یقیناً قارئین کے لیے معلومات افزا ہوں گی۔

گوئٹے مالا کا سابق وزیر دفاع ''ہیکٹر گامیجو موریلز'' جس کے بارے میں ۱۹۹۵ء میں امریکی عدالت نے حکم دیا تھا کہ وہ امریکہ اور گوئٹے مالا کے آٹھ شہریوں پر وحشیانہ تشدد اور گوئٹے مالا میں کئی خاندانوں کے قتل عام (جنمیں ہزاروں انڈین بھی شامل تھے اور اسے ان کی ہلاکتوں کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا) کے ہرجانہ کے طور پر ۴۷.۵ ملین ڈالر ادا کرے۔ ۱۹۹۱ء کے ایک عدالتی حکمنامہ پر ''گرامیجو'' نے اپنی صفائی میں کہا تھا کہ وہ ہارورڈ کے کینڈی سکول آف گورنمنٹ کا فارغ التحصیل ہے جہاں اس نے امریکی حکومت کے وظیفہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ جج کی طرف سے اس کیس کا فیصلہ یہ سنایا گیا کہ 'شہادتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرامیجو کی ہدایت پر شہریوں کے خلاف ایذا رسانی کی نفرت انگیز مہم چلائی گئی'۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ''میں بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا میں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو جواب ہمیشہ نفی میں ملتا ہے'' اس پر کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔

اسی زمانہ میں جب گاشیا اور وائنڈز امریکہ میں رہائش پزیر تھے امریکی امیگریشن والوں نے ایل سکواڈور کے بہت سے پناہ گزینوں کو مزید پناہ دینے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ اس خوف کا اظہار کرتے ہوئے دعوی کر رہے تھے کہ اگر انہیں واپس بھیجا گیا تو ان پر وحشیانہ تشدد کیا جائے گا۔

✿ آرمینڈو فرنینڈز لیریوس چلی ملٹری سلواڈ کا رکن تھا جو ۱۹۷۳ء کے انقلاب کے بعد کم از کم ۲۷ سیاسی قیدیوں پر تشدد اور ان کی ہلاکت کا ذمہ دار ہے؟ فرنینڈز بھی آج کل امریکہ میں مقیم ہے۔ بظاہر وہ ملٹری سکواڈ کا رکن تھا مگر پنوشے کے دور حکومت میں چلی کی بدنام زمانہ خفیہ پولیس DINA کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ امریکہ میں اس کی مستقل رہائش کا پس منظر یہ ہے کہ اس نے امریکی سرکاری وکلاء کے ساتھ سودے بازی کر کے وعدہ معافی گواہ کی حیثیت سے ایک تحریری بیان دیا جس کے مطابق چلی کے سابق اہلکار آور لینڈ لیٹلیر کا ۱۹۷۶ء میں واشنگٹن ڈی سی بم دھماکے میں قتل دراصل DINA کی سازش تھی۔ چلی کی حکومت نے امریکہ سے درخواست کی فرینڈز کو اس کے حوالے کر دیا جائے مگر اس کے وکلاء نے یہ موقف اختیار کیا کہ ان کے موکل اور محکمہ انصاف کے درمیان ہونے والے ۱۹۸۷ء کے عدالتی معاہدے کی رو سے فرینڈز کو کبھی بھی چلی واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ محکمہ انصاف کے حکام نے فرینڈز کے تحفظ کے اس معاہدہ کی شرائط پر کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا جو محکمہ کی تحویل میں سربمہر ہے۔

✿ چلی کے مائیکل ٹاؤنلے کا خفیہ قتل کی وارداتوں میں نہایت نمایاں کردار تھا۔ اس نے کچھ عرصہ امریکی جیل میں خدمات سرانجام دیں اور آج کل فیڈرل وٹنس پروٹیکشن پروگرام کے ساتھ منسلک ہے اس لیے اگر کبھی آپ اس سے ملیں گے تو جان نہیں سکیں گے کہ یہ کون ہے اور اس کا ماضی کیا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✿ ارجنٹائل کا ایڈمرل ،، جورگے ایز کو ،، جو کے ،، ناپاک جنگ ،، کے زمانہ (۸۳۔۱۹۷۶) کے بدنام زمانہ تشدد کے مرکز ،، ایسکیو لامکینکا ،، کے ساتھ نہایت سرگرم رکن کی حیثیت سے وابستہ تھا آج کل ،، ہوائی ،، میں مقیم ہے اور پرسکون زندگی بسر کر رہا ہے۔

✿ ہونڈراس آرمی کی ،، بٹالین ۳۱۶ ،، (تشدد والا باب ملاحظہ فرمائیں) جو کہ سی آئی اے کی تربیت یافتہ خفیہ تنظیم تھی اور جس نے ۸۰ء کی دہائی میں بائیں زور کے سینکڑوں افراد کو قتل کیا تھا اس کے کم از کم دو سرگرم ارکان آج کل جنوبی فلوریڈا میں مقیم ہیں اور زندگی سے لطف اٹھا رہے ہیں۔

✿ ایتھوپیا کا ،، کیسا سانیگاوا ،، ایٹلانٹا کے تشدد کے مقدمہ میں مدعا علیہ تھا۔ جب وہ مقدمہ ہار گیا اور ہرجانہ ادا کرنے کا موقع آیا تو وہ غائب ہو گیا۔

کہاں؟........ یہ بتانے کی ضرورت نہیں سب ہی جانتے ہیں..........!!

✿ انڈونیشیا کا ایک جرنیل ،، سنتا نک بجنین ،، بھی امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ یہ مشرقی تیمور ۱۹۹۱ء کے سانتا کروز قتل عام کا ذمہ دار ہے جس میں سینکڑوں لوگ مارے گئے تھے۔

✿ ''تھیون پراسیتھ'' امریکہ کے اصرار پر پال پوٹ کی خمیر روج کے لیے ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۳ء تک کمبوڈیا کا ایلچی برائے اقوام متحدہ رہا حالانکہ خمیر روج ۱۹۷۹ء میں اقتدار سے باہر ہو گئی تھی۔ پراسیتھ پال پوٹ کے انسانیت سوز جرائم کا نمایاں عذر خواہ تھا اور اس نے ان جرائم کو دنیا سے پوشیدہ رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ آج کل ماؤنٹ ورنن، نیویارک میں آرام اور سکون سے زندگی بسر کر رہا ہے۔

✿ جنرل منصور مہراری جو کہ شاہ ایران کے دور میں جیل خانہ جات کا انچارج تھا اور اپنے وقت کا نہایت بدنام اذیت رساں اور تشدد تھا۔ جہاں ایذا رسانی اور تشدد کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس کا نام ضرور آتا ہے۔ گذشتہ کئی سالوں سے یہ بھی امریکہ میں مقیم ہے باوجود اس کے کہ ایرانی ملاؤں نے اس کے سر کی قیمت لگا رکھی ہے۔

✿ ویتنام جنگ کے دوران اذیت رسانی تشدد اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے جرائم قبول کرنے والے جنوبی ویتنام کے ۲۰ افسر بھی کیلیفورنیا میں قانونی طور پر رہائش پزیر ہیں۔

کیلیفورنیا میں مقیم بے شمار ویتنامیوں نے ۸۰ء اور ۹۰ء کی دونوں دہائیوں میں اپنے ان ہم وطنوں کے خلاف دہشت گردی اور تشدد کی کاروائیاں جاری رکھیں جن کے بارے میں انہیں شبہ تھا کہ یہ مکمل طور پر اشتراکیت مخالف نہیں ہیں۔ بعض صرف اس وجہ سے حملوں کا نشانہ بنے کہ انہوں نے دہشت گرد سرگرمیوں کی مذمت کی تھی۔ "اشتراکیت مخالف ویت نامی تنظیم،، اور اشتراکیت مٹاؤ، قوم بچاؤ،، نامی تنظیم نے سینکڑوں مواقع پر قتل و غارت گری کی، کاروباری مراکز تباہ کیے، گاڑیاں نذر آتش کیں۔ ویتنامی اخبارات کی اشاعتیں روک دیں اور اہم شخصیات کو قتل کرنے کی دھمکیاں دینے کے علاوہ منظم جرائم کی ہر ممکنہ شکل کے ذریعے کاروبار حیات کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا۔ ان جرائم کے خلاف گواہیاں بھی تھیں اور دعوے بھی دائر کیے گئے مگر ہوا یہ کہ قتل کے چند مقدمات میں بظاہر کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں مگر بہت ہی جلد ان ملزمان کو یا تو رہا کر دیا گیا یا پھر بری کر دیا گیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے تغافل اور عدم توجہی کا یہ رویہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلے میں امریکی حکام کے ساتھ ان کا کوئی نہ کوئی معاہدہ ہو چکا تھا۔

سابقہ یوگوسلاویہ کے وہ باشندے بھی جن پر ان ہی کے ہموطنوں نے جنگی جرائم کے الزامات عائد کیے، امریکہ میں مقیم ہیں۔

مندرجہ بالا آمروں اور دہشت گردوں میں سے بعض امریکہ کی مہربانی سے کسی تیسرے ہی ملک میں قیام پذیر ہیں جہاں وہ پورے سکون اور تحفظ کے ساتھ شاندار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (انہیں اس قابل کر دیا گیا ہے کہ ان کے بینک اکاؤنٹس ایک بار پھر انہیں مل گئے ہیں۔) ان میں سے ہیٹی سے تعلق رکھنے والے چند امریکی،، مہمانوں،، کے نام مندرجہ ذیل ہیں جو ابھی بھی زندہ ہیں اور امریکہ کی فراہم کردہ خوشیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنرل راؤلی کیڈراس صدر جین کلاڈ، بے بی ڈوک، ڈویلئیر، اور نیفٹرس پولیس چیف جوزف مائیکل، فرینکوئس وغیرہ وغیرہ۔۔۔

اس تمام پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے صرف ان دو جملوں پر ایک نظر ڈالیے جو ۱۹۹۸ء میں صدر کلنٹن نے دہشت گردی کے حوالے سے اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کے دوران کہے۔ صدر کلنٹن کہتے ہیں:

"دہشت گردی کے حوالے سے ہماری عالمی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ایک تو یہ کہ دہشت گردی کی سرپرستی نہ کی جائے اور دوسرے انہیں پناہ نہ دی جائے۔" (اب یہ جھوٹ نہیں تو کیا ہے)

تحویل مجرمین یا مقدمہ بازی

بین الاقوامی فوجداری مقدمہ بازی کے نظام کے تحت تمام حکومتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قتل و غارت گری' دہشت گردی' جنگی جرئم اور تشدد کی کاروائیوں کے مرتکب افراد کے خلاف مقدمہ بازی کریں۔ اس بنیادی اصول کے مکمل نفاذ کے لیے ان تمام ممالک پر' جہاں جرائم کے مرتکب افراد موجود ہیں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انہیں متاثر حکومت کے حوالے کر دیں (قانون کے مطابق متاثرہ ملک کی وضاحت اس طرح سے کی گئی ہے کہ وہ ملک جہاں جرم کیا گیا ہو یا وہ ملک جس کے شہری متاثرہ ہوئے ہوں یا پھر وہ ملک جس کی شہریت مجرم کے پاس ہو) یا پھر خود ان کے خلاف مقدمہ بازی کریں۔ "نیوشے کیس" کی مثال یہاں صادق آتی ہے جس کا آغاز ۱۹۹۸ء میں برطانیہ میں ہوا۔

امریکی حکومت نظریاتی طور پر "تحویل مجرمین کی مقدمہ بازی" کے اس اصول کی بہت بڑی حامی ہے اور حقیقت چند سال بیشتر وہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے روبرو ایک ایسی ہی درخواست لے کر گئی تھی جس میں لیبیا کی حکومت سے ان دو افراد کو امریکہ کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا جن پر الزام تھا کہ وہ پین ایم کی پرواز ۱۰۳ میں بم دھماکے کے ذمہ دار ہیں۔ امریکی حکومت ان ملزمان کے خلاف بھی اس اصول کو بروئے کار لانے کی مکمل حمایت کرتی ہے جنہیں سابقہ یوگوسلاویہ اور روانڈا کے لیے قائم کئے جانے والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگی جرائم کے بین الاقوامی ٹربیونلز نے جنگی جرائم کے مرتکب قرار دیا ہے۔ ایسے ہی ملزمان میں سے ایک ملزم جسے راونڈا ٹربیونل نے جنگی مجرم قرار دیا تھا، اس کی ٹیکساس میں موجودگی کا انکشاف ہوا۔ اسے فوری طور پر حراست میں لے لیا گیا اور ریاست کی فیڈرل کورٹ میں تحویل مجرمین کی فوجداری کارروائی کے لیے پیش کر دیا گیا۔

امریکہ میں پناہ گزین جنگی مجرموں کی بہت بڑی تعداد کے بارے میں جن کا اوپر کے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے، امریکہ کا فیصلہ یہ ہے کہ نہ تو انہیں ان کی حکومتوں کے حوالے کیا جائے گا نہ ان کے خلاف فوجداری مقدمہ بازی کی جائے گی۔ یقیناً یہ رویہ سرد جنگ کی باقیات کو ظاہر کرتا ہے۔ (بشکریہ "روگ سٹیٹ" از ولیم بیلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کی دہشت گرد تنظیمیں

امریکیوں کی انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کی سات اقسام ہیں:

ARYAN.NATIONS.1

یہ سفید نسل پرست لوگ ہیں اور ان کا سرغنہ ایک عیسائی پادری ہے۔

SURVIVALISTS.2

یہ لوگ امریکہ کی متوقع اقتصادی اور سیاسی تباہی کے انتظار میں خوراک پانی اور اسلحہ جمع کرر ہے ہیں، انہوں نے امریکہ کے جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنی کمین گاہیں قائم کر رکھی ہیں۔

PATRIOTS.3

یہ گروپ امریکہ کی مرکزی حکومت کے خلاف ہے۔ان کے خیال میں امریکی حکومت ریاستی، مقامی اور انفرادی حقوق ضبط وغصب کر رہی ہے۔اس لیے یہ تنظیم عوام کو حکومت سے مسلح تصادم کے لیے تیار کر رہی ہے۔

MILITAS.4

یہ تنظیمیں عوام کو خصوصی فوجی ٹریننگ مہیا کر کے حکومت سے ٹکراؤ کے لیے تیار کر رہی ہے۔ان کے پاس اسلحے کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور ان کے خیال میں امریکہ بدستور خطرے میں ہے،جس کی مسلح حفاظت ضروری ہے۔

CHRISTIAN IDENTITY.5 (عیسائی تشخص)

یہ تنظیم عیسائی مذہب کے نام پر دہشت گردی کو ضروری خیال کرتی ہیں۔ان کے نظریات کے مطابق شمالی یورپ کے عیسائی اور ان کی نسلیں بائبل کے ''چنیدہ لوگ'' ہیں اور یہودی شیطان کی ذریت ہیں'،اس لیے مغرب کو شیطان اور اس کی ذریت سے بچنا ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

BOSSE COMITATUS.6

ان لوگوں کے خیال میں امریکہ کا اقتصادی نظام یہودیوں کے کنٹرول میں ہے اور اسے آزاد کروانے کے لیے مسلح بغاوت کی ضرورت ہے۔

WISE USE.7

یہ لوگ ''کان کنی اور لکڑی کی تجارت'' کی کمپنیوں کے غنڈے ہیں۔ انکے خیال میں امریکہ کی حکومت نے ان پر ناجائز پابندیاں لگا رکھی ہیں جس کے تدارک کے لیے دہشت گردی ضروری ہے۔

ان سات مکاتب فکر (یا مکاتب دہشت گردی) سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں وہ ہیں جو کہ کھلے عام کام کرتی ہیں' ان کے علاوہ زیر زمین، منشیات فروش، جرائم پسند اور دیگر زیر زمین تنظیموں میں سے چند ایک کا تعارف بھی پیش خدمت ہے۔

UNITED STATES MILTIA ASSOCIATION.1

یہ تنظیم خانہ جنگی کی تیاریوں میں مصروف ہے اس کا صدر دفتر FOOTIDAHO BLACK میں واقع ہے۔

ALMOST HEAVEN.2

یہ تنظیم صرف اس قانون کی پابند ہے، جو بائبل کے خلاف نہیں، یہ لوگ حکومت کے افسران پر غداری کے مقدمے چلا کر ان کو پھانسی دینے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

MILITIA OF MONTANA.3

یہ سب سے خطرناک گروہ ہے جو کتب، ٹیپ، ویڈیو اور ملٹری ٹریننگ کے ذرائع سے عوام کو خانہ جنگی کے لیے تیار کر رہا ہے۔

MICHIGAN MILITIA COROS.4

اس کا سربراہ ایک پادری ہے جو اسلحے کا بھی تاجر ہے۔ اس کی فوج ۱۱۲،۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ اسلحے کے وسیع ذخائر کی مالک اس تنظیم کے خیال میں اقوام متحدہ امریکہ کو بین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقوامی گورنمنٹ میں شامل کرنا چاہتی ہے۔

MARK KOERNKE.5

یہ گروہ عیسائیوں کے بین الاقوامی ریڈیو سٹیشن wwc پر ہفتے میں پانچ بار تشدد پسندی پر مبنی پروگرام نشر کرتا ہے۔

AMERICAN JUSTICE FEDERATION.6

اس کی سربراہ ایک خاتون وکیل ہے۔ یہ گروپ نیوورلڈ آرڈر کے خلاف ہے جو اپنے ذاتی ریڈیو پر حکومت (اور نیو ورلڈ آرڈر) کے خلاف پروگرام نشر کرتا ہے۔

POLICEAGAINSTTHENEWWORLDORDER.7

اس گروپ کا سربراہ ایک سابق پولیس افسر ہے جو اپنے ذاتی ریڈیو پر حکومت (اور نیو ورلڈ آرڈر) کے خلاف پروگرام نشر کرتا ہے۔

GUARUDIANS OF AMERICAN LIBERTIES.8

یہ گروپ امریکن حکومت کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر خانہ جنگی میں مصروف ہے

TEXES CONSTITUTIONAL AL MILITIA.9

یہ گروپ حکومت کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر خانہ جنگی میں مصروف ہے

CITIZEN....GOVT.10

یہ گروپ 4bs یعنی بائبل، بندوق BEANS اور BANDAGES کے ذریعے امریکہ حکومت کے امریکن عیسائیوں پر حملہ کا دفاع کرنا چاہتا ہے۔ اسلحہ خرید کر سٹور کیا جا رہا ہے۔

FLORIDA STATE MILITIA.11

یہ لوگ منشیات جرائم تشدد اور خون خرابے کو امریکن حکومت کی پالیسیاں سمجھتے ہیں، اور خانہ جنگی سے امریکن حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

BLUE RIDGBHUNT CLUB.12

یہ تنظیم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے لیے تیاری کر رہی ہے۔

CONSTITUTION DEFENCE MILITIA.13

یہ گروہ حکومت، اسلحہ پر پابندی اور اقوام متحدہ کو امریکن عوام کے مفادات کے خلاف سمجھتا ہے۔

یہ تو مختصر تذکرہ تھا ''عیسائی'' دہشت پسندی کا۔ اب ان کے پشت پناہوں کی بابت بھی کچھ ملاحظہ فرمائیں۔

CHENOWETH.1 یہ امریکن کانگرس کی ممبر خاتون ہیں ۔ دہشت گرد تنظیموں سے ہمدردی رکھتی ہیں۔ ان کے خیال میں یہ تنظیمیں بے ضرر ہیں، اوران کے خلاف حکومت کی کارروائی غلط ہوگی۔

COLORADO.2 کے ایک STATESENSTOR اپنی ریاست کے ایک تشدد پسند گروہ کے لیڈر ہیں۔

جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو ۵۶ فیصد امریکن عوام ان دہشت گرد عیسائی تنظیموں کے حق میں ہیں گویا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ امریکن عوام کی اکثریت عیسائی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی حامی ہے، چنانچہ امریکہ کو نمبر ایک دہشت گرد ملک قرار دے دینا چاہئے۔

(''ٹائمز'' ۸ مئی ۱۹۹۵ء)

دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آتا ہے
اپنی آنکھوں میں کچھ اندیشہ بائے شہتیر نہیں!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا بھر میں امریکہ کی دہشت گردیاں اور مداخلت کاریاں!

امریکہ اپنے عالمی نظام کے قیام کے لئے جس انداز سے دنیا بھر میں دہشت گردی اور مداخلت کاری کا ارتکاب کرتا آیا ہے، اس کی ایک ہلکی سی جھلک مندرجہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

چین ۱۹۴۵ء

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر امریکہ نے خانہ جنگی میں مداخلت کرتے ہوئے ماؤزے تنگ کے اشتراکیوں کے خلاف چیانگ کائی شیک کے قوم پرستوں کا ساتھ دیا حالانکہ جنگ کے دوران اشتراکی امریکہ کے نہایت قریبی حلیف تھے۔ ستم بالائے ستم امریکہ نے قوم شکست خوردہ جاپانی سپاہیوں کو بھی ساتھ ملا لیا شکست کے بعد ۱۹۴۹ء میں بہت سے قوم پرست سپاہیوں نے شمالی برما میں پناہ لے لی جہاں سی آئی اے نے انہیں ایک بار پھر اکٹھا کیا ان کے ساتھ ایشیاء کے مختلف مقامات سے رنگروٹوں کو بھرتی کیا اور بھاری تعداد میں اسلحہ اور جہاز فراہم کئے۔ ۵۰ء کی دہائی کے آغاز میں اس فوج نے چین کو بے شمار حملوں کا نشانہ بنایا، ایک وقت میں ہزاروں دستے سی آئی اے کی سربراہی میں کارروائیاں کر رہے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرانس ۱۹۴۷ء

جرمنوں سے اشتراک کر لینے والے فرانسیسیوں کے برخلاف اشتراکی پارٹی کے ارکان نے دوران جنگ لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ جنگ کے بعد اشتراکیوں نے قانونی راستہ اختیار کرتے ہوئے سیاسی میدان میں مقابلہ کرنے کے لیے مظبوط مزدور تنظیمیں قائم کیں مگر امریکہ نے انہیں تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے بعض تنظیمیں فرانسیسی فوجوں کو جو امریکہ کی مدد سے اپنی سابقہ نوآبادی ویتنام کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کر رہی تھیں، ہتھیاروں کی فراہمی روکنے کے لیے اقدامات کر رہی تھیں۔

امریکہ نے اشتراکیوں کی سب سے بڑی مخالف سوشلسٹ پارٹی کو بڑی بڑی رقمیں فراہم کیں، کیمونسٹ پارٹی کی یونین کی برتری ختم کرنے کے لیے امریکن فیڈریشن آف لیبر کے ماہرین بھیجے گئے، اشتراکیوں کی ہڑتالوں کا توڑ کرنے کے لیے اٹلی سے افرادی قوت منگوائی گئی بدمعاش گروہوں کو اسلحہ اور پیسہ فراہم کیا گیا، جماعت کے دفاتر جلائے گئے، جماعت کے اراکین اور ہڑتال کرنے والوں کے ساتھ مار پیٹ کی گئی اور کئی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، نفسیاتی جنگ کے ماہرین پر مشتمل ٹیمیں بھیجیں گیئں جن کا کام ان تمام اقدامات کو عوام کے بہترین مفاد میں قرار دینا، ان پر واہ واہ کرنا اور ساتھ ساتھ امداد اور خوراک کی فراہمی روک دینے کی دھمکیاں دینا تھا۔ یہ سب کچھ کیمونسٹ پارٹی کی شہرت کو نقصان پہنچانے اور ان کی حمایت ختم کرنے کے لیے تھا جس میں انہیں حسب خواہش کامیابی حاصل ہوئی۔

ان خفیہ کاروائیوں پر خرچ ہونے والی رقم کا ایک حصہ مارشل پلان کے فنڈز سے آیا تھا جس نے ۱۹۴۵ء میں اٹلی کے انتخابات میں دھاندلی کے ذریعہ حسب منشا نتائج کے حصول کے لیے دل کھول کر مدد کی (اس بارے میں تفصیل آگے آئے گی) اور ایسی خفیہ کاروائیوں کے لیے ایک ایجنسی قائم کی جو بعد میں سی آئی اے میں مدغم ہوگئی۔ یہ مارشل پلان کے چند پوشیدہ ،، کارنامے ،، ہیں جو کہ عرصہ دراز تک دنیا کے لیے امریکہ کی خیر خواہی اور بے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹ خدمت کی سنہری مثال بنے رہے۔ یہی وہ وقت تھا جب امریکہ فرانسیسی حکومت پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ وہ اپنے اشتراکی وزراء کو برخاست کر دے ورنہ اس کی اقتصادی امداد بند کر دی جائے گی۔ وزیراعظم پاؤل رامادائر نے اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''ہماری تھوڑی بہت آزادی بھی ہر قرضے کے ساتھ رخصت ہو رہی ہے۔''

مارشل آئی لینڈز ۵۸-۱۹۴۶ء

سرد جنگ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے امریکہ نے درجنوں بین البراعظمی بیلسٹک میزائل اور ایٹم بموں کی تنصیب کے ساتھ ساتھ دیگر ایٹمی تجربات کے لیے ان جزائر کے رہائشیوں کو زبردستی یہاں سے نکال کر غیر آباد جزیروں میں رہائش پذیر ہونے پر مجبور کیا۔ سب سے زیادہ ظلم بکنی ایٹول کے رہائشیوں کے ساتھ ہوا۔ ۱۹۶۸ء میں جانسن انتظامیہ کی جانب سے بکینی کے سابقہ رہائشیوں کو بتایا گیا کہ ان کے جزیرہ کو صاف کر دیا گیا ہے اور اب وہ رہائش کے لیے محفوظ ہے۔ ان میں سے بہت سے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ بعد میں انہیں بتایا گیا کہ انہیں یہاں بھیجنے کا مقصد تابکاری اثرات کا اندازہ کرنا تھا۔ جب ان پر تجربہ مکمل ہو گیا تو انہیں دوبارہ یہ جگہ چھوڑ دینے کو کہا گیا۔ ۱۹۸۳ء میں ایک بار پھر امریکی محکمہ داخلہ نے اعلان کیا کہ جزیرے کے باسی فوری طور پر واپس اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں مگر اکیسویں صدی کے آخر تک اپنی زمین پر اگی ہوئی فصل نہیں کھا سکتے۔ پس ان میں سے کسی نے واپس جانے کا سوچا تک نہیں۔

اٹلی، ۱۹۴۷ء سے ۷۰ء کی دہائی تک

۱۹۴۷ء میں امریکہ نے اٹلی کی حکومت پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ کابینہ کے کمیونسٹ اور سوشلسٹ ارکان کو برخاست کر دے ورنہ اس کی اقتصادی امداد بند کر دی جائے گی۔ اس سے اگلے سال اور پھر اگلی کئی دہائیوں تک عام انتخابات میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ جماعتوں کا اتحاد ہوتا یا پھر کمیونسٹ جماعت تنہا ہی امریکہ کی حمایت یافتہ عیسائی جمہوریت پسند جماعت کے لیے خطرہ بنتی رہی۔ سی آئی اے نے ہر (غلیظ) طریقہ اختیار کیا اور اٹلی کے عوام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سیاسی ، اقتصادی اور نفسیاتی جنگ کے تمام حربے استعمال کیے اور اس کے ساتھ ساتھ عیسائی جمہوریت پسند جماعت کے امیدواروں کو خفیہ طور پر دل کھول کر مالی امداد فراہم کی ۔جس نے انہیں کامیابی دلائی ۔ایک بار نہیں بار بار اس طریقہ پر عمل کیا گیا اور بار بار کامیابی حاصل کی گئی ۔ جمہوریت کی روح کے منافی یہ تمام اقدامات اٹلی میں ،،جمہوریت کے تحفظ ،،کے نام پر کیے گئے ۔کئی امریکی کارپوریشنوں نے بھی بائیں بازو کی جماعت کو اقتدار سے باہر رکھنے کے لیے لاکھوں ڈالرز کی امداد کے ذریعے اپنی حکومت سے بھر پور تعاون کا مظاہرہ کیا۔

یونان ۴۹ـ۱۹۴۷

امریکہ نے خانہ جنگی میں مداخلت کرتے ہوئے بائیں بازو کے خلاف فاشسٹوں کا ساتھ دیا۔حالانکہ بائیں بازو کے یونانی نازیوں کے خلاف نہایت جراتمندی سے لڑے تھے ۔فاشسٹوں کی کامیابی کے ساتھ ظالم حکومت برسر اقتدار آ گئی جس کے لیے سی آئی اے نے داخلی سلامتی کی تنظیم قائم کی ۔اگلے پندرہ برس تک یونان امریکہ کے اشاروں پر ناچنے والا ملک بنا رہا۔

فلپائن ۵۳ـ۱۹۴۵ء

امریکہ نے بائیں بازو کی فوجوں کے خلاف اس وقت لڑائی شروع کی جبکہ ابھی وہ جنگ عظیم میں جاپانی حملہ آوروں کے خلاف برسر پیکار تھیں ۔ جنگ کے بعد امریکہ نے فلپائن کی مسلح افواج لوٹکہس کے خلاف لڑائی جاری رکھنے کے لیے منظم کیا اور بالآخر انہیں شکست دے کر ان کی اصلاحی تحریک کو کچل دیا۔سی آئی اے نے عام انتخابات میں مداخلت کرتے ہوئے صدارتی امیدواروں کے لیے کٹھ پتلیوں کی وسیع قطار کھڑی کر دی جن میں سے فرڈیننڈ مارکوس کے نام قرعہ نکلا اور اس کے نتیجہ میں وہ طویل آمرانہ حکومت قائم ہوئی جس کا طرہ امتیاز تشدد تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوریا ۱۹۴۵۔۵۳ء

جنگ عظیم دوم کے بعد امریکہ نے دوران جنگ اپنی حلیف ترقی پسند عوامی تنظیموں کو بزور طاقت دباتے ہوئے ان خلاف ان قدامت پرستوں کا ساتھ دیا جو جاپانیوں کے معاون رہے تھے۔ نتیجتاً شمالی اور جنوبی کوریا کو یکجا کرنے کے بہترین مواقع ضائع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جنوب میں بدیانت، رجعت پسند اور سنگدل حکومتوں کا دور شروع ہوا اور ۱۹۵۰۔۵۳ء کے دوران کوریائی جنگ میں بڑے پیمانے پر امریکی فوج کی مداخلت اور جنگی جرائم کا سلسلہ عمل میں آیا۔ شمالی کوریا کے جنوبی کوریا پر حملے کو تو محض بہانہ بنایا گیا تھا حالانکہ امریکی فوجوں نے یہاں جو کچھ کیا اس کا اس سارے معاملہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا جبکہ دنیا پر یہ ظاہر کیا جاتا رہا کہ مظلوم کی مدد کی جارہی ہے۔

۱۹۹۹ء میں یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ جنگ شروع ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد امریکی سپاہیوں نے مشین گنوں سے فائرنگ کر کے سینکڑوں نہتے، بے گناہ اور بے یار و مددگار شہریوں کو بلاوجہ مار ڈالا۔ ایسے ہی بے شمار واقعات میں سے کچھ میں سینکڑوں معصوم شہری اس وقت مارے گئے۔ جب امریکہ نے قصداً وہ پل نذر آتش کر دیئے جن پر سے وہ گزر رہے تھے۔

البانیہ ۱۹۴۹۔۵۳ء

امریکہ اور برطانیہ نے البانیہ میں کیمونسٹ حکومت کا تختہ الٹ کر مغرب کی حامی حکومت کا قیام عمل میں لانے کے لیے بڑی تعداد میں غیر ملکی گوریلے ملک میں داخل کر دیئے حالانکہ یہاں اکثریت شاہ پرست، اٹلی کے فاشسٹ اور نازیوں کی مددگار تھی۔ سینکڑوں غیر ملکی گوریلے یا تو ہلاک ہو گئے یا پھر جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔

مشرقی یورپ ۱۹۴۸۔۵۶ء

سی آئی اے کے سربراہ ،،ایلن ڈیولس،، نے شطرنج کی ایک شاندار چال چلتے ہوئے پولینڈ کے ایک اعلیٰ افسر دفاع ''جوزف سویٹلو'' کو اُکسایا کہ وہ متنازعہ امریکی ''نوئیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیلڈ'' کو استعمال کرتے ہوئے مشرقی یورپ میں قومی سلامتی کی انتظامیہ کے اہلکاروں میں شدید احساس برتری، خود کو بہت کچھ سمجھنے کا جنون پیدا کر دے۔ اس کے نتیجہ میں بربیت کے لیے بے شمار مقدمے ہوئے، ہزاروں گرفتاریاں اور قیود عمل میں آئیں اور کم از کم سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔

جرمنی ۵۰ء کی دہائی

سی آئی اے نے مشرقی جرمنی میں وسیع پیمانے پر توڑ پھوڑ، دہشت گردی، اور آخری حد تک غلیظ کارروائیوں کا بازار گرم کرنے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی جنگ کے ہر ممکن حربے آزمائے۔ ۱۹۶۱ء میں دیوار برلن کی تعمیر کی بہت سی وجوہات میں سے یہ ایک نہایت اہم سبب تھا۔

امریکہ نے جرمنی میں ایک خفیہ شہری فوج بھی تشکیل دی جس نے ان ۱۲۰۰ اہم سماجی جمہوریت پسندوں، ۱۵ اشترا کیوں اور بے شمار دیگر اہم افراد پر مشتمل ایک فہرست تیار کی جنہیں سوویت حملے کی صورت میں ''راستے سے ہٹانا'' تھا۔

اس خفیہ فوج کی طرح کی کئی تنظیمیں پورے یورپ میں موجود تھیں جو کہ ''آپریشن گلیڈیو'' سی آئی اے اور دیگر خفیہ اداروں کا تیار کردہ تھا جو کہ اپنی کارروائیوں کے بارے میں کسی ریاست کے قانون کے سامنے جوابدہ نہیں تھا۔ ۱۹۴۹ء میں نیٹو کے قیام کے بعد یہ اس کے زیر اثر آ گیا۔ ''گلیڈ یٹرز'' نے یورپ میں دہشت گردی کی بے شمار کارروائیاں کی جن میں سے ایک اہم بولوگنہ ریلوے سٹیشن پر بم دھماکہ کی کارروائی تھی جس میں ۸۶ افراد ہلاک ہوئے۔ دہشت گردی کی ان کارروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ ان کا الزام بائیں بازو کی جماعت پر، دھر کے سوویت جارحیت کے خلاف عوامی اشتعال میں اضافہ کیا جائے اور اس کے ذریعے بائیں بازو کے انتخابی امیدواروں کو نقصان پہنچایا جائے۔ نیٹو کو یہ خوف تھا کہ اگر اس کے کسی رکن ملک میں بائیں بازو کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ ایسی قانون سازی کر سکتی ہے جو اس کے ملک میں نیٹو کے اڈوں اور کارروائیوں کے لیے خطرہ ثابت ہو گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران ۱۹۵۳ء

امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ کارروائی کے نتیجہ میں وزیر اعظم مصدق کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ مصدق پارلیمنٹ میں بھاری اکثریت کے نتیجہ میں وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز ہوا تھا مگر بدقسمتی سے اس سے ایک ایسی غلطی ہوگئی جو اس کی حکومت کے خاتمے کا باعث بنی وہ غلطی یہ تھی کہ اس نے ایران میں کام کرنے والی ایک برطانوی ملکیتی تیل کمپنی کو قومیانے کی تحریک شروع کر دی تھی۔ مصدق حکومت کے خلاف انقلاب کے نتیجہ میں شاہ کو دوبارہ مکمل اختیارات سونپ دیئے گئے اور جبر وتشدد کے ۲۵ سالہ دور کا آغاز ہوگیا جبکہ تیل کی صنعت دوبارہ غیر ملکی ملکیت میں دے دی گئی جس میں سے برطانیہ اور امریکہ ہر ایک نے ۴۰ فیصد حصہ حاصل کیا۔

گوئٹے مالا ۱۹۵۳ء سے ۹۰ کی دہائی تک

مزاح نگار ڈیو بیری نے موثر نظریہ کو مندرجہ ذیل تین سادہ سے نکات میں سمیٹ دیا ہے:

۱۔ اس کرہ ارض پر دوسری قوموں کو کسی قوم کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲۔ مگر ہمیں ہے۔

۳۔ ہاہاہا!!

جیک آربنیز کی جمہوری بنیادوں پر منتخب ترقی پسند حکومت کا تختہ' سی آئی اے کے منظم شدہ انقلاب کے ذریعہ الٹا اور اس کے بعد ۴۰ سال پر مشتمل فوجی دور حکومت کا آغاز ہوا۔ قاتل ٹولے کے برسر اقتدار آتے ہی تشدد' اغوا' پھانسیوں اور نا قابل تصور ظلم وستم کا بازار گرم ہوگیا جس میں ۲۰۰،۰۰۰ سے زائد افراد متاثر ہوئے۔ بغیر کسی اختلاف کے اسے بیسیوی صدی کا غیر انسانی دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ کئی سالوں بعد اس فوجی انقلاب کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ گوئٹے مالا سوویت یونین کے قبضہ میں جانے والا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ روسیوں کو اس ملک میں اتنی دلچسپی بھی نہیں تھی کہ اس کے ساتھ سفارتی تعلقات ہی رکھتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل مسئلہ یہ تھا کہ آربینز نے امریکہ کی ایک فرم یونائیٹڈ فروٹ کمپنی جس کے امریکی ایوان اقتدار میں نہایت قریبی تعلقات تھے کی غیر کاشت شدہ اراضی حکومتی تحویل میں لے لی تھی ۔مزید برآں امریکہ کو یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں گوئٹے مالا کی سماجی جمہوریت کی طرز کی حکومت لاطینی امریکہ کے دیگر ممالک میں بھی نہ پھیل جائے۔

۱۹۹۶ء میں حکومت اور باغیوں کے درمیان ہونے والے ''امن'' معاہدہ کے باوجود گوئٹے مالا میں انسانی حقوق کے احترام کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے ۔ یونین کے اراکین اور دیگر مخالفین کی ہلاکتوں کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہے' تشدد کی کارروائیاں دن بدن شدت اختیار کرتی جارہی ہیں' نچلا طبقہ آج بھی ہمیشہ کی طرح پس رہا ہے' فوج کو آج بھی ایک بھیانک ادارہ کی حیثیت حاصل ہے' امریکہ مستقل طور پر گوئٹے مالا کی فوج کو مسلح کرنے اور تربیت دینے میں مصروف ہے اس کے ساتھ ساتھ فوجی مشقیں بھی جاری ہیں اور اس ''امن معاہدہ'' کی بنیادی شرط یعنی فوجی اصلاحات اب تک نہیں کی گئیں۔

کوسٹاریکا' ۵۰ء کی دہائی کا وسط اور ۱۹۷۰ء

آزاد خیال امریکی سیاسی رہنماوں کے نزدیک صدر جوز فگیورز ایک ہمہ صفت ''آزاد خیال جمہوریت پسند'' تھا۔ اس کا سیاستدانوں کی اس قسم سے تعلق تھا جنہیں نہ صرف یہ کہ امریکہ خود پسند کرتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ دُنیا بھی انہیں پسند کرے۔ سیاستدانوں کی یہ قسم فوجی آمروں سے بھی زیادہ امریکی خارجہ پالیسی کی فطری مقلد ہوتی ہے۔ اس کے باوجود امریکہ نے فگیورز کا ۵۰ء کی دہائی میں اور غالباً ۷۰ء کی میں بھی جب وہ دوسری بار صدر بنا تھا تختہ اُلٹنے کی اور دوبارا اسکو خفیہ طور پر قتل کرانے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ ایک تو یہ کہ فگیورز بائیں بازو کے لیے سخت ثابت نہیں ہوا اسکے دور میں کوسٹاریکا' سوویت یونین اور مشرقی یورپ کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے والا وسطی امریکہ کا پہلا ملک بن گیا۔ دوسرے یہ کہ وہ مختلف مواقع پر امریکی خارجہ پالیسی پر کھلے عام اعتراضات کرنے لگا تھا جیسے کہ جنگلی سور بھونکتے ہیں

مشرقِ وسطی ۱۹۵۶۔۵۸ء

آئزن ہاور نظریہ کے مطابق ''اگر مشرق وسطی کا کوئی ملک کسی ایسے ملک کی مسلح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارحیت کے خلاف جو بین الاقوامی اشتراکیت کے زیر اثر ہوا امریکہ سے مدد کی درخواست کرتا ہے تو امریکہ اسے مسلح فوجی امداد فراہم کرنے کیلئے تیار ہے'' آسان الفاظ میں اسے یوں کہہ لیجئے کہ امریکہ کے سوا کسی کو برتری کی یا مشرقی وسطی اور اس کے تیل کے ذخائر کی طرف دیکھنے کی بھی یا اس پر اثر انداز ہونے کی قطعی اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کسی نے ایسے کرنے کوشش کی تو اسے ''اشتراکی'' قرار دیا جائے گا۔ اس پالیسی کے عین مطابق امریکہ نے دوبار شام کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی' اردن اور لبنان میں امریکہ کی حمایت یافتہ حکومتوں کے خلاف اٹھنے والی تحریک کو کچلنے اور انہیں خوفزدہ کرنے کے لیے بحیرہ روم میں طاقت کے کئی مظاہرے کیے لبنان میں ۱۴ ہزار فوجی دستے اتارے اور مصر کے صدر ناصر کی حکومت کا تختہ الٹنے اور ان کے خفیہ قتل کی سازش تیار کی گئیں کیونکہ ان کی عرب قوم پرستی امریکہ کے لیے مصیبت بن گئی۔

انڈونیشیا ۵۸۔۱۹۵۷ء

صدر ناصر کی طرح سوئیکارنو بھی تیسری دنیا کے رہنماؤں کی اس قسم سے تعلق رکھتا تھا جو امریکہ کے لیے کسی طور قابل برداشت نہیں۔ ایک قوم پرست جو سرد جنگ کے دوران نہایت سنجیدگی سے غیر جانبدارانہ پالیسی پر عمل پیرا رہا۔ جس نے امریکہ کے ساتھ ساتھ چین اور سوویت یونین کے دورے بھی کیئے جس نے ایک سابقہ نوآبادیاتی طاقت ہالینڈ کی کئی نجی ملکیتیں قومیالیں اور انڈونیشیا کی کمیونسٹ پارٹی پر پابندی عائد کرنے سے صاف انکار کردیا جو قانونی دائرہ میں اپنے امور سرانجام دے رہی تھی اور انتخابی حلقوں میں قابل قدر حیثیت کی حامل تھی۔ سوئیکارنو کی یہ پالیسیاں امریکہ کے لیے شدید خطرہ کا باعث بن رہی تھیں کیونکہ یہ تیسری دنیا کے دیگر ممالک کو بھی ''غلط راہ'' پر ڈال سکتی تھیں یہی وجہ ہے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے سی آئی اے نے انتخابات میں حسب منشاء نتائج کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہانا شروع کردیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سوئیکارنو کے خفیہ قتل کی سازشیں تیار کی گئیں' اسے جعلی فلم کے ذریعہ بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی اور حکومت کے خلاف پوری قوت کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے مخالف فوجی افسران کو ساتھ ملایا گیا اس میں امریکی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائلٹوں کی طرف سے ہونے والی بمباری بھی شامل تھی مگر سویکارنوان سب سے محفوظ رہا۔

ہیٹی ۱۹۵۹ء

ہیٹی کے بدنام زمانہ آمر فرینکوئس ڈویلئیر کے فوجی دستوں کی تربیت پر مامور امریکی فوجی مشن نے کیوبا اور دیگر لاطینی امریکیوں کے حمایت یافتہ ہیٹی کے چھوٹے سے گروپ کی جانب سے ڈویلئیر حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کو ناکام بنانے کے لیے اپنی فضائی، بحری اور بری طاقت کا بھرپور استعمال کیا۔

مغربی یورپ ۵۰ء سے ۶۰ کی دہائی

دو دہائیوں تک سی آئی اے نے امریکی فلاحی تنظیموں، خیراتی اداروں اور اسی طرح کے دیگر اداروں کے ذریعہ جن میں کچھ سی آئی اے کے اپنے منظّم کردہ تھے پورے مغربی یورپ کی تنظیموں کو خفیہ طور پر رقم کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس خفیہ امداد سے فائدہ اُٹھانے والی سیاسی جماعتیں، جرائد، خبر رساں ادارے، صحافی، مختلف النوع یونین، مزدور تنظیمیں، طلباء، نوجوانوں کی تنظیمیں، وکلاء ایسوسی ایشنز اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ادارے بظاہر آزاد تھے مگر حقیقت میں وہ امریکہ کے خدمت گار تھے جو سرد جنگ کے دوران اپنی اپنی سطح پر امریکہ کے اشتراکیت مخالف ایجنڈا پر نہ صرف عمل پیرا تھے بلکہ اس کے فروغ کے لیے نہایت تندہی سے مصروف عمل تھے۔ ایک ایسا ایجنڈا جس نے فوج کے زیر اثر اور متحدہ مغربی یورپ کو بھی شامل کو لیا تھا۔ پھر مغربی یورپ صرف امریکہ حلیف ہی نہیں بنا بلکہ اس کے زیر اثر آ گیا اور فرضی سوویت خطرے سے نمٹنے کے لیے مشترکہ منڈی اور نیٹو کو پناہ گاہ تسلیم کرتے ہوئے ان کی حمایت شروع کر دی۔

برطانوی گیانا ۱۹۵۳ء۔۶۴

امریکہ اور برطانیہ نے مل کر جمہوری طور پر منتخب رہنما چیڈی جگن کی زندگی اس حد تک اجیران کر دی کہ بالآخر اسے اقتدار سے علیحدہ ہونا پڑا۔ (تفصیلات کے لیے انتخابات والا باب ملاحظہ فرمائیے) جگن کا شمار بھی تیسری دُنیا کے ان رہنماؤں میں ہوتا ہے جنہوں نے خود مختار اور غیر جانبدار رہنے کی پالیسی اپنا کر امریکہ کے لیے مستقل طور پر پریشانی اور خطرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورتحال پیدا کر دی تھی۔اس نے امریکہ کے غضب کو للکارنے کی کوشش کی تھی۔اگرچہ وہ بائیں بازو سے تعلق رکھتا تھا اور سوئیکارنو اور آرینیز سے بھی زیادہ نظریات کا مالک تھا مگر اس کی حکومتی پالیسیاں انقلابی نہیں تھیں۔اس کے باوجود امریکہ کے لیے مستقل خطرہ تھا' ایک ایسا ہدف جو مستقبل میں خطرناک صورتحال پیدا کر سکتا تھا۔وہ سامراجیت کے مقابلہ میں ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کر رہا تھا جو آنے والے وقت میں بہترین اور کامیاب ترین نظام ثابت ہو سکتا تھا اور حقیقتاً سامراجیت کے مقابلہ میں اس کے تشکیل کردہ نظام معاشرت کو ترجیح دی جاتی یہی وجہ ہے کہ جان ایف کینڈی نے بذات خود اس کی حکومت کے خاتمہ کا حکم دیا اس سے قبل صدر آئزن ہاور نے بھی ایسا ہی حکم صادر کیا تھا۔

گھیانا جوجگن کے دور میں اس علاقہ کے خوشحال ممالک میں سے ایک تھا۔۸۰ء کی دہائی تک غریب ترین ممالک کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا اور اس کی سب سے بڑی برآمد اس کے شہری بن گئے تھے۔

سوویت یونین ۴۰ء سے ۶۰ء کی دہائی

امریکہ نے بے شمار جلاوطن روسیوں کو ان مقاصد کے لیے سوویت یونین میں داخل کیا کہ وہ فوجی اور تکنیکی اڈوں کے بارے میں خفیہ معلومات اکٹھی کریں' خفیہ قتل کریں' شناختی دستاویزات کے جدید نمونے حاصل کریں' مغربی جاسوسوں کو بحفاظت نکالنے میں مددگار ثابت ہوں' دہشت گردی اور انتشار پھیلائیں مثال کے طور پر ریل گاڑیوں کو پٹڑیوں سے اتارنا' پل اڑانا' اسلحہ فیکٹریوں اور بجلی کے پلانٹ پر حملے وغیرہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اشتراکی حکومت کے خلاف مزاحمتی تحریک کی صورت میں مسلح سیاسی جدوجہد شروع کریں۔ اس سلسلہ میں سی آئی اے کی سوویت یونین کے خلاف پراپیگنڈہ مہم بھی پورے جوش وخروش سے جاری تھی۔انگریزی میں معروف مصنفین سے سوویت یونین کے خلاف ہزاروں کتابیں لکھوا کر نہ صرف شائع کی گئیں بلکہ سینکڑوں غیر ملکی زبانوں میں ان کے تراجم کرا کے دنیا بھر میں تقسیم کی گئیں۔

ویتنام ۱۹۴۵ء۔۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈک گریگری کے الفاظ میں "ہم ویتنام کیا کر رہے ہیں؟ پہلے کو ختم کرنے کے لیے سیاہ فام کو استعمال کر رہے ہیں تا کہ سفید فام اس زمین پر قابض رہ سکے جو سرخ سے حاصل کی تھی۔"

اس اکھاڑ پچھاڑ کا آغاز اس وقت ہوا جب امریکہ نے فرانس کا ساتھ دیا جو کہ سابقہ نو آبادکار جاپانیوں کا مددگار اور ہو چی منہ اور اس کے ساتھیوں کا بہت بڑا مخالف تھا۔ جنہوں نے جنگ میں اتحادیوں کا ساتھ دیتے ہوئے امریکہ کے ہر اقدام کی حمایت کی تھی۔ مگر بہر حال ہو چی منہ کسی حد تک "اشتراکی" تھا۔ (ان میں سے ایک جو آپ کے لیے خطرہ تھے) اس نے صدر ٹرومین اور محکمہ خارجہ کو بے شمار خطوط لکھے جن میں ویتنام کو فرانس سے آزاد کرانے اور ملک کے لیے پرامن حل تلاش کرنے کے لیے امریکی امداد کی درخواست کی گئی تھی۔ مگر امریکہ نے اس کی التجاؤں کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ کیونکہ بہر حال وہ کسی حد تک "اشتراکی" تھا۔ ہو چی منہ نے امریکہ کے سامنے ویتنام کی آزادی کا نیا اعلامیہ پیش کر دیا جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا تھا کہ "سب انسان برابری کی بنیاد پر پیدا کیے گئے ہیں۔ ان کے خالق نے انہیں ایک برابر حقوق دیئے ہیں ......" مگر امریکہ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ کیونکہ بہر حال ہو چی منہ کسی حد تک "اشتراکی" تھا۔

بیس سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد اور دس لاکھ سے زائد ہلاکتیں ہو جانے کے بعد امریکہ کو ویتنام سے اپنی فوجیں نکالنی پڑیں۔ عام خیال یہ ہے کہ امریکہ کو اس جنگ میں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا مگر ویتنام کو مکمل طور پر تباہ کر کے اس کی زمین کی تہوں اور پانی میں زہر بھر کر اس کی نسلیں برباد کر کے امریکہ نے اپنا بنیادی مقصد حاصل کر لیا تھا وہ ایشیاء کی ترقی کا راستہ روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ بہر حال ہو چی منہ کسی حد تک "اشتراکی" تھا۔

کمبوڈیا ۱۹۵۵ء۔۷۳

پرنس سہانوک کا شمار بھی ان رہنماؤں میں ہوتا ہے جو کسی طور امریکہ کے لیے قابل قبول نہیں ہوتے۔ اس کی حکومت کے خلاف کئی سالوں پر محیط زیادتیوں کے بعد جن میں اس کے خفیہ قتل کے منصوبے اور ۱۹۶۹ء۔۷۰ کے دوران ہونے والی بدنام زمانہ نکسن کسنجر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفیہ کارپٹ بمباری جیسی کارروائیاں شامل تھی بالآخر ۱۹۷۰ء میں ایک انقلاب کے ذریعے امریکہ سہانوک حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ سارا کھیل پالیوٹ اور اس کی خمیر روج کے لیے راہیں ہموار کرنے کے لیے کھیلا گیا تھا۔ آخر کار پانچ سال بعد وہ برسر اقتدار آ گئے مگر اس عرصہ میں امریکی بمباری سے کمبوڈیا کی معیشت بری طرح سے تباہ ہو چکی تھی۔ پرانا کمبوڈیا ہمیشہ کے لیے برباد ہو کے رہ گیا تھا۔

اس بدقسمت ملک کے لیے خمیر روج بہت بڑا عذاب ثابت ہوئی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ پالیوٹ اور خمیر روج کی ویتنامیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کے بعد امریکہ نے ان کی مکمل حمایت اور ہر طرح سے امداد کی۔

لاؤس ۷۳۔۱۹۵۷ء

لاؤس کی بائیں بازو کی جماعت نے ''پلتھیٹ لاؤ'' کی سربراہی میں ملک میں پرامن طریقے سے معاشرتی تبدیلی لانے کی سعی کرتے ہوئے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کے بعد مختلف جماعتوں کے اتحاد سے حکومت قائم کی۔ مگر امریکہ کو اس سارے عمل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی تبھی تو سی آئی اے اور محکمہ خارجہ نے طاقت کے استعمال' رشوت اور مختلف النوع دباؤ کے ذریعہ ۱۹۵۸، ۱۹۵۹اور ۱۹۶۰ء میں انقلاب ترتیب دیئے۔ ایسے میں پلتھیٹ لاؤ پاس مسلح طاقت کے استعمال کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سی آئی اے نے اپنی مشہور فوج کلینڈسٹائن'' منظم کی جس میں تیئں ہزار ایشیائی لڑائی میں حصہ لینے کے لیے اکٹھے کئے گئے تھے جبکہ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۳ء کے دوران امریکی فضائیہ نے لاؤس کے بے یارو مددگار شہریوں پر بیس لاکھ ٹن بم برسائے۔ لاؤس کے شہریوں کی اکثریت آسمان سے نازل ہونے والے اس عذاب سے بچنے کے لیے سالہا سال تک غاروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ ویتنام کے واقعات کو روشنی میں جب پلتھیٹ لاؤ نے ملک کا نظم و نسق سنبھالا تو لاکھوں ہلاکتیں اور اس سے زیادہ لوگ معذور ہو چکے تھے جبکہ بمباری سے متاثرہ بے شمار دیہاتوں کے صرف آثار ہی رہ گئے تھے۔

عراق ۶۳۔۱۹۵۸ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولائی ۱۹۵۸ء میں جنرل عبدالکریم قاسم نے بادشاہت کا تختہ اُلٹ کے عوامی حکومت قائم کردی۔ گو کہ وہ اصلاحات کا حامی تھا مگر کسی لحاظ سے بھی انتہا پسند نہیں تھا۔ البتہ اس کے اقدامات نے عوام الناس میں انقلابی جوش و خروش پیدا کر دیا اور عراقی کمیونسٹ پارٹی کا زور بے حد بڑھ گیا۔ اسی سال اپریل میں سی آئی اے کے ڈائریکٹر ایلین ڈیوس نے کانگریس کے سامنے حسب عادت بات کو بڑھا چڑھا کے بیان کرتے ہوئے کہا ''عراق کے اشتراکی بعث مکمل طور پر حکومت پر قابض ہونے ہی والے ہیں اور اس وقت عراق دُنیا بھر میں سب سے زیادہ خطرناک صورتحال سے دوچار ہے۔'' جبکہ حقیقت یہ تھی کہ قاسم سرد جنگ کے دوران غیر جانبدارانہ کردار ادا کر رہا تھا اور اشتراکیت مخالف پالیسیوں کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ انہیں نہ تو اس نے اپنی کابینہ میں نمائندگی دی تھی، نہ ہی مکمل قانونی حیثیت حالانکہ وہ ان دونوں اقدامات کے شدت سے خواہشمند تھے۔ وہ اشتراکیوں کو علیحدہ رکھتے ہوئے دیگر نظریاتی گروہوں کی مدد سے اقتدار کو قائم رکھے ہوئے تھا۔

۱۹۵۸ء کے انقلاب کے فوری بعد امریکہ کے جوائنٹ چیفس آف سٹاف نے امریکہ اور ترکی کے مشترکہ حملے کا ایک خفیہ منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ کہا جاتا ہے سوویت یونین کی جانب سے عراق کی حمایت کی دھمکی نے امریکہ کو اس منصوبہ پر عملدرآمد نہیں کرنے دیا۔ مگر دوسری چال چلتے ہوئے ۱۹۶۰ء میں امریکہ نے کرد گوریلوں کی مالی امداد شروع کر دی جو اختیارات کے حصول کی لڑائی میں مصروف تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ سی آئی اے نے قاسم کے خفیہ قتل کی کوشش بھی کی جو ناکام رہی۔

عراقی رہنما نے اس وقت تو خود کو بالکل ہی توپ کے دہانے پر بٹھا دیا جب اسی سال اس نے تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم (اوپیک) کی تشکیل میں مدد کی۔ یہ وہ تنظیم تھی جس نے عربوں کے تیل پر چلنے والی مغربی تیل کمپنیوں کی اجارہ داری کو چیلنج کیا تھا اور ۱۹۶۲ء میں تو قاسم نے قومی تیل سے استفادہ کرنے کے لیے قومی تیل کمپنی قائم کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروری ۱۹۶۳ء میں قاسم نے فرانسیسی اخبار "لی مونڈے" کو بتلایا کہ امریکہ نے مجھے خاصے کھلے الفاظ میں دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو عراق کے خلاف پابندیاں عائد کر دی جائیں گی...... دراصل سامراجیوں (امریکہ اور برطانیہ) کے ساتھ ہماری مشکلات کا آغاز اسی روز سے ہو گیا تھا جب ہم نے کویت پر اپنے قانونی حق کا دعوی کیا تھا۔" (مشرقِ وسطی کے تیل کی دولت پر قابض ہونے کی امریکی و برطانوی خواہش کے سلسلہ میں کویت کو بنیادی حثیت حاصل تھی) قاسم کے اس بیان کے شائع ہونے کے محض چند دن بعد ایک انقلاب کے ذریعہ اس کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور نہایت مختصر کارروائی کے بعد اسے پھانسی دے دی گئی جبکہ ہزاروں کی تعداد میں اشتراکی ہلاک کر دیئے گئے۔ اس کارروائی کے فوری بعد وزرات خارجہ نے پریس کو بتایا کہ

"یہ نہایت خوش آئند بات ہے کہ نئی حکومت بین الاقوامی معاہدوں کی تعظیم کرے گی اور وہ عراق کے سب سے بڑی تیل کی کمپنی کو جس کا ایک بڑا حصہ امریکہ کی ملکیت ہے قومیانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔"

اس نئی حکومت نے کم ازکم اس وقت تو کویت پر اپنے دعوے کے حوالے سے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ بعد ازاں برطانوی کابینہ کی ۱۹۶۳ء کی دستاویز کے ذریعہ انکشافات ہوئے کہ اس انقلاب کے پیچھے برطانیہ اور سی آئی اے تھے۔ (بشکریہ "روگ سٹیٹ" از ولیم بیلم)

یہ تو گزشتہ حقائق تھے جبکہ حال ہی میں امریکہ نے صدام حکومت کے خاتمہ کے لئے جو جنگی اقدام کیا، اس کی سنگینی اور وحشت نے امریکہ کی گزشتہ مکاریوں کو بھی مات کر دیا!

اس کے علاوہ بھی بے شمار ممالک میں امریکہ نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے ہمیشہ دہشت گردی کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "دنیا کا شائد ہی کوئی ملک ہوگا جہاں امریکہ نے مداخلت نہ کی ہو"!! مزید تفصیل کے لئے دیکھئے امریکی صحافی "ولیم بیلم" کی کتاب "روگ سٹیٹ" جس کا اردو ترجمہ بھی "بدمعاش امریکہ" کے نام سے دستیاب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 8

خدا کی مغضوب ترین قوم ۔۔۔ یہودی!

- ❑ دنیا پر قبضہ کے یہودی عزائم
- ❑ (یہودی پروٹوکولز کی روشنی میں)
- ❑ دنیا پر حکومت کے صیہونی عزائم
- ❑ فلسطین اور دہشت گرد یہودی!
- ❑ یہودیوں کا انجام ۔۔۔ ایک نبویؐ پیش گوئی!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا پر قبضہ کے یہودی عزائم
(یہودی پروٹوکولز کی روشنی میں)

1918ء میں یہودیوں کی ایک سازش پکڑی گئی جس کے انکشاف پر پورے یورپ میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ یہ خفیہ دستاویزات Protocols of the Elders of Zions کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں یہود کے وہ منصوبے درج ہیں جو انہوں نے دنیا کو اپنا غلام بنانے کے سلسلہ میں تیار کر رکھے ہیں۔ سازش اس طرح پکڑی گئی کہ ان پروٹوکولز کی ایک کاپی یہود کی خفیہ تنظیم 'فری میسن' کی ایک اعلیٰ عہدہ دار خاتون کے گھر سے چوری ہوگئی، جو کسی طرح سے 1902ء میں دو روسی اخباروں نے شائع کردی۔ روسی پادری پروفیسر سا جائی، اے، نائلس نیاس کے دنیائے عیسائیت کے خلاف ایک عظیم سازش کو محسوس کیا اور اسے جذبۂ خدمت مذہب و انسانیت کے تحت 1905ء میں کتابی صورت میں شائع کردیا۔ یہ کتاب بے حد مقبول ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سالہا سال سے یورپ بھر میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات کا کسی نہ کسی طرح سے یہودیوں کے ساتھ رشتہ جُڑ رہا ہوتا اور انہی کے مفادات کو تقویت پہنچ رہی تھی۔

سازش طشت از بام ہو جائے یا ناکام ہو جائے، اس سے جان چھڑانے اور اس کے وجود سے انکار کئے بغیر کوئی راستہ نہیں ہوتا، چنانچہ یہود نے ان سے مسلسل اظہار لاتعلقی کیا۔ عالمی انصاف کو پکار پکار کر اپنی ''بے گناہی'' کا یقین دلایا لیکن شواہد کی جو کڑیاں یکے بعد دیگرے آپس میں ملتی رہیں، ممتاز شخصیات کے پراسرار قتل و اغوا کے جو واقعات منظر عام پر آتے رہے، وہ ان پروٹوکولز کے مقاصد سے اتنی گہری مناسبت رکھتے تھے کہ یہودیوں کی کذب بیانی کا پردہ مسلسل چاک ہوتا رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک بھی کہا کہ "اگر بالفرض پروٹوکولز کی یہ ڈائری جعلی ہے تو بھی یہودیوں کے دماغ کو ٹھیک طور پر پڑھ کر بنائی گئی ہے کیونکہ اس میں کہی گئی ایک ایک بات درست ثابت ہو رہی ہے!!"

آئندہ سطور میں انہی پروٹوکولز میں سے چند ایک کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خلاصہ روسی صحافی "وکٹر ای مارسڈن" کے انگریزی ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

پروٹوکول:(1)

دنیا میں طاقت اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے کئی تصورات کے تحت کام ہو رہا ہے ۔تاہم اس ضمن میں ہمارے (یعنی ہم یہودیوں کے تصورات) غیر یہودی اقوام کے تصورات سے مختلف اور منفرد ہیں ۔ہم طاقت کو حق یا غلبہ کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں ۔اس لئے ہمارے نزدیک حق طاقت کے اندر ہی پوشیدہ ہے۔ بنابریں ان پروٹوکولز (دستاویزات) میں ہم مروجہ تصورات کے عمومی معنوں سے ہٹ کر اپنے مقاصد کے تحت ان کے معنی متعین کریں گے۔

اقتدار، حق اور طاقت!

یہ امر نوٹ کیا جانا چاہئے کہ دنیا میں اچھے لوگوں کی بہ نسبت برے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔اس لئے ان پر کامیاب حکمرانی جبر و تشدد اور دہشت گردی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ علمی بحث مباحثوں سے نہیں ۔ ہر شخص اقتدار اور قوت حاصل کرنے کا متمنی ہے اور اسے حاصل کرنے کے بعد ڈکٹیٹر بن جاتا ہے ۔ایسے لوگوں کی تعداد واقعی بہت کم ہے جو سب کے اجتماعی مفادات کو اپنے ذاتی مفادات پر قربان کرنے کے لئے رضامند نہ ہوں۔

سیاسی آزادی!

سیاسی آزادی محض ایک تصور کا نام ہے، اس میں کوئی ٹھوس حقیقت نہیں ہے، ہمیں اس تصور کو بوقت اشد ضرورت استعمال کر کے عوام کو اپنے گرد جمع کر لینا چاہئے تاکہ صاحبان اقتدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ان کی مدد سے گرایا جائے اور گرا کر تباہ و برباد کیا جائے۔ اگر ہمارا حریف یعنی حکومت، سیاسی آزادیوں کے تصور سے سرشار ہو اور نام نہاد لبرل ازم کی حامی ہو تو اس کو گرانا اور بھی زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی حکومت اپنے لبرل ازم کے عہد کو نبھانے کے لئے اپنے اقتدار کا کچھ حصہ قربان کرنے پر آمادہ رہتی ہے۔ بس اسی سے اس نظریہ کی کامیابی دکھائی دیتی ہے۔

قوت زر!

جو طاقت کسی زمانے میں لبرل حکمرانوں کو حاصل ہوتی تھی ہمارے دور میں آج وہ زر یا سونے کو حاصل ہے، یہ دو زمانے ہو کرتے تھے، جب عقیدے اور ایمان کی حکمرانی تھی (مگر یہ اب نہیں ہے) آزادی کے تصور کو حقیقت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا کیونکہ کسی کو اس کے صحیح اور اعتدال پسندانہ استعمال کا طریقہ ہی معلوم نہیں ہے۔ کسی طبقے یا علاقے کے لوگوں کو کچھ عرصہ کے لیے محدود آزادی یا سیلف گورنمنٹ سونپ کر دیکھ لیجئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک غیر منظم گروہ ابھر آئے گا، ایک ہی نہیں کئی گروہ نمودار ہو جائیں گے جو ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں گے۔ ہر طرف جھڑپیں، اختلاف و انتشار، بدنظمی اور خانہ جنگی کی کیفیت دکھائی دینے لگے گی بالآخر سب کچھ مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔

اخلاقی اقدار! سیاست اور اخلاق میں کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی۔ اخلاقی قدروں کا علمبردار انسان کبھی ماہر سیاستدان کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا اقتدار کبھی پائیدار و مستحکم نہیں ہو سکتا۔ مضبوط حکمرانی کرنے کے لئے خواہش مند شخص کو مکر و فریب، چالاکی و عیاری، ظاہر داری اور بناوٹی ور یہ اختیار کرنے پر قدرت حاصل ہونی چاہیے۔ دیانت و امانت، قومی کردار اور حق گوئی وغیرہ قسم کی اخلاقی اقدار کا کاراز سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست میں یہ چیزیں خوبیاں نہیں بلکہ عیب شمار ہوتی ہیں۔ ان اقدار کو اختیار کرنے والے حکمرانوں کا زوال ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ وہ ایسی تباہی کو دعوت دیتے ہیں جو کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقتور ترین دشمن کے ہاتھوں بھی ممکن نہیں ہوتی۔لہذا ان اوصاف کو غیر یہودی مملکتوں میں ہی پھلنے پھولنے دیجئے۔ان سے ہمارا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔

عوام کی کمزوری!

عوام میں چند فطری کمزوریاں ہوتی ہیں۔ہمیں اپنے پروگراموں پر عمل کرنے کے لئے عوام کی کمزوریوں پر پوری نظر رکھنی چاہیے۔عوام الناس اندھے،بے شعور،کم عقل اور بے سمجھ ہوتے ہیں۔ان کے اندر بدمعاشی،بدذاتی،پاپہ پن،کسی اصول پر کاربند نہ رہنے اور ہڑبونگ مچانے کے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ان رجحانات کی وجہ سے وہ ہر کسی کی انگلیوں کے اشارے پر ناچ سکتے ہیں۔دراصل وہ کسی بھی طاقت کے غلام اور اس کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ایک اندھا دوسرے اندھے کی رہنمائی تو نہیں کرسکتا لیکن اس کو تباہی کی راہ پر ضرور ڈال سکتا ہے۔عوام میں سے جو شخصیت بھی ابھرے گی،عقل وخرد سے خواہ کتنی ہی ذہین ہو،سیاسی امور سے ناواقفیت کے باعث عوام کے قائد کی حیثیت سے سامنے نہیں آسکتی اس کا یہ کردار اختیار کرنا ساری قوم کے لئے تباہی کا باعث بے گا۔لہذا وہی افراد جن کو بچپن میں خودمختار حکمران بننے کی تربیت ملی ہو،ان اصطلاحوں کو سمجھ سکتے ہیں جو سیاست کی ابجد (اے بی سی) کے حروف سے مرتب کی گئی ہوں۔اگر کسی قوم کو من مانی کرنے کی اجازت مل جائے یعنی اس کی باگ ڈور نو آموز سیاست دانوں کے ہاتھوں میں چلی جائے تو شان وشوکت کے حصول کی دوڑ کی وجہ سے بدنظمی اور تباہی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔

عیاشی اور فحاشی!غشیات نے غیر یہود لوگوں کے ہوش وحواس چھین لئے ہیں۔ان کی نوخیز نسل کو یونانی ولاطینی علم وادب،فکر وفلسفہ اور ان کے مخصوص زاویہ نگاہ کی اندھی تقلید نے حماقت میں مبتلا کردیا ہے۔ان کو بے وقوف بنانے میں لڑکپن کی آوارہ مزاجی اور بدقماشی کا بھی بڑا دخل ہے اور ہم نے اپنے خاص ایجنٹوں کے ذریعہ انہیں اس طرف مائل کرنے کا اہتمام کررکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع اور وسائل!

ہم صرف ذرائع اور وسائل کی فراوانی پر ہی بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نظریہ تشدد و بربریت کو بھی بروئے کار لا سکتے ہیں ہم تمام حکومتوں کو اعلیٰ حکومت (سپر گورنمنٹ) کے تحت لائیں گے۔ غیر یہودیوں پر اچھی طرح واضح کر دیا جانا چاہئے کہ ہم ہر گستاخی اور بے ادبی کا سر کچلنے کو روا سمجھتے ہیں۔ اس معاملے میں ہم سخت بے رحم ثابت ہوں گے۔

اسباب نصرت!

آزادی، مساوات اور بھائی چارہ (fraternity liberty, equality) کا جو نعرہ ہم نے دیا ہو نیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا ہے۔ یہ الفاظ ہر دور میں دیمک کی طرح غیر یہود کی فلاح و بہبود کو چاٹتے رہے اور امن و سکون آشتی اور سالمیت کو ختم کر کے ان کی مملکتوں کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہے۔

پروٹوکول: (2)

ہمارا مفاد اس امر کا متقاضی ہے کہ جہاں کہیں بھی جنگیں ہوں، ان کے نتائج علاقائی فتوحات کی صورت میں سامنے نہ آئیں۔ ایسا ہوا تو جنگوں کی نوعیت محض اقتصادی بن جائے گی اور متحارب قوموں کو ہماری امداد کی ضرورت پڑے گی جس کی وجہ سے وہ ہمارے بین الاقوامی ایجنٹوں کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ (ان ایجنٹوں میں یہودی اور غیر یہودی دونوں قسم کے ادارے شامل ہوں گے) جو عالمی واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان پر کسی خطے میں بھی پابندی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے بین الاقوامی روابط اور حقوق درحقیقت مقامی قومی حقوق کا صفایا کر دیں گے۔ ان قوموں پر صحیح معنوں میں ہماری حکمرانی ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے ریاستیں اپنے سول لاء کے ذریعے اپنے عوام پر حکمرانی کرتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ان کے باہمی تعلقات کو مربوط کرتی ہیں۔

یہودی ماہرین اور مشیر!

کسی ملک پر حکمرانی کے لئے ہم عوام ہی میں سے چند افراد کو منتخب کریں گے، ان کی اہم ترین خوبی ہمارے تابع فرمان ہونا ہے۔ ان کے لئے چونکہ نظم ونسق کا تجربہ ضروری نہیں ہوگا اس لئے وہ آسانی سے ہمارے آلہ کار بنیں گے لیکن وہ ہمارے مقرر کردہ مشیروں اور ماہرین کے محتاج ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ماہرین ایسے افراد ہوں گے جنہیں بچپن سے ہی انتظامی اور مملکتی امور کی تربیت دی گئی ہوگی۔

سائنسی معلومات کا یہ ذخیرہ ہمارے ماہرین نے بڑی ہوشیاری سے اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ غیر یہودی ذہنوں کو ایک خاص رخ پر لگا دے اور وہ اسی کو اصل سائنس سمجھتے رہیں۔ آپ ایک لمحہ بھر کے لئے بھی ذہن میں یہ بات نہ لائیے کہ بیانات محض الفاظی ہیں بلکہ ان کامیابیوں پر نگاہ ڈالئے جو ڈارون، مارکس اور نیٹشے کے نظریات کے اثرات کا ہی تو کرشمہ ہے کہ آج غیر یہودیوں کے قلقب واذہان نفاق اور انتشار سے دوچار ہیں۔

پریس کی طاقت!

یہ پریس ہی تو ہے جس کے ذریعہ آزادی تقریر کا عملی اظہار ہوتا ہے۔ غیر یہودی ریاستیں چونکہ اس طاقتور حربے کے استعمال سے ناآشنا اور بے بہرہ ہیں لہذا یہ طاقت کلی طور پر ہمارے ہاتھ آ چکی ہے۔ پریس کی وجہ سے ہم خود پس پردہ رہ کر غیر یہود عوام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی کے ذریعے ہم سونے جیسی قیمتی دھات پر قابض ہوئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروٹوکول:(3)

علامتی سانپ اور اس کی اہمیت

ہماری منزل اب صرف چند قدم دور رہ گئی ہے۔ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں۔ اس کا بہت ہی کم حصہ طے ہونا باقی رہ گیا ہے اور ہمارے اس علامتی سانپ کا حلقہ مکمل ہونے والا ہے، جس سے ہم اپنی قوم کے افراد کو تشبیہ دیتے ہیں۔ جس روز یہ حلقہ مکمل ہو جائے گا اس روز یورپ کی تمام مملکتیں ایک مضبوط ترین شکنجے کی لپیٹ میں آ جائیں گی۔

دستوری پیمانے!

غیر یہودی اقوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اپنے دساتیر کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کر لیا ہے۔ اس لئے وہ اب بالکل محفوظ ہوگئی ہیں لیکن ان کے یہ پیمانے عنقریب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ ہم نے ان کی تدوین اس انداز میں کی ہے کہ ان میں توازن کی وہ شدید خامیاں موجود ہیں جو مملکتوں کی جڑوں کو کھوکھلا کرتی ہیں اور وقت آنے پر ہم ان کو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی محور پر گردش کرا سکتے ہیں جبکہ غیر یہود ہمیشہ سے اس امید پر جیتے رہے ہیں کہ ان کے میزانوں میں توازن وقت گزرنے پر خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ لیکن ان کی امید پر بہت جلد پانی پھر جائے گا۔

دساتیر میں شامل عوام کے بنیادی حقوق محض فرضی ہیں، ان نام نہاد حقوق کا اصل حقوق سے کوئی تعلق نہیں۔ غریب آدمی کے لئے جمہوریت اور جمہوری حقوق کی حقیقت ایک شدید طنز کے سوا کچھ نہیں کیونکہ وہ دن بھر محنت و مشقت کی چکی میں پستا رہتا ہے، اسے ان حقوق کے استعمال کے لئے فرصت کہاں ملتی ہے، وہ تو ساتھیوں کی ہڑتالوں اور مالکوں کی تالہ بندیوں کے باعث ایک باقاعدہ اور یقینی اجرت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ان مظلوم طبقوں کو ان کے اصل حقوق دلانے کے لئے نجات دہندہ کے روپ میں آگے بڑھتے ہیں اور انہیں اپنی عسکری تنظیموں مثلاً سوشلسٹوں، انارکسٹوں اور کمیونسٹوں کی صفوں میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان تنظیموں کو اپنی اجتماعی تحریک، فری میسن کے ذریعہ ہر قسم کی مدد دیتے ہیں۔ ہمارا مقصد عوام کو معاشی مشکلات سے نجات دلانا نہیں اور نہ ہی ہمیں ان سے کوئی دلچسپی ہے، ہمیں جس چیز سے دلچسپی ہے وہ اس کے قطعی متضاد ہے، ہمیں تو ان کی تحقیر و تذلیل سے غرض ہے کیونکہ ہم غیر یہود کا صرف خاتمہ چاہتے ہیں، جس کی واحد صورت انہیں ایک دوسرے کے خلاف گتھم گتھا کرانا ہے۔

اقتصادی بحران کے اثرات، ان طبقوں کی باہمی نفرت میں مزید شدت پیدا کریں گے۔ یہ بحران تبادلہ زر میں رکاوٹیں پیدا کرے گا اور صنعت کو جام کر دے گا۔ اس طرح ہم اپنے تمام زیرزمین حربوں کو بروئے کار لاسکیں گے۔ زر کی مدد سے جو کہ سب کا سب ہمارے ہاتھوں میں ہے، ہم ایک عالمی معاشی بحران پیدا کر دیں گے۔

موجودہ دور میں ہم ایک بین الاقوامی قوت وحیثیت کے باعث ناقابل تسخیر بن چکے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی طاقت ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات کرتی ہے تو ہمیں تمام دیگر مملکتوں کی حمایت حاصل ہو جاتی ہے۔

پروٹوکول:(4)

مذہب پر مادے کی فوقیت

ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ لازم ہے کہ تمام مذاہب کی اہمیت ختم کر کے غیر یہودی افراد کے ذہن سے الوہیت اور روحانیت کی بیخ کنی کر دیں اور انہیں مادی ضروریات اور حسابی اعداد و شمار کے چکر میں الجھا کر رکھ دیا جائے۔

غیر یہودیوں کو صنعت اور تجارت کے چکروں میں ایسا پھنسا دیا جائے کہ انہیں سوچ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و بچار اور غور و فکر کے لئے کوئی وقت نہ مل سکے۔ اسی طرح تمام اقوام جلب زر اور منفعت اندوزی کے تعاقب میں یوں سرپٹ دوڑتی رہیں گی کہ اپنے مشترکہ دشمن کی طرف توجہ ہی نہ دے سکیں گی۔

اور پھر وہ وقت آئے گا جب نچلا طبقہ اس مراعات یافتہ ارز بردست طبقے کے خلاف بھڑک اٹھے گا کیونکہ انکے دلوں میں دولت کی خوعاہش کم لیکن نفرت وعناد اور بغض زیادہ بھرا ہوگا۔ یہ لوگ ہمارے حریفوں کے خلاف صف آرا ہوں گے اور ہمارے اشاروں پر چلیں گے۔ ان میں بڑے بڑے دماغ والے لوگ، فلسفی اور داناھی شامل ہوں گے۔

پروٹوکول: (5)

آمریت اور جدید ترقی (یہودی طرز حکومت!)

تمام عوامی قوتوں کو ہاتھ میں رکھنے کے لئے ہم شدیدی مرکزیت پیدا کریں گے اور نئے قوانین وضوابط کے ذریعہ اپنے محکوموں کی تمام سیاسی سرگرمیوں کو میکانکی انداز میں ایک نئے موڑ پر ڈالیں گے۔ ہمارے قوانین یکے بعد دیگرے تمام آزادیوں، مراعات اور سہولتوں کو سلب کرلیں گے جو غیر یہودیوں نے فراہم کررکھی ہیں۔ اس طرح مطلق العنانی ہماری سلطنت کا طرہ امتیاز ہے گا۔ یہ مطلق العنانی ہر جگہ اور ہر لمحہ اس غیر یہود قوت کا خاتمہ کرنے پر قادر ہوگی جو ہماری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گی۔

پروٹوکول: (6)

قرضے.... دنیا کو غلام بنانے کی تکنیک!

ہم بہت جلدی بڑی بڑی اجارہ داریاں قائم کریں گے۔ جو دولت اور زر کے بڑے بڑے ذخیرے ہوں گے۔ یہ وہ مراکز ہوں گے جن پر یہود کی قسمتوں کا اس حد تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انحصار ہوگا کہ سیاسی تصادم مول لینے کی صورت میں وہ اگلے ہی روز تمام ملکی قرضوں سمیت غرق ہو جائیں گے۔

غیر یہود کا طبقہ شرفاء سیاسی قوت کی حیثیت سے ختم ہو چکا ہے اسے اہمیت دینے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن بحیثیت زمیندار یہ لوگ اب بھی ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے ذرائع کی آمدنی کیلحاظ سے خود کفیل ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ انہیں انکے ذرائع آمدنی یعنی اراضی سے محروم کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے زرعی املاک پر زیادہ بوجھ ڈالنے اور اراضی قرضوں کے بوجھ تلے دبانے کی ضرورت ہوگی۔ ان اقدامات سے اراضی پر اجارہ داری کے رجحانات کا خاتمہ ہو سکے گا اور زمینداروں کیا ندر عجز و انکسار اور غیر مشروط اطاعت اور فرمانبرداری بھی پیدا ہو جائے گی۔

صنعت اور سٹے بازی!

اس کے ساتھ ساتھ ہم صنعت اور تجارت کی بھی بھرپور سرپرستی کریں گے اور اس میں سٹہ بازی کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے کیونکہ سٹہ صنعت کے لئے ایک حریف ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کی عدم موجودگی میں صنعتی اور تجارتی سرگرمیاں بڑھتی رہتی ہیں اور یہاں جمع ہونے والا زر، زراعت کو ترقی دینے میں صرف ہونے لگتا ہے۔ اس طرح کاشت کی تمام اراضی قرضوں وغیرہ کی ادئیگی کے بعد نجی ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی جو ہم نہیں چاہتے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ سٹہ بازی کے ذریعہ سرمایہ ہمارے پاس آجائے۔ اس طرح سے غیر یہود محض بھکاری محنت کش طبقے میں تبدیل ہو جائیں گے۔

غیر یہود کی صنعت کی مکمل تباہی کا سامان ہوتے ہوتے ہم سٹہ بازی کی مدد سے تعیشات کو فروغ دیں گے۔ عیش پرستی کی ہوس ہر چیز کو نگلتی رہے گی۔ ہم مزدوروں کی شرح اجرت کو بڑھائیں گے لیکن ساتھ ساتھ بنیادی ضروریات زندگی اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ کر دیں گے۔ اس طرح اجرتوں کی شرح بڑھنے سے حقیقتاً انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروٹوکول: (7)

عالمی جنگیں

ہمیں پولیس کے ذریعہ یورپ کی وساطت سے دوسرے براعظموں میں بھی فسادات ،انتشار اور جنگ وجدل کی آگ بھڑکانی ہے۔اس سے ہمیں دوہرا فائدہ ہوگا۔اول یہ کہ ہم تمام ملکوں اور قوموں کو اپنے قابو میں رکھ سکیں گے کیونکہ انہیں یہ خوف ہوگا کہ ہمارے پاس طاقت ہے،ہم جب چاہیں کسی کو بھی سزا دے سکتے ہیں اور جہاں چاہیں نظم ونسق قائم کر سکتے ہیں۔اس طرح تمام ممالک ہمیں ایک ناگزیر اور مطلق العنان قوت کے طور پر دیکھنے کے عادی ہو جائیں گے۔دوم،ہم ان تمام ڈوروں کو جو سیاسی نظاموں ،معاشی معاہدوں اور قرضہ جات کے وسیلوں سے مختلف ملکوں کی وزارتوں میں پھیلی ہوئی ہیں،الجھا کر رکھ دیں گے۔

پروٹوکول: (8)

عبوری حکومت (فری میسنز کے معاونین!)

ہماری انتظامیہ کو اپنے گردوپیش کی ان تمام قوتوں کو مجتمع کرنا ہوگا جن کے درمیان رہ کر ہمیں اپنے فرائض انجام دینا ہیں۔ہمارے ملازمین ومعاونین کے گرد ماہرین قانون بھی ہوں گے ،مشتہرین بھی اور ماہر منتظمین بھی ہوں گے۔ان میں سفارت کاری کے ماہرین کے علاوہ خصوصی سکولوں کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کے افسران بھی شامل ہوں گے۔یہ افراد سماجی ڈھانچے کےتمام اسرار رموز کے شناور ہوتے ہیں اور ان تمام زبانوں سے بھی واقف ہوں گے جو سیاسی سوچ کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔لہذا یہ ہر تفویض کردہ کام کو اچھی طرح انجام دے سکیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی معیشت!

ہماری انتظامیہ کو ماہرین معیشت کی بہت بڑی تعداد کی خدمات میسر ہوں گی یا یہ کہہ لیجئے کہ وہ ماہرین اقتصادیات سے گھری ہوئی ہوگی۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب ہماری مملکتوں کے کلیدی عہدوں پر ہمارے یہودی بھائی تعینات ہوں گے۔ ان کے تقرریوں میں نہ کوئی رکاوٹ ہوگی اور نہ کوئی خطرہ ہوگا۔

پروٹوکول: (9)

دوبارہ تعلیم کی ضرورت

عوام کو جب تک ازسرنو ہمارے نصاب کے مطابق زیور تعلیم سے آراستہ نہیں کیا جائے گا، ان قواعد وضوابط کا سب پر یکساں اطلاق ممکن نہ ہوگا۔

قتل عام! ہم قتل عام کریں گے اور کسی کو نہیں بخشیں گے۔ اپنی فوجوں کے سالار کی حیثیت سے قیادت ہمارے ہی ہاتھ میں ہوگی۔

طریق کار! ہم نے غیر یہود نوجوان نسل کو احمق، لاابالی، بدچلن اور اخلاقی طور پر دیوالیہ بنادیا ہے اور ان کی تربیت ایسے نظریات اور عقائد کی روشنی میں کی ہے جو ہمارے ہی پیش کردہ ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ قطعاً بے بنیاد اور غلط ہیں۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر غیر یہودیوں کو وقت آنے سے قبل ہماری سرگرمیوں اور منصوبوں کا اندازہ ہوجائے تو وہ مسلح ہوکر ہم پر ہلہ بول دیں گے۔ لیکن مغربی ممالک میں ہم نے انتہائی دور بینی اور حکمت عملی کے ساتھ اس امکان کے خلاف دہشت گردی کا منصوبہ تیار کرلیا ہے کہ اس کی تفصیل جاننے سے مضبوط دل والے انسان بھی لرز اٹھیں گے۔ اس منصوبے کے تحت وہ براوقت آنے سے پہلے ہی ہم تمام دارالحکومتوں کے زیرزمین بڑے بڑے شہر تعمیر کرلیں گے اور بارودی سرنگوں کا جال بچھادیں گے جہاں سے ان دارالسلطنتوں کو ان کے تمام دفاتر اور اداروں سمیت بھک سے اڑادیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروٹوکول:(10)

اقتدار کے لئے تیاری

ہم اپنے سرگرم کارکنوں کی وجہ سے راہ میں آنے والی تمام رکاوٹیں اور مزاحمتیں دور کر سکتے ہیں جب ہم نے اپنے انقلابی پروگرام کو مکمل کر لیا تو ان اقوام کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ "ہر معاملہ خراب ہو چکا ہے" آلام ومصائب نے سب کو بدحال کر دیا ہے۔ ہم آپ کے مصائب اور مسائل کے تمام اسباب یعنی قومیتوں، سرحدوں اور کرنسیوں سے پیدا ہونے والے تنازعات کو ختم کر دیں گے۔ آپ کو اختیار ہے کہ ہمیں بے شک قصوروار ٹھہرائیں لیکن ہم جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں، پہلے اسے پرکھ تو لیں۔ ایک موقع تو دیں۔

اس کے بعد عوام ہمارے گن گانا شروع کر دیں گے اور متفقہ طور پر امیدوں اور توقعات کا جشن مناتے ہوئے ہمیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیں گے۔ جب عوام نے ہمیں اپنا نجات دہندہ سمجھنا شروع کر دیا اور ہمیں اپنی مشکلات ومصائب کا حل سمجھنے لگ گئے تو انتخابات میں ہمارے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکے گا۔ انتخابات ہمارا اعلیٰ ترین ہتھیار بن جائیں گے، انہی کے ذریعہ ہمیں دنیا کی تاجداری بخشیں گے۔ اس طریقہ پر ہم ایک اندھی قوت پیدا کر دیں گے جو ہمارے ایجنٹوں اور کارندوں کی رہنمائی کے بغیر کبھی آگے نہیں بڑھ سکے گی اور ان کارندوں کو ہم عوام کا رہنما بنا کر پیش کریں گے۔

کٹھ پتلی صدر!

مستقبل قریب میں ہم صدر کے اختیارات کا بھی تعین کر دیں گے، اس وقت تک ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ جن امور کے لئے ہمارا یہ آلہ کار نام نہاد حکمران ذمہ دار ہوگا، ہم قانون کی ظاہری صورتوں کی پروا کئے بغیر انہیں خود پایہ تکمیل کو پہنچا دیں گے۔ ہمیں اس کی ہرگز کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ اقتدار کے بھوکوں کی صف میں کوئی رخنہ پڑ جائے یا صدارتی امیدواروں کا حصول ناممکن ہو جائے اور اس عمل میں رکاوٹ پڑنے سے بحران پیدا ہو جائے اور بالآخر وہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا پر حکومت کرنے کے صہیونی عزائم

........ایک تنقیدی جائزہ!

اس موضوع کو جانچنے اور اس کا تجزیہ کرنے کے کئی انداز ہو سکتے ہیں ۔تاریخی، واقعاتی ،فکری اور درسی اور ظاہر ہے کہ ایک مدرس تدریسی انداز سے ہی تجزیہ کر سکتا ہے۔ صہیونی سازشوں اور عزائم کی بات اتنی عام ہے کہ ہمارے ہاں ہونے والی معمولی بات بھی ان کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے۔کوئی ناگوار حادثہ ہے تو آسانی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی صہیونی سازش نظر آتی ہے۔ یہ انداز اتنا عام ہوا ہے کہ اب ایک مذاق کی بات بن گئی ہے، غالباً ایسا اس لیے ہے کہ صہیونی سازشیں ایک بدیہی حقیقت بن گئی ہیں اور اس کے لیے کسی بڑے استدلال کی ضرورت باقی نہیں ۔اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ ہے اپنی کم احتسابی کا رویہ۔ بدقسمتی سے ہم ایسے گروہ کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں جو اپنے اعمال اور اپنی حرکتوں کا تجزیہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ ہم جان بوجھ کر اس امر سے بے خبری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ہم خود کیا کر رہے ہیں؟ یہ ایک بہت آسان معاملہ ہے کہ ہم کہہ دیں کہ فلاں شخص یا فلاں گروہ کی وجہ سے ہمارے ساتھ یہ ہو رہا ہے لیکن اگر ہم اپنا احتساب کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ درست ہے یا غلط، یا جو کچھ ہو رہا ہے اس کا جائزہ لے لیں کہ اس میں کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں امریکی صہیونی

[کچھ لوگوں کو اپنی ہر ناکامی کے پیچھے 'صہیونی' سازش نظر آتی ہے، کچھ لوگ اس غیر صحت مند طرز فکر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ''دعوہ اکیڈمی'' (اسلام آباد) کے ڈائریکٹر جنرل، پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی کا زیر نظر مضمون دونوں مکاتب فکر کے لئے ایک معلومات افزا چیز ہے۔ بشکریہ ''دعوہ'' (اسلام آباد) فروری ۲۰۰۲ء]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزائم ہیں۔ ہمارے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ بندی ہے۔کیا حرج ہے کہ ہم جائزہ لیں کہ امریکہ کیا ہے؟ اوروہ کیا چاہتا ہے؟ صیہونیت کیا ہے؟ اوروہ کیا چاہتی ہے؟

اردو میں صیہونیت پر مبنی بہت سی کتابیں میسر ہیں۔ انگریزی میں اس پر جو لٹریچر ہے اس کی تو کوئی حد نہیں Protocols of the Elders of Zoin کے نام سے ایک ڈائری چھپی ہے جس کے بارے میں یہودیوں کا کہنا ہے کہ وہ جعلی ہے اوران کے مخالفوں نے اسے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جن لوگوں نے اس ڈائری کو پڑھا اور پھر ان حالات کا جائزہ لیا ہے جو علمی سطح پر ہیں یا مسلم ممالک میں جو ریشہ دوانیاں ہورہی ہیں تو وہ یقیناً کہیں گے کہ ان حالات سے تو ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر یہ ڈائری جعلی ہے تو بھی یہودیوں کے دماغ کو ٹھیک طور پر پڑھ کر بنائی گئی ہے کیونکہ اس میں کہی گئی ایک ایک بات درست ثابت ہورہی ہے۔

صیہونیت کے بارے میں ایک بنیادی نقطہ ذہن میں رہنا چاہیے تا کہ اس کے متعلق ہونے والی تمام باتیں صاف صاف سمجھ آئیں۔ وہ یہ کہ صیہونیت بنیادی طور پر ایک قومی اور نسلی تحریک (Nationalist Racist Movement) ہے۔ صیہونی یہودیوں کا نعرہ تھا ''صیہون کو واپس جاؤ'' (Back to Zoin) صیہون جو یروشلم میں 'جیبوسائٹ' (Jebusite) ایک مضبوط دفاعی مرکز تھا جس پر حضرت داؤد نے قبضہ کیا تھا۔ یہ غالبا مشرقی پہاڑی کے جنوبی حصے میں تھا اس پر ایک عبادت گاہ بنائی گئی تھی اور بعد میں پوری پہاڑی کو از وہن کا نام دیا گیا تھا۔ بعد کی تاریخ مین یروشلم کے شہر کو اس کے ہم معنی سمجھا گیا جس کے شہریوں کو صیہون کی بیٹیاں (Daughters of Zoin) کہا گیا۔ یہودیوں کے نسلی اور قومی مزاج میں یروشلم کی واپسی ایک آرزو اور ایک امنگ کے طور پر قائم رہی۔ سولہویں صدی میں نبوت کے مدعی داؤد روبنی (David Ruben) نے یورپ میں یہودیوں کی آزادی کا نعرہ لگایا اور اس شخص کو اٹلی، سپین اور ترکی میں بڑی پذیرائی ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھویں صدی میں انگریز ملنئیرز (Millanaiars) نے یہودیوں کی قومی امنگوں کو تقویت پہنچائی اور یہودیوں کو انگلستان میں رہائش کی سہولتیں میسر آ ئیں۔ یہ ایک طرح کی بنیاد تھی جہاں سے انہوں نے اپنے قومی وطن فلسطین میں جاکر آباد ہونا تھا 1666ء میں ایک یہودی شخص سباتائی سیبی (1626-27) (Sabbatai sebi) نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور سمرنا (Samyrna) سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے اثرات پورے مغربی یورپ میں پھیل گئے اور ہر علاقے کے یہودی فلسطین کی طرف ہجرت کو تیار ہو گئے۔ اگرچہ یہودیوں نے اسے مسیح ماننے سے انکار کردیا۔ لیکن فلسطین جانے کا جذبہ قوی تر ہو گیا۔

انگریزوں کے رواداری رویے اور یہودیوں کی مجموعی سرگرمیوں کے باعث فلسطین کے بارے میں ایک مشترک دلچسپی فروغ پانے لگی۔ انگریز ملنئیرز (Millanaiars) خصوصی طور پر معاون رہے۔ فلسطین کے امریکی اور برطانوی قونصلر لارڈ ایشلی (Lord ashley) وغیرہ نے ایسی سکیموں کی حوصلہ افزائی کی جن کے ذریعے فلسطین کے یہودیوں کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ یورپی طاقتوں نے سلطنت عثمانیہ میں مداخلت کے لیے (Estern question) کے عنوان سے ایک پالیسی وضع کر رکھی تھی جس کا بظاہر مقصد ان علاقوں کی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ تھا لیکن حقیقت میں سلطنت کو تباہ کرنا مقصود تھا۔

سیاسی مصنفین اس امر پر زور دے رہے تھے کہ فلسطین میں برطانیہ کے زیرانتداب ایک یہودی ریاست قائم کی جائے جو ہندوستان تک پہنچنے کے رستہ کو محفوظ بنانے میں معاون ثابت ہوگی۔ ہولنگز ورتھ (Holings worth) نے 1852ء میں "Palestine jew in" کے عنوان سے کتاب لکھی۔ جب لارنس اولیفنٹ (Laurance oliphant) عثمانی خلیفہ سے آزاد یہودی ریاست کے لیے مذاکرات کررہا تھا تو اسے لارڈ بیکن فیلڈ (Lord beaconfield) اور لارڈ سالسبری (Lord salisbary) کی پرزور حمایت حاصل تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی کے وسط میں Mosas hess (1874-1895ء) مغربی یورپ میں Hireschkalish (1795-1874ء) اور مشرقی یورپ میں صیہونیت کی تبلیغ اور فروغ میں سرگرم تھے۔ اسی دوران یورپ میں یہودیوں کے خلاف ان کے رویہ کی وجہ سے جذبات ابھرے تو لائی لشکر (1821-1891ء) نے یہودیوں کی آزادی کے لیے ایک ریاست کا مطالبہ کیا۔ اور 1892ء میں تھیوڈر ہرزل نے ''یہودی ریاست'' کے نام سے کتاب لکھی۔ جس میں اس ریاست کی تفصیلات تھیں۔ سکیم کو پورے یورپ میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ اور 1897ء جیوئش کانگریس منعقد ہوئی جس میں صیہونی تنظیم قائم کی گئی جس کے ذمہ ان مقاصد کا حصول تھا جسے کانگریس نے پاس کیا۔

ڈاکٹر ہرزل 1901ء اور 1902ء میں سلطان عبدالمجید سے ملا اور یہودیوں کے لیے مراعات حاصل کرنے کی خاطر مذاکرات کیے لیکن ناکام رہا۔ تاہم یہودیوں کی آبادکاری کے لیے برطانوی و امریکی امداد مسلسل حاصل رہی۔ 1892ء سے 1914ء تک 45000 یہودی فلسطین میں آباد ہوئے۔ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم سے پہلے ان کی تعداد 90000 تھی۔ برطانوی دلچسپی کا اندازہ بالفورڈ کلیریشن سے ہوسکتا ہے جس کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

His majesty,s government view with favour the establishment in palistine of a national home for the jewish people,and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object.

اس اشتراک کو سمجھنے کے لیے ایک اور پہلو کی جانب توجہ دینی ضروری ہے اور وہ ہے ازمنہ وسطیٰ میں یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کا سلوک۔ اگر اس دور کی یورپی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہودیوں پر سب سے زیادہ مظالم عیسائیوں نے کیے اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران یہ لوگ بھاگ بھاگ کر مسلمانوں کے ہاں پناہ لیتے تھے۔انہوں نے مسلم سپین میں پناہ حاصل کی۔عثمانی ترکوں کے ہاں پناہ حاصل کی اور شمالی افریقہ کی مسلمان ریاستوں میں پناہ حاصل کی لیکن یہ عجیب قوم ہے جو اس کا مستحسن ہوتا ہے اسی کو کاٹ کھاتی ہے۔مسلمانوں کے ہاں اسے پناہ ملی اور یہیں ان کی فکر اور ان کا فلسفہ پروان چڑھا۔ان کا اہم فلسفی اور مفکر جو مسلمانوں کی تاریخ میں میمون اور یورپی مورخین کے ہاں Mlmonides کے نام سے مشہور ہے اور جسے یہودیوں کے ہاں بڑے مقام کا حامل تصور کیا جاتا ہے، یہ شخص غزالی ہی کی طرح بڑا مفکر مانا جاتا ہے، یہودی فکر کے ارتقاء میں اس کا بڑا رول ہے۔لیکن وہ کہاں پران چڑھا ؟مسلمانوں کے ہاں۔۔۔!اسے لکھنے کا موقع کہاں میسر آیا؟مسلمانوں کے ہاں۔۔۔۔!اس نے اپنی تاریخ، اپنی فقہ اور آئیڈیالوجی کی تعبیر مسلمانوں کے ہاں رہ کر لکھی۔۔۔۔۔!

عیسائیوں اور یہودیوں میں مفاہمت کیسے پیدا ہوئی؟

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس دشمنی کے باوجود عیسائیوں اور یہودیوں میں مفاہمت کیسے پیدا ہوئی؟ یہ تو ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ان کے درمیان مقاصد کا اشتراک کیسے پیدا ہوا؟اس کو سمجھنے کے لیے عیسائیت کا جائزہ لینا ہوگا۔

جن لوگوں نے عیسائیت کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ عیسائیوں کے دو بڑے فرقے ہیں،ایک کیتھولک اور دوسرا پرٹسٹنٹ۔کیتھولک عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کو سولی پر چڑھانے والے یہودی تھے۔لہٰذا یہودی مسیح کے قاتل اور مسیح کا خون یہودیوں کے سر ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہودیوں سے دشمنی عیسائی عقیدہ کا بنیادی پتھر ہے۔گو اب یورپ نے ان کو اس جرم سے بری کر دیا ہے۔اس نے کہا، یہ ٹھیک ہے کہ مسیح کی مصلوبیت کا واقعہ ہماری تاریخ میں ہے لیکن میں معاف کرتا ہوں اور یہودیوں کو مسیح کے قتل سے بری کرتا ہوں۔ویٹی کن ثانی کے حکم نامہ Nostra ectate 28 اکتوبر 1965ء اور Gentes

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

divintus مجریہ 7 دسمبر 1965ء کے مطابق یہودیوں کے قاتل قوم ہونے کا یہ عقیدہ ختم کر دیا گیا۔

دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ کا ہے جو لوگ اس کی تاریخ اور اس کے ارتقاء پر نظر رکھتے ہیں وہ اس بات سے آگاہ ہیں کہ اسلامی تعلیمات کے اثر ورسوخ نے عیسائیوں کو اپنے عقیدے کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا اور پروٹسٹنٹ رہنماؤں پر اسلام کے تنقیدی نظریات کا اثر انداز ہونا بعید از امکان نہیں۔ ممکن ہے انہیں اثرات کے تحت اصلاح عقیدہ کی بحث چلی ہو لیکن اس کے اور اسباب بھی تھے اور ان میں ایک اور اہم عنصر یہودیوں کی سرگرمیاں تھیں۔

یہودیوں نے عیسائیت میں داخل ہو کر اسے ٹکرے ٹکرے کرنے کی سکیم تیار کی اور وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ پروٹسٹنٹ گروہ یہودیوں کے حامی ہیں لیکن عیسائیوں کے بعض فرقے ایسے ہیں جو صہیونیوں کے کھلے حمایتی ہیں۔ ایسے گروہ Zoinist christian کہلائے ہیں۔ کچھ گروہ ایسے ہیں جنہیں Christian jew کہنا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بباطن یہودی ہیں لیکن ظاہری طور پر عیسائی ہو گئے ہیں تاکہ عیسائیوں میں پھوٹ ڈالنے کا کام کریں۔ اس مشن کی تکمیل میں وہ کسی قسم کا کام بھی کر سکتے ہیں۔

برطانیہ جسے صہیونیوں کی سرپرستی اور حمایت کا شرف حاصل ہے جنگ عظیم اول میں صہیونیوں نے جس کی کھلی حمایت کی تھی اس کا کلیسا جو "انگلوسیکسن چرچ" کہلاتا ہے، روم کے خلاف بغاوت پر مبنی ہے۔ چرچ آف انگلینڈ کے تمام فرقے مثلاً Baptist میتھوڈسٹ (Mthodist) ایونجلیکل (Evenglical) اور کانگری گیشنلسٹ (Congregationalist) وغیرہ صہیونیوں کے حمایتی ہیں۔ یہودیوں نے عیسائیوں کے اندر داخل ہو کر ایسا کام کر کیا ہے کہ عیسائی نہ صرف ان کے مقاصد کی تکمیل میں مدد معاون ثابت ہوئے بلکہ انہوں نے یہودیوں کے دفاع کا کام بھی اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ کیتھولک فرقہ میں جو تھوڑی مزاحمت تھی اس کو بھی انہوں نے توڑ دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اینگلوسیکسن حمایت

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ مغربی تہذیب کے چار عناصر ترکیبی ہیں

۱۔عیسائیت ۲۔رومی قانون اور رومی عسکریت ۳۔یونانی فلسفہ ۴۔جاہلی رسوم ورواج یعنی (Costoms pagan) جو یورپ کے وحشی قبائل نے اپنا رکھے تھے۔

ان عناصر میں رومی عسکریت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔رومن ایمپائر مغربی ذہن سے محو نہیں ہوئی۔تہذیبی غلبے میں عسکری غلبے کو خاص مقام حاصل ہے۔ایک وقت تھا جب برطانیہ اپنے آپ کو رومن ایمپائر کا جانشین سمجھتا تھا اور اب امریکہ اس کی جانشینی کا دعویدار ہے۔اگر غور کریں تو یہ اینگلوسیکسن پالیسی ہے۔امریکہ اور برطانیہ اینگلوسیکسن گروپ ہے۔عملاً صورتحال یہ ہے کہ برطانوی دانشور کھل کر کہتے ہیں کہ برطانیہ امریکہ کا سیٹلائٹ ہے لیکن اگر ذرا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اب بھی جو بین الاقوامی پالیسی بنی ہے اس کے تجزیہ میں اور اس کی تنقید میں برطانوی فکر،برطانوی سازش اور برطانوی ذہن کارفرما نظر آتا ہے ۔امریکہ اور برطانیہ میں گہرا اشتراک موجود ہے اور اسے قائم رکھنے اور مضبوط بنانے کی شعوری کوشش ہوتی رہتی ہے۔

اب ہم اس پر غور کریں کہ اینگلوسیکسن گروپ اور صہیونیت میں کتنا اشتراک ہے؟ یہ اشتراک اتنا واضح ہے کہ اس کے لیے کسی گہرے تجزیے کی ضرورت نہیں۔یہ اشتراک ایک دوسرے کی مدد کے اصول پر مبنی ہے۔اینگلوسیکسن گروپ عالمی غلبہ چاہتا ہے اور صہیونی گروپ اس کے مددگار ہیں۔آگے چل کر پتہ چلے گا کہ اصل غلبہ کس کا ہو رہا ہے؟ لیکن سردست ہم اس اصول پر چل رہے ہیں کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کی مدد کر رہا ہے اور مدد حاصل کر رہا ہے۔یہ برطانیہ ہی تھا جس نے یہودیوں کو فلسطین میں بسانے کے لیے عملاً مدد کی۔یہ برطانیہ ہی تھا جس نے بالفور ڈیکلیریشن کے ذریعے صہیونی ریاست کی راہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمورا کی۔ جدید تاریخ پر نظر رکھنے والا انسان حیران ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ 1923ء میں مینڈیٹ پر عمل درآمد شروع ہوا اور 1925ء میں یروشلم میں ہبرویو (Hebrew) یونیورسٹی کا آغاز ہوا اور اس کا سنگ بنیاد لارڈ بالفور نے رکھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے یہودی ریاست کے قیام کا اعلان کیا تھا۔

جس وقت فلسطین برطانوی کنٹرول میں تھا اس وقت یہودیوں کے لیے سہولتیں پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی۔ جدید تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ اس سے پہلے بیج فلسطین سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا اور صیہونیوں نے سلطان عبدالحمید سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ برطانوی اور امریکی کوششوں سے صیہونیوں جو سہولتیں میسر آتی رہی تھیں اور 1913۔1932ء کے درمیان 2 لاکھ 80 یہودیوں نے فلسطین میں رہائش اختیار کی۔ یہ انہی ہی کی سازش تھی جس کے نتیجے میں ہر یہودی اپنے لیے جگہ خریدنے اور دیگر عالمی معاملات کا فیصلہ کرتا۔

غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صیہونیوں اور اینگلوسیکسن گروپ کے درمیان ایک اشتراک ہے۔ یہ اشتراک مفادات کا ہے۔ اینگلوسیکسن گروپ نے یودیوں کو ایک ریاست مہیا کی اور یہودیوں نے ان کے لیے بطور کارکن کام کیا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ یہودی ایک ایسی قوم ہے جو بہت دور تک سوچتی ہے۔ جب اینگلوسیکسن کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں تو ان کی منصوبہ بندی میں بھی یہودیوں کا بنیادی کردار نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے صرف امریکہ و برطانیہ ہی کا تسلط نہیں بلکہ درپردہ یہودیوں کا ہی تسلط ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں اور کوئی ایسا نظام نہیں جس کے تحت ہم اپنے مخالفوں کی زبان پڑھیں، ان کے لٹریچر کا جائزہ لیں اور اس کے بعد اپنی حکمت عملی مرتب کریں۔ جہاں تک یہودیوں اور عیسائیوں کا تعلق ہے تو ان کے کئی ادارے ہیں جو مسلمانوں کی سرگرمیوں اور ان کی حکمت عملیوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ یورپ میں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم ادارہ ہے جہاں اسلام پڑھایا جاتا ہے ایم۔اے اور پی۔ایچ،ڈی کرنے کے لیے مسلمان اور غیر مسلم طلبہ داخلہ لیتے ہیں اور ایک بڑی تعداد یہاں آ کر ڈگریاں حاصل کرتی ہے اس ادارے میں ایک سیکشن افریقہ پر ہے،کوئی کاغذ،کوئی پمفلٹ اور کوئی اشتہار ایسا نہیں جو وہاں نہیں پہنچتا۔یہ سیکشن مقفل رہتا ہے۔کوئی عیسائی طالب علم یا سکالر استفادہ کرنا چاہے تو درست لیکن کسی مسلمان کے لیے وہاں رسائی ممکن نہیں۔

ادارے کا ایک مسلمان رکن وہاں چلا گیا تو وہاں موجود کارکن لرزہ براندام تھا ،معذرت سے کہا کہ میرے لیے مشکلات پیدا ہوں گی اس لیے آپ منتظم اعلیٰ سے اجازت لے کر آئیں۔وہ شخص انتظامیہ کا حصہ تھا اور عام علمی منصوبہ بندی میں شریک ہونا چاہتا تھا لیکن جہاں تک عیسائیت کے بارے میں حکمت عملی کا تعلق ہے اس سلسلے میں وہ کسی کو ہوا تک نہیں لگنے دیتے۔یہ عجیب بات ہے کہ ہماری جامعات اور ہمارے کالجوں میں اسلام کے حوالے سے جو بات ہوتی ہے اس میں ان ہی لوگوں کو اتھارٹی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو غیر مسلم ہیں۔حدیث کے بارے میں ان کی رائے،فقہ پر ان کا ریفرنس،تاریخ حتیٰ کہ قرآن پر بھی ان کا ریفرنس قابل استناد ہوتا ہے۔سید مودودیؒ نے بہت پہلے کہا تھا کہ اب معاملہ الٹا ہو گیا ہے مسلمان یورپ والوں سے پوچھتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام کی تاریخ اور اس کی تہذیب حتیٰ کہ عربی زبان بھی مستشرقین سے سیکھی جاتی ہے۔مغربی ممالک سے استاد درآمد کر کے ان سے اسلامی تاریخ پڑھوائی جاتی ہے۔اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ وہ لکھتے ہیں،نہ صرف اسے پڑھا جاتا ہے بلکہ اس پر ایمان بھی لایا جاتا ہے۔حالانکہ یہ لوگ خود اپنے مذہب اور اس کی تاریخ کے متعلق اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی کی رائے کو ذرہ برابر دخل دینے کی اجازت نہیں دیتے۔(ماہنامہ ترجمان القرآن ۱۹۶۱ء)

آج تک کسی مسلمان نے سوائے سر سید کے،بائبل کی تفسیر نہیں لکھی اور سر سید نے بھی انگریزوں کو خوش کرانے کے لیے بائبل کی تفسیر لکھنی شروع کی تھی تا کہ یہ بتائیں کہ وہ بائبل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ کسی مسلمان نے ان کے فلسفے، ان کی تاریخ اور ان کے مذاہب پر اظہار خیال کیا ہو اور اسے انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہو؟ وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی انہیں بائبل پڑھانے کے لیے آئے لیکن وہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کی یونیورسٹیوں میں اسلام پڑھایا جائے گا اور اسے یہودی اور عیسائی پڑھائیں گے۔ سید مودودیؒ نے کہا تھا کہ یہودی کبھی کسی غیر یہودی کو اپنی تاریخ پڑھانے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن مسلمان اپنی تاریخ کے لیے بھی اور اپنے معاملات کے تجزیے کے لیے بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی تشریحات پر اعتماد کریں گے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اس طرح کے ادارے نہیں بنائے جن میں ہم اپنے دشمن کے بارے میں تجزیہ کر سکیں۔ ہمارے قریب ہی ہندو بیٹھا ہے۔ ان کے ہاں بہت کچھ ہندی میں لکھا جا رہا ہے لیکن ہمارے ہاں اس زبان کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کچھ نہیں ہو رہا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ہندی کا ایک شعبہ ہے جس میں غیر مؤثر انداز سے کام ہو رہا ہے۔ نہ جامعہ کے ذمے داران کو اور نہ نظامت تعلیم کو اس کا احساس ہے کہ اس شعبہ کو تعلیم و تدریس کے علاوہ تجزیہ و تجاویز کا کام بھی کرنا چاہیے۔ ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے لیکن ہمارے دشمنوں نے ہماری تاریخ، ہماری ثقافت، ہمارے دین اور ہمارے بنیادی ماخذ (Sources) کے بارے میں ادارے قائم کر رکھے ہیں اور ہم ان اداروں سے استفادہ کرتے ہیں۔

برطانیہ میں ایک بڑے پادری نے کہا کہ اگر قرآن تمام انسانوں کے لیے ہے تو مجھے اس کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی کہ میں اس کی تفسیر لکھوں؟ اس سے کہا گیا کہ بے شک آپ لکھیں آپ کو کون روکے گا؟ لیکن بڑی منافقت کی بات ہوگی کہ جس کتاب کو آپ خدا کا کلام ہی نہیں مانتے، جس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ یہ شعر ہو سکتا ہے اور جس کو آپ محمد ﷺ کی لکھی ہوئی کتاب سمجھتے ہیں اس کی تشریح کیسے کریں گے؟ آپ مجھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائیں کہ جس کو آپ اللہ کی کتاب نہیں مانتے اس کی تفسیر کس لیے کریں گے؟ آپ کو ایسی کتاب کی تفسیر کا کیا حق ہے؟ اگر آپ اس کے مفہوم میں من مانی کرنے چلے ہیں تو یہ تحریف ہے اس کی کون اجازت دے گا؟ اور اگر آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ آپ اسے سمجھیں اور سمجھائیں تو اس پر ایمان لائے بغیر کیسے سمجھیں گے اور کیسے سمجھائیں گے؟ اس کا کوئی جواب اس کے پاس نہ تھا۔

اسلام، یہودیت، عیسائیت کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ مسلمانوں کو وہ رشتہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اس رشتے اور اس تعلق کی وضاحت کے لیے ہمارے سامنے سورہ المائدہ کی آیت رہنی چاہیے:

"اہل ایمان کی عداوت میں سے سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور ایمان لانے والوں کی دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار اور عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں۔" (المائدہ۔۸۲)

لیکن دوسری آیت میں ان کے باہمی تعلق کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا:

"اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔" (المائدہ۔۵۱)

یہودیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے جو عداوت ہے اس کی دو بنیادیں ہیں:

۱۔ پہلی بنیاد پر سید مودودیؒ نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت اسراء کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آمد سے انسانیت کی روحانی قیادت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہو گئی ہے۔ اب دینی و روحانی رہنمائی محمد کریم ﷺ کے ذریعے ہو گی، اسرائیلی حوالوں سے نہیں ہو گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اسی طرح آپ نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کے واقعہ پر "سانحہ اقصیٰ" لکھا۔ اس پمفلٹ میں واقعات اور تجزیہ کے علاوہ اس کی تاریخی حیثیت متعین کی ہے۔)

۲۔ دوسری اہم بات وہ واقعات ہیں جن کا تعلق یہودیوں کے اخراج سے ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں یہودیوں کو ان کی دشمنی، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مدینہ، خیبر اور فدک سے نکالا گیا تھا۔ اس اخراج کو وہ نہیں بھولے۔ حضور اکرم کی ذات اور اسلام سے ان کی دشمنی اتنی گہری ہے کہ اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ جس وقت انہیں موقع ملے گا وہ وار کریں گے۔

صیہونیت ایک قومی و نسلی تحریک ہے اور اس کا ہدف عظیم تر اسرائیل ہے۔ اگر اینگلو سیکسن گروپ کے تعاون سے وہ فلسطین پر قابض ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ان کی آئندہ نسلیں اسی الائنس کے ذریعے عظیم تر اسرائیل بھی حاصل کریں گی۔ اس وقت شرق اوسط میں جو کھیل کھیلا جا رہا ہے اس کے انجام سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ بظاہر تو آثار ایسے نظر آتے ہیں کہ انکے عزائم کی تکمیل میں کوئی بڑی رکاوٹیں نہیں لیکن مشیت کے اپنے معاملات ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی تاریخ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہیں نکالا گیا تھا اور پھر واپسی کا سامان کیا گیا۔ دوبارہ نکالا گیا اور تیسری بار وہیں لوٹ کر آرہے ہیں۔ قیامت کی علامات میں جو کچھ احادیث میں آیا ہے، اس کے مطابق یہودیوں کا سمٹ کر آنا آخری تصادم کی تیاری ہے جب پتھر بھی آواز دے گا کہ یہاں یہودی چھپا ہوا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مسلمانوں کی آزمائش کے لیے کیا باقی ہے؟ مسلمانوں کو تیسرے مرحلے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

صیہونیوں نے اینگلو سیکسن گروپ کے اشتراک سے سیاسی و عسکری اور فکری و معاشی غلبے کے لیے جو منصوبہ بندی کی ہے اور اس کے لیے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس سلسلے میں چند ایک باتیں قابل غور ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ان کے طریقہ کار میں پہلی تدبیر دشمن کے بارے میں پوری معلومات اکٹھی کرنا ہیں۔وہ متعلقہ قوم یا گروہ کے اندر ایسے داخل ہوتے ہیں کہ اس کی تہہ تک پہنچتے ہیں اور اس کے لیے انہیں جو ذرائع بھی اختیار کرنا پڑیں اختیار کرتے ہیں۔ ہر ایک پہلو کا اندازہ کرتے ہیں اور جائزہ لیتے ہیں۔علم کے ذریعہ، تجارت کے واسطہ، ذاتی تعلقات کی بنا پر، رشوت و لالچ کی بنا پر، مسلمانوں کے اندر Infitrate کرتے ہیں ۔ان کی سٹریجی ہے کہ مسلمان معاشروں اور حکومت کی تہہ تک پہنچ جائیں اور ان کا کوئی پہلو بھی ان سے پوشیدہ اور ان کی دسترس سے محفوظ نہ ہو۔

۲۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ وہ قوموں کے اندر فکری الحاد اور کجروی پیدا کرتے ہیں۔قوموں کی تاریخ، ان کے عقائد، ان کی ثقافت اور ان کے فکر و عمل میں تحریف پیدا کرتے ہیں۔قومی وحدت اور ملی یگانگت کو مجروح کرتے ہیں، یوں قومیں جب انتشار کا شکار ہوتی ہیں تو ان کے مقاصد کی تکمیل میں ممد و معاون بن جاتی ہیں۔ ہماری تاریخ میں عبداللہ بن سبا انتشار و الحاد کا نقطہ آغاز ہے۔اس کے زیر اثر کئی باطنی تحریکیں پروان چڑھی ہیں اور ان کے علاوہ قادیانی ہیں۔عام طور پر ایسی خفیہ تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعے Defection Anti Body کی ہے۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

۳۔ تیسری چیز جو Global domination کے لیے راہ ہموار کرتی ہے وہ مسلمان معاشروں کی فکری و معاشی پسماندگی ہے۔مسلمان معاشرے ان کی فکری اطاعت اور عملی پیروی کرتے ہیں۔مغرب نے پوری دنیا کو کنٹرول کرنے کے لیے تین سبق پڑھائے ہیں۔ان کی حیثیت مسلمات کی ہوگئی ہے کوئی شخص انہیں چیلنج نہیں کرسکتا اور کوئی ان سے اختلاف نہیں کرسکتا۔جو اختلاف کرے گا اس کے لیے انہوں نے الزامات گھڑ رکھے ہیں۔انتہا پسند، بنیاد پرست، دہشت گرد، تنگ نظر، رجعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند، ادھر اختلافات کی جرأت ادھر الزامات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کے اندر ہی ان کے ایجنٹ کا دیا ہوا فریضہ انجام دینے لگیں گے۔ ان مسلمات میں سے تین کی حیثیت عقیدہ کی ہے۔

۱۔ سیکولرائزیشن

۲۔ ڈیموکریٹائزیشن

۳۔ کمرشلائزیشن

سیکولرائزیشن:

سیکولرائزیشن وہ اصل طریق کار ہے جس کے ذریعے پوری دنیا کو مغربی طرز فکر و عمل سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ یہودیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاروٹ غیرہ یہودی مذاہت ہیں لہذا ان کا اولین ہدف مذہبی اثرات کو ختم کرنا ہے۔ اولین طور پر یورپ میں سیاسی و معاشی دائروں میں عیسائیت کو بے اثر کیا اور پھر یورپی دنیا میں مذہب کے خلاف مہم چلائی ۔سیکولرائزیشن میں تین اہداف پیش نظر رکھے گئے۔

۱۔ مابعد الطبعیاتی ماخذ کی تحقیر کی گئی۔ چونکہ الہامی مذاہب کی بنیاد اللہ کے تصور پر ہے اس لیے اس غیر عقلی اور غیر سائنسی نظریہ قرار دیا گیا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی کہ دنیا میں حقیقت ہے، اس سے ماوراء کوئی شے نہیں۔ ایک مرتبہ خدائی حوالہ بے اعتبار ہو جائے تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔ مستقل نظام اقدار کی نفی کی گئی تا کہ ہر قدر کی حیثیت اضافی ہو جائے اور وقت کے ساتھ ساتھ اقدار بھی بدلتی جائیں۔ مذہب چونکہ ایک Value Sustem رکھتا ہے لہذا نظام اقدار کے عارضی ثابت ہونے سے مذہب کی گرفت از خود ختم ہو جائے گی اور معاشرے میں اخلاق بھی باقی نہیں رہے گا اور یوں انسانوں کو انفرادی طور پر اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشروں کو اجتماعی طور پر اخلاق باختہ، بے حیا اور بدکردار بنایا جاسکے گا۔ مغرب میں جنسی صنعت، ذرائع ابلاغ اور تفریحی ادارے یہودیوں کے کنٹرول میں ہیں۔ انہوں نے تفریح کے نام پر عریانی، فحاشی اور بے راہ روی کو فروغ دیا ہے۔ امریکہ و یورپ میں وہ پوری طرح کامیاب ہیں اور اسلامی دنیا میں بھی راہیں پیدا کر لی ہیں۔

۳۔ سیاست کو مذہبی اخلاق سے غیر متعلق کرایا گیا ریاست اور اس کے تمام ادارے مذہب واخلاق سے غیر متعلق کر دیئے گئے۔ سیاست اہل ثروت کا کھیل ہے جس میں صرف وہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو ایک مالی پوزیشن کے حامل ہیں۔ پارٹی سسٹم بھی ایک خاص نہج پر منظم ہے مغربی ممالک کے پارٹی سسٹم میں یہودی پوری طرح دخیل ہیں۔ سیاست کو مذہب سے الگ رکھنے کا نظریہ یورپ میں اپنا لیا گیا ہے اور اسلامی دنیا میں اسے نافذ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ سیاست پوری قوت کے ساتھ مذہب واخلاق کے حوالے کو سیاست سے دور رکھتی ہے۔

ان تینوں معیارات کے لحاظ سے مغربی معاشرہ ایک سیکولر معاشرہ ہے لیکن یہودیوں نے اپنا تشخص برقرار رکھا ہوا ہے۔ امریکہ و یورپ میں یہودیوں کے خلاف بات کرنا ایک امر محال ہے۔

ڈیموکریٹائزیشن:

جمہوری عمل بظاہر پرکشش ہے کہ عوام کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں لیکن عملاً وہ رائے کا اظہار صرف ایک مرتبہ کرتے ہیں اور وہ بھی کسی دوسرے کو ووٹ دینے کی حد تک اور اس کے بعد وہ حکومت کے رحم وکرم پر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ انہیں یہ حق ہے کہ وہ مظاہرے کریں اور اگر کوئی پریشر گروپ ہے تو اپنی رائے کے بارے میں لاہنگ کرے اور اہل اختیار کو آمادہ کرلے۔ جمہوری عمل کا اصل ہدف مذہبی فریم ورک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چونکہ دینی علم رکھنے والے دین کے حوالے سے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی بات کرتے ہیں جو مستقل نظام اقدار کے دائرہمیں آتی ہے اس لیے انہیں بے اثر کرنے کے لیے رائے عامہ کی بات کی جائے۔ عامتہ الناس کی ایسی تنظیم کی جائے جو دینی حوالوں سے بات کرنے والوں کی مدمقابل کھڑی ہو، ان کی تحقیر کرے اور انہیں بے تاثیر کردے۔

جمہوری عمل کے نام پر ایسی ہلڑ بازی، ایسی دھونس اور دھاندلی کی جائے کی شرفاء کے لیے تو کوئی اقدام کرنا ناممکن ہو جاءے۔ ایک مرتبہ اصحاب الرای غیرہ مؤثر ہو گئے تو عوام کو بے راہ رو کرنا آسان ہو جائے گا۔ یہی وہ پالیسی ہے جس پر یہودی ایجنسیاں مصروف عمل ہیں۔ ہر مغربی حکومت اس جمہوری عمل کو تعلقات کے لیے اولین شرط قرار دیتی ہے۔ اسلام کا شورائی نظام عوامی جمہوریت سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے سید مودودی مرحوم نے اس کے لیے Theodemocracy کی اصطلاح استعمال کی ہے لیکن بدقسمتی سے مسلم جماعتیں اس کا صحیح ادراک نہیں کر سکیں اور عوامی ہڑ بونگ میں شریک ہو گئیں۔

کمرشلائزیشن:

یہودیوں نے اپنے ہاں سے آخرت کا تصور نکال دیا ہے وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے دنیا کے لیے کئی فلسفے گڑھ لیے ہیں۔ خدا کو بے دخل کرنے، اخلاقی قدروں کو پامال کرنے، اور دینی حوالوں کو بے اثر بنانے میں انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا ہے ان کے نزدیک ہر شے خریدنی و فروختنی ہے۔ سودی نظام انہی کی کارستانی ہے۔ مادہ پرستی انہی کا نظریہ ہے۔ انسانی زندگی کو ایک مادی مشین بنا دینے کے بعد ہر چیز کو قابل خرید و فروخت کرنا ہے۔ ایک وقت تھا جب اشتراء کی فلسفے کے تحت نیشنلائزیشن منفعت بخش نعرہ تھا اور اب Privatization عالمی نعرہ ہے۔ انہوں نے پوری دنیا کو مجبور کیا ہے کہ اپنے وسائل ملٹی نیشنلز کے سامنے رکھ دیں۔ مزدور، طریقِ محنت، وسائل پیداوار، صنعت کاری وزراعت تنظیم و تنقید سب پر ان کا کنٹرول ہے یا ان کی ہدایات نافذ ہوتی ہیں۔ تمام بین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقوامی ادارے ان کے زیر تصرف ہیں۔عالمی فنڈ ،عالمی بینک ،تخفیف اسلحہ ،خاندانی منصوبہ بندی، ماحولیاتی تحریکیں، آزادی نسواں تحریکیں، حقوق انسانی تنظیمیں، سب ان کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ مغرب میں ایسی تنظیمیں موجود ہیں۔ جو لوگوں کو خودکشی کی سہولتیں فراہم کرتی ہیں اور رہنمائی کرتی ہیں یو تھینیز Euthanasial یعنی خود پسند موت ایک اہم مسئلہ ہے جس کے اخلاقی وقانونی پہلوؤں پر مغرب میں بحثیں ہو رہی ہیں یہودیوں کا کہنا مسئلہ یہ ہے کہ ان کی تعداد محدود ہے اس کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے رہے غیر یہودی تو ان کی ہلاکت، ان کی نسلوں کی تباہی اور فصلوں کی بربادی ان کا مقصد حیات ہے اس کے لیے وہ نت نئے طریقے ایجاد کر رہتے ہیں۔

یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعے وہ مسلمان معاشروں میں مداخلت کرتے ہیں۔ان ہی طریقوں سے انہوں نے مسلم امہ میں راہیں Inroads پیدا کی ہیں اور اسے غیر مستحکم منتشر بلکہ حواس باختہ کر دیا ہے صہیونیوں کا اپنا مفاد اس میں ہے کہ مغربی ملکوں کی وحدت قائم ہو۔امریکہ کی مختلف ریاستوں کی وحدت میں صہیونیوں کو Infiltarate کرنے کی آسانی تھی لیکن یورپ کے مختلف ملکوں دارالسلطنتوں کی وجہ سے دقتیں پیش آ رہی تھیں لہذا انہوں نے سارے یورپ کو متحد ہونے کا نعرہ دیا۔ یورپ ایک ہو جائے گا، ایک پارلیمنٹ ہوگی، ایک مالیاتی نظام ہوگا اور ایک انتظامی پالیسی ہوگی تو یورپ کو کنٹرول کرنا آسان ہوگا۔

دوسری طرف ان کی پالیسی کا یہ حصہ کہ عالم اسلام مزید ٹکڑوں میں بٹے، صنعتی ترقی نہ ہو، زراعت تباہ ہو، وسائل پر یورپ اور امریکہ کا قبضہ ہو، حکمران دست نگر ہوں، پالیسیاں مغربی ادارے تشکیل دیں۔عالم اسلام ایک ہجوم اور ایک بھیڑ ہو جسے ہانکنے والے مقامی حکمران ہوں، ہدایات دینے والے بین الاقوامی ادارے۔ ہمارے اہل اختیار اس کام کے لیے ابھی سے تیار بیٹھے ہیں۔قومی وسائل کی نیلامی، کثیر القومی کمپنیوں کا نفوذ بالآخر استعماری قوتوں کے کنٹرول پر منتج ہوگا اور مسلمان معاشرے اپنے سیاسی رہنماؤں کے مرثیے پڑھتے ہوئے اور اپنی غلامی کا ماتم کرتے ہوئے اتنا کہہ سکیں گے۔

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسطین اور دہشت گرد یہود!

﴿مختصر تاریخ﴾

❑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے (تیرھویں بارھویں صدی قبل مسیح) سے لے کر یہود فلسطین میں آباد رہے اور یہاں انہیں اقتدار بھی حاصل رہا جس کا نقطہ عروج حضرت سلیمان علیہ السلام کا عہد (۲۶۔۹۶۵ق۔م) تھا۔ پھر یہودیوں کی مملکت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی: شمالی فلسطین اور شرق اردن میں سلطنت اسرائیل (پایہ تخت سامریہ) اور جنوبی فلسطین اور ادوم میں سلطنت یہودیہ (پایہ تخت یروشلم) دو صدیاں بعد ۷۲۱ق م میں شاہ اشور سارگون نے سامریہ فتح کر کے دولت اسرائیل کا خاتمہ کر دیا، ہزاروں اسرائیلی تہ تیغ کیے اور ۲۷ ہزار سے زائد یہودی اشوری سلطنت کے مشرقی حصوں میں تتر بتر کر دیئے۔

❑ سلطنت یہودیہ کو شاہ بابل (عراق) بخت نصر نے ۵۹۸ق م میں مسخر کر لیا۔ پھر ۵۸۷ق م میں اس نے یروشلم اور ''ہیکل سلیمانی'' کو پیوند خاک کر دیا اور دس لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر عراق لے گیا جنھیں ۵۳۹ق م میں شاہ فارس خورس (خسرو یا سائرس) نے بابل فتح کر کے رہائی دلائی تو یہودی پھر فلسطین جا آباد ہوئے اور ہیکل سلیمانی دوبارہ تعمیر کیا۔

❑ ۳۳۱ق م میں سکندر اعظم (بت پرست یونانی) نے فلسطین پر قبضہ جمایا۔ پھر ۶۳ق م میں اسے بت پرست رومیوں نے فتح کر لیا۔ اسی دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴ق م تا ۲۹ء) یہودیوں کی اصلاح وہدایت کے لیے مبعوث ہوئے مگر یہودی ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ ۷۰ء میں یہودیوں نے بغاوت کی تو رومی جرنیل ٹائٹس نے یروشلم کو تاخت و تاراج کیا اور ''ہیکل سلیمانی'' دوسری بار مسمار کر دیا گیا۔ ۱۳۵ء کی یہودی بغاوت کے بعد رومی شہنشاہ ہیڈریان نے یہودیوں کو فلسطین سے جلاوطن کر دیا اور یروشلم کو 'ایلیا' کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام دیا۔۳۱۳ء میں اگرچہ رومی شہنشاہ قسطنطین اعظم کے عیسائیت قبول کرنے سے تمام رومی سلطنت میں عیسائیت پھیلتی چلی گئی، پھر بھی یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہ ملی۔۱۴ھ/۶۳۶ء میں فاروق اعظمؓ کے عہد میں فلسطین مسلمانوں کے قبضے میں آیا اور ایلیا اب بیت المقدس کہلانے لگا۔۱۳۷ء میں فلسطین سے جلاوطنی کے بعد ۱۷۰۰ برس تک یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت نہ تھی۔اس دوران ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء تک بیت المقدس پر مسیحی صلیبیوں کا قبضہ رہا۔

- صدیوں کی جہاں گردی کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کام کیا، اس کا آغاز ۱۸۸۰ء میں کئی یہودی خاندانوں کی فلسطین کی طرف ہجرت سے ہوا۔

- پھر ۱۸۹۷ء میں ''صیہونی تحریک'' معرض وجود میں آئی، جس کا بنیادی نصب العین فلسطین پر قبضہ کرنا اور ''ہیکل سلیمانی'' کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لیے عملی جدوجہد کرنا تھا، بڑے بڑے یہودی مالداروں نے اس تحریک کی پشت پناہی کی، اور فلسطین کی زمینیں خریدنے اور وہاں یہودی بستیاں تعمیر کرنے کی غرض سے ان کی مدد کی۔

- اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں ہرٹزل نے ترکی خلیفہ سلطان عبدالحمید کو لالچ دینا چاہا کہ اگر وہ سرزمین فلسطین پر یہودی مملکت کے قیام کی اجازت دے دیں تو یہودی ترکی کے تمام قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں۔لیکن سلطان نے اس پیشکش کو انتہائی حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور کہا: اس وطن کی سرزمین جسے ہمارے آباؤاجداد نے خون دے کر حاصل کیا تھا، چند درہموں کے بدلے نہیں بیچی جائے گی ہم اس وطن کی ایک بالشت برابر زمین بھی اس وقت تک نہیں دیں گے جب تک اس پر ہمارا خون نہ بہہ جائے۔اس پر یہودی سلطان کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے اور بالآخر ۱۹۰۸ء میں انھیں خلافت سے معزول اور ترکی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

□ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی تو برطانیوں کی سازش سے ترک اور عرب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے۔ ترک جرمنی کے اور عرب برطانیہ کے حلیف تھے۔ اس دوران میں ''وائز مین'' نامی ایک یہودی نے انگریزوں کو پیش کش کی تھی کہ اگر وہ جرمنی پر فتح حاصل کرنے کے بعد فلسطین کی سرزمین پر یہودیوں کا قومی وطن قائم کر دیں تو اس جنگ مُن یہودیوں کے سارے خزانے ان کے قدموں تلے قربان کر دیے جائیں گے۔ ''وائز مین'' اس یہودی تحریک کا لیڈر تھا جو فلسطین پر یہودی مملکت کے قیام کے لیے سرگرم تھی۔ آخر کار وہ ۱۹۱۷ء میں انگریزوں سے یہ وعدہ لینے میں کامیاب ہو گیا کہ فتح کی صورت میں وہ فلسطین کو ایک آزاد یہودی وطن بنائیں گے۔ یہ وعدہ ''اعلان بالفور'' کے نام سے مشہور اور انگریزوں کے ماتھے پر بدنما داغ ہے جسے وہ کبھی دھو نہیں سکتے، کیونکہ فلسطین کی سرزمین عربوں کی تھی نہ انگریزوں کی، اس لیے انھیں اس کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہ تھا۔ یاد رہے کہ بالفور برطانوی وزیر خارجہ تھا۔

□ معاہدہ بالفور کے مطابق انگریزوں نے ولد الزنا لارنس آف عریبیا کی قیادت میں سازش کا جال پھیلایا۔ گورنر مکہ شریف حسین لارنس کے فریب میں آ کر ترکوں سے غداری پر آمادہ ہو گیا جس سے سلطنت عثمانیہ کی فوجی قوت کو بڑا ضعف پہنچا اور اس کے نتیجے میں فلسطین اور عراق پر برطانیہ کا قبضہ ہو گیا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء میں برطانوی جرنیل ایلن بی فاتحانہ طور پر بیت المقدس میں داخل ہوا اور تب اس نے بڑے فخر سے کہا: ''میں آخری صلیبی ہوں''۔ اس جملے کا مفہوم یہ تھا کہ بیت المقدس پر قبضے کے لیے یورپی مسیحیوں نے ۱۰۹۶ء میں صلیبی جنگوں کے جس سلسلے کا آغاز کیا تھا، اس کا اختتام اب ہوا ہے۔

□ ۱۹۱۷ء میں فلسطین کی یہودی آبادی محض چھپن ہزار تھی، لیکن پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ کی فتح کے ساتھ ہی ''اعلان بالفور'' پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا، اور یہودیوں نے فلسطین کی جانب دھڑا دھڑ ہجرت شروع کر دی، چنانچہ ۱۹۲۲ء تک فلسطین میں یہودیوں کی آبادی ۸۳ ہزار تک جا پہنچی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❑ ۱۹۲۲ء میں مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) نے فلسطین پر حکومت کرنے کا عارضی اختیار برطانیہ کو سونپ دیا، اور پوری بے شرمیکے ساتھ اسے ہدایت کی کہ فلسطین کے حکومتی نظم ونسق میں یہودی تنظیموں کو باقاعدہ طور پر شریک کیا جائے! حالانکہ یہ لوگ فلسطین کے اصل باشندے نہ تھے، باہر سے آ کر یہاں آباد ہو گئے تھے، (فلسطین کے اصل باشندے تو فلستی وغیرہ تھے جو بنی اسرائیل کے فلسطین میں داخل ہونے سے بھی پہلے یہاں آباد تھے یا یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد یہاں آباد ہونے والے عرب تھے، اور وہی لوگ پہلے عیسائی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور انھی کے نام پر یہ سرزمین فلسطین کہلاتی ہے) اور جہاں تک فلسطین کے اصل باشندوں کا تعلق ہے تو ان کے متعلق مجلس اقوام کے مینڈیٹ میں محض اتنا کہا گیا کہ ان کے مذہبی اور شہری حقوق کا تحفظ کیا جائے، باقی سیاسی حقوق میں ان کی شرکت کا مطلق ذکر نہیں تھا!

❑ برطانوی انتداب کے زمانے میں یہودیوں کو فلسطین میں بسانے کا کام منظم انداز میں کیا گیا، چنانچہ فلسطین کی زمینیں حاصل کرنے کے لیے یہودیوں نے خزانوں کے منہ کھول دیے، عربوں پر ٹیکس لگائے گئے، اور ٹیکسوں کے بقایا کا بہانہ بنا کر ان کی زمینیں ضبط کر کے انھیں یہودیوں کی جھولی میں ڈال دیا گیا، پھر دوسری جنگ عظیم کے دوران بھی یہودی، فوج در فوج، فلسطین میں داخل ہوئے اور انگریزوں نے انہیں تمام سہولتیں مہیا کیں، اور یوں ۱۹۴۷ء تک یہودیوں کی تعداد تراسی ہزار سے بڑھ کر ساڑھے چار لاکھ تک جا پہنچی!

❑ ۱۹۴۷ء میں برطانیہ نے مسئلہ فلسطین اقوام متحدہ میں پیش کر دیا، چنانچہ نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کیا، اس فیصلے کے مطابق فلسطین کا پچپن فیصد رقبہ یہودیوں کو اور پنتالیس فیصد رقبہ عربوں کو دیا گیا! یہ تقسیم انتہائی ظالمانہ اور بد نیتی پر مبنی تھی، کیونکہ اس وقت فلسطین میں عرب آبادی سڑسٹھ فیصد اور یہودی آبادی تینتیس فیصد تھی، لیکن یہودی اس ظالمانہ تقسیم پر بھی راضی نہ ہوئے اور مار دھاڑ کر کے عربوں کو ان کی زمینوں سے نکالنا شروع کر دیا۔[1]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☐ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اپنے قومی وطن 'اسرائیل' قیام کا اعلان کر دیا، جسے امریکہ، روس اور برطانیہ نے سب سے پہلے تسلیم کیا، اس وقت پڑوسی عرب ممالک نے فلسطینی مسلمانوں کی مدد کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور اپنی فوجیں فلسطین میں داخل کیں، لیکن ''اسرائیل'' زبردست جنگی طاقت حاصل کر چکا تھا، سو عرب ممالک اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے، بلکہ نومبر ۱۹۴۸ء میں جب اقوام متحدہ نے جنگ بندی کا اعلان کیا تو اس وقت تک اسرائیل فلسطین کے اٹھہتر فیصد رقبے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اردن نے مشرقی بیت المقدس کو یہودیوں کے قبضے میں جانے سے بچا لیا جہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔

☐ جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرئیل نے باقی ماندہ بیت المقدس کے علاوہ مصری صحرائے سینا اور شام کی جولان کی پہاڑیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ یوں مسلمانوں کے قبلہ اول کا شہر بیت المقدس انیس برس بعد پھر غیر مسلموں کے تسلط میں چلا گیا۔

بیت المقدس اور یہود

بیت المقدس کو یہودی شہر قرار دینے کی کوششیں:

جب سے یہودیوں نے ''بیت المقدس'' پر قبضہ کیا ہے تب سے اسے ''یہودی شہر'' باور کرانے کی غرض سے ان کی طرف سے متعدد اقدامات کیے گئے ہیں، ان اقدامات کی کچھ تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں، اور دیگر تفاصیل کچھ یوں ہیں:

☐ کسی بھی جگہ کے اسلامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل 'مسجد' ہوتی ہے جہاں سے دن اور رات میں پانچ مرتبہ صدائے تکبیر بلند ہوتی ہے اور مسلمان بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں مسجد کی اسی اہمیت کے پیش نظر یہودیوں نے اب تک بیت المقدس کی بیسیوں اور پورے فلسطین کی سینکڑوں مساجد کو زمین بوس کر دیا ہے، بلکہ ان میں سے کئی مساجد کو یہودی عبادت خانوں، شراب خانوں، کلبوں اور ہوٹلوں میں تبدیل کر لیا ہے، یہ سب کچھ اس بات کو مدنظر رکھ کر کیا جا رہا ہے کہ یہودیوں کی آئندہ نسلیں جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سن شعور کو پہنچیں تو وہ بیت المقدس کے اسلامی شہر ہونے کا تصور ہی نہ کر سکیں اور انھیں بس اتنا معلوم ہو کہ یہ شہر یہودیوں ہی کا شہر ہے، مسلمانوں کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

❑ بیت المقدس کے اندر مسلمانوں کے کئی قبرستان واقع ہیں، یہودیوں نے ان کی اسلامی شکل کو مٹانا شروع کر دیا ہے، چنانچہ کئی قبروں پر عبرانی زبان میں جو کہ یہودیوں کی سرکاری زبان ہے، کتبے لکھ کر لگا دیئے گئے ہیں، اور کئی قبروں کو یہودیوں کی روحانی شخصیات کی قبریں قرار دے کر انھیں مزارات میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اس سے بھی یہودیوں کی آئندہ نسلوں کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اس شہر میں محض یہودی آباد رہے ہیں، کیونکہ اگر اس میں مسلمان رہے ہوتے تو اس میں ان کی قبریں موجود ہوتیں!

❑ کئی جگہوں پر کچھ بھی نہ تھا، محض جھوٹا دعویٰ کر کے یہودیوں نے یہ باور کرایا کہ یہ جگہیں یہودیوں کی تاریخی، روحانی اور قابل احترام جگہیں ہیں، اور مسلمانوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں، پھر اسی دعوے کی بناء پر ان جگہوں کے مسلمان مالکان کو نکال باہر کیا گیا، وہاں اچھی اچھی عمارات بنا دی گئیں، بلکہ آس پاس کے گھروں کو بھی منہدم کر کے وہاں کھلے میدان بنا دیے گئے، پھر ان کی طرف جانے والے راستوں کو پختہ کر کے سجا دیا گیا اور ان پر عبرانی زبان میں تختیاں لگا دی گئیں تا کہ یہ ثابت ہو کہ یہ جگہیں واقعتاً یہودیوں کی تاریخی اور روحانی جگہیں ہیں۔ انہی جگہوں میں سے ایک جگہ (حی المغاربہ) بھی ہے جسے یہودیوں نے ۱۹۶۷ء میں یہ دعوی کرتے ہوئے مکمل طور پر گرا دیا تھا کہ اس کے پڑوس میں واقع دیوار گریہ (حائط المبکی یا Wailing Wall) ہیکل سلیمانی کا بقیہ حصہ ہے، لہذا اس پر یہودیوں کا حق ہے نہ کہ مسلمانوں کا، یاد رہے کہ (حی المغاربہ) نامی اس پورے محلے کو اہل مغرب (مراکشیوں) نے تعمیر کیا تھا اور اسے ان مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے یا طلب علم کی خاطر بیت المقدس آتے تھے تا کہ وہ اس محلے میں قیام کریں اور جب یہودیوں نے اسے گرایا تھا اس وقت اس میں مسلمانوں کے ایک سو پینتیس خاندان آباد تھے، جو بعد میں بے گھر ہو گئے، اس کے علاوہ اس میں چار عدد مسجدیں بھی تھیں، جنھیں نیست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتابود کر دیا گیا، اور ایک عدد مدرسہ، مدرسہ افضلیۃ کے نام سے بھی تھا جسے مملکوک سلطان الملک الافضل نے چھٹی صدی میں تعمیر کر کے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

❑ اور جہاں تک دیوار گریہ پر یہودیوں کے حق کا تعلق ہے تو یہ محض ایک دعویٰ ہے جس کی بنیاد جھوٹ کے سوا کچھ نہیں، بلکہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ برطانوی انتداب کے دور میں جب یہودیوں نے اس دیور کی ملکیت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے ایک تحریک ''ثورۃ البرق'' کے نام سے شروع کی تھی، تو یہ مسئلہ لیگ آف نیشنز میں پیش ہوا تھا، اور یہودی چونکہ اپنے اس دعوے کا کوئی دستاویز پیش نہیں کر سکے تھے اس لیے مجلس اقوام نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں فیصلہ سنایا تھا کہ یہ دیوار صرف مسلمانوں کی ملکیت ہے اور مسجد اقصیٰ کا حصہ ہے۔

❑ کچھ عرصہ پہلے ''اسرائیل'' میں شراب کی ایسی بوتلیں منظر عام پر آئی تھیں جن پر مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، اور عبرانی زبان میں ان پر کوئی عبارت بھی لکھی ہوئی تھی، اس حرکت کے پیچھے یہودیوں کی مکارانہ سوچ تھی اور اس کا یہ مقصد باور کرانا تھا کہ مسجد اقصیٰ کی یہودیوں کے ہاں قطعاً کوئی حیثیت نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کے بچے بچے کو یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان ظالم قوم ہیں، کیونکہ انھوں نے ہیکل سلیمانی کی جگہ پر مسجد تعمیر کر دیا ہے۔ اس لئے اسے گرانا اور اس کی جگہ پر ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنا ہر یہودی پر فرض ہے ۔ ان تمام واقعات کے علاوہ ایک اور اہم قدم یہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ بیت المقدس میں مسلمانوں کی زمینیں یہودیوں کے نام الاٹ کی جا رہی ہیں، مسلمانوں کو ان سے بے دخل کر کے وہاں یہودی آباد کاری کی ایک زبردست مہم جاری ہے، یہودیوں کی رہائش کے لیے نئی نئی بستیاں مسلمانوں کی زمینوں پر تعمیر کی جا رہی ہیں، اور جو ہزاروں مسلمانوں یہودیوں کے مظالم سے تنگ آ کر وہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں نہ صرف یہ کہ ان کی زمینوں، جائیدادوں اور تمام املاک کو ضبط کر لیا گیا ہے، بلکہ ان سے حق واپسی بھی چھین لیا گیا ہے۔

❑ بیت المقدس کی سڑکوں کے اسلامی نام یہودی ناموں میں تبدیل کر دیے گئے ہیں اور اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دار الحکومت قرار دے کر بڑے بڑے سرکاری محکموں کو بیت المقدس میں منتقل کر دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المقدس میں یہودی آبادی

﴿تاریخ کے آئینے میں﴾

سال	تعداد
۶۳۶ء	ایک یہودی بھی نہ تھا
۱۲۶۷ء	دو یہودی خاندان
۱۵۶۰ء	۱۱۵ یہودی
۱۶۷۰ء	۱۵۰ یہودی
۱۸۳۸ء	۳۰۰۰ یہودی
۱۸۴۴ء	۷۱۲۰ یہودی
۱۸۷۶ء	۱۲۰۰۰ یہودی
۱۸۹۶ء	۲۸۱۲۲ یہودی
۱۹۲۲ء	۳۳۹۷۰ یہودی
۱۹۳۱ء	۵۱۲۲۲ یہودی
۱۹۴۴ء	۹۷۰۰۰ یہودی
۱۹۶۷ء	۱۹۷۷۰۵ یہودی
۱۹۷۵ء	۲۵۹۴۰۰ یہودی
۱۹۸۵ء	۲۷۷۰۰۰ یہودی
۱۹۹۳ء	۴۰۶۴۰۰ یہودی
۱۹۹۸ء	۴۲۰۰۰۰ یہودی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد اقصیٰ کو گرانے کی یہودی کوششیں:

اس دعوے کے پیش نظر کہ چونکہ مسجد اقصیٰ کی عمارت ہیکل سلیمانی پر قائم ہے اس لئے اسے گرا کر ہیکل کی دوبارہ تعمیر یہودیوں کا دینی فریضہ ہے، یہودی اسے نیست و نابود کر دینے پر تلے ہوئے ہیں، بلکہ اس سنگین جرم کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں، اب صرف تنفیذ باقی ہے، چنانچہ انہدام کے ضروری آلات اور اس کی مشینیں تیار ہیں، چھوٹے ہیکل کا ڈھانچہ اور اس میں جن جن چیزوں کو نصب کیا جائے گا، وہ سب تیار کی جا چکی ہیں۔ اب صرف وقت'' کا انتظار ہے!

یہودی اس مقصد کے حصول کے لیے کیا کیا وسائل اختیار کر رہے ہیں، ذیل میں ہم انھیں قدرے اختصار کے ساتھ بیان کر رہے ہیں:

- اسرائیلی یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں میں نوجوان طالب علموں کو مسجد اقصیٰ کے خلاف آخری قدم اٹھانے پر ابھارنے کے لیے ان کے ذہنوں میں ہیکل کی اہمیت کو خوب اچھی طرح سے بٹھایا جا رہا ہے۔ جگہ جگہ ایسے اسٹکرز لگائے جا رہے ہیں جن پر ہیکل کا نقشہ بنا ہوا ہے، اور ان عبرانی زبان میں لکھا ہوا ہے: اے یہودی! اس کی تعمیر کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔۔
- شدت پسند یہودیوں نے ریڈیو اسرائیل کے متعدد پرائیویٹ چینل قائم کر رکھے ہیں جن کے ذریعے مسجد اقصیٰ کے انہدام اور ہیکل کی تعمیر کے لیے زبردست اور انتہائی زہر آلود مہم چلائی جا رہی ہے۔
- بیت المقدس میں کچھ عرصہ پہلے ایک کنونشن منعقد کیا گیا جس مین یہودی قبیلہ (لیفی) کے کئی لوگوں کو ہیکل کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد اس کی نگرانی کے لیے تربیت دی گئی، اور انھیں اس ''عظیم'' خدمت کے لیے تیار کیا گیا۔
- بیت المقدس میں یہودیوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے ہیکل تعمیر کر رکھے ہیں، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا بھر کے یہودیوں کو اسرائیل آنے کی دعوت دے کر انھیں یہ چھوٹے چھوٹے ہیکل دکھائے جاتے ہیں اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے انہدام کے بعد انھی کی طرح کا ایک بڑا ہیکل اس کی جگہ پر تعمیر کیا جائے گا، اور اس کے لیے اتنا سرمایہ درکار ہوگا، چنانچہ زیارت کے لیے آئے ہوئے یہ یہودی ''دینی کام'' کے لیے حسب توفیق چندے دیتے ہیں۔

- بیت المقدس کی سڑکوں پر ہر روز ایسی گاڑیاں گردش کرتی رہتی ہیں جن سے یہودیوں کے جذبات کو نغموں اور اشعار سے بھڑکایا جاتا ہے اور انھیں تعمیر ہیکل کے فریضے کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔
- انتہا پسند یہودیوں کو اسرائیلی ''عدالت انصاف'' کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ میں جب چاہیں اور جیسے چاہیں داخل ہو سکتے ہیں، اس میں گھوم پھر سکتے ہیں اور یہودی طریقے کے مطابق اس میں ''عبادت'' بھی کر سکتے ہیں۔
- ہیکل کی تزئین اور سجاوٹ کے لیے متعدد فانوس بنا دیے گئے ہیں، جن میں اب تک بیالیس کلو سونا لگایا جا چکا ہے۔
- یہودیوں کی متعدد انتہا پسند تنظیموں نے مل کر ایک ''معہد'' بنایا ہے جس میں ہیکل کی تعمیر و تزئین کے لیے مطلوب کئی آلات اور مشینوں کی بناوٹ کے لیے دن رات کام ہو رہا ہے۔
- ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے اسرائیل میں جو یہودی جماعتیں مصروف عمل ہیں ان کے دنیا بھر میں دفاتر قائم ہیں، جن کے ذریعے عالمی رائے عامہ کو اس مقصد کے لیے ہموار کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں یہودی سرمایہ داروں سے بھاری رقوم جمع کی جا رہی ہیں۔
- مسجد اقصیٰ میں آئے دن سر پھرے اور مسلح یہودی داخل ہو جاتے ہیں اور اسکے تقدس کو پامال کرنے کے علاوہ نمازیوں کو دھمکیاں دیتے ہیں، بلکہ اس میں غیر اخلاقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکتیں اور شراب نوشی بھی کرتے ہیں، تا کہ مسلمان مشتعل ہوں اور انھیں ان کو قتل کرنے اور مسجد اقصیٰ کو نقصان پہنچانے کے مواقع میسر آئیں۔

ایک خطرناک اقدام:

مسجد اقصیٰ گرا کر اس کی جگہ ہیکل کی تعمیر کے لیے مندرجہ بالا اقدامات کے علاوہ یہودیوں نے اب تک جو سب سے زیادہ خطرناک اقدام کیا ہے وہ ہے اس کے نیچے سرنگیں اور گڑھے کھودنے کا اقدام، چنانچہ ۱۹۶۷ء میں پورے بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضے کے بعد مسجد اقصیٰ کے نیچے متعدد سرنگیں کھودی گئیں۔ اگرچہ یہودیوں کا دعوی یہ ہے کہ اس کے پیچھے ان کا مقصد ہیکل کے قدیم آثار کو ڈھونڈنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصل مقصد مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا ہے تا کہ اگر زلزلہ آئے، یا اس کے قریب کوئی زور دار دھماکہ ہو، یا طوفان وغیرہ آئے تو مسجد خود بخود منہدم ہو جائے، اور یوں ''سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے'' کے محاورے کے مطابق مسجد بھی ختم ہو جائے اور یہودیوں پر الزام بھی نہ آئے!

سرنگیں کھودنے کا یہ کام اس وقت شروع ہوا جب یہودیوں نے ''حائط البراق'' کے سامنے والے محلے (حی المغاربہ) مکمل طور پر زمین بوس کر کے اسے خالی میدان میں تبدیل کر دیا تھا، پھر اس میدان کے نیچے سرنگیں کھودنے کی خطرناک مہم کا آغاز ہوا۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ کی چاروں جانب مسلمانوں کے گھروں کو گرا کر اس جگہ یہودی دینی مدارس، سکول اور ہوٹل وغیرہ تعمیر کیے گئے اور پھر ان کے نیچے سرنگیں کھود کر انہیں مسجد اقصیٰ کی بنیادوں تک پہنچا دیا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں یہ سرنگیں مسجد اقصیٰ کے صحن کے نیچے تک اور ۱۹۷۶ء میں اس کی مغربی دیوار تک پہنچ گئی تھیں۔ اس کے بعد ان میں مزید توسیع کی گئی، اور ۱۹۸۸ء میں انھیں ''قبۃ الصخرۃ'' کی بنیادوں کے قریب قریب پہنچا دیا گیا، یوں یہ ساری کاروائی یقینی طور پر مسجد اقصیٰ کو خطۂ زمین سے مٹا دینے کے لیے کی جا رہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند شبہات اور ان کے جوابات

حضرات انبیاء کے ورثا کون؟

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرات انبیاء (ابراہیم، اسحاق، یعقوب، داؤد، سلیمان، علیہ السلام) کے ورثا ہیں جو کہ سرزمین فلسطین پر مبعوث ہوئے، اس لیے فلسطین میں اقامت اور اس پر حکومت کرنے کا اختیار صرف انہی کا ہے، حالانکہ یہودی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے سے انکار کیا، اور اس کی طرف اولاد کو منسوب کیا، فرمان الٰہی ہے:

"وقالت اليهود عزيز ابن الله" (التوبۃ۔۳۰)

"یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں"

لہٰذا اللہ کو وحدہ لاشریک نہ ماننے والے لوگ انبیاء کے ورثا کس طرح ہو سکتے ہیں!

اور جہاں تک خود انبیاء کا تعلق ہے تو یہودی انھیں انتہائی برے اوصاف سے یاد کرتے ہیں بلکہ ان پر تہمتیں اور بہتان بھی لگاتے ہیں، چنانچہ:

- یہودیوں کے نزدیک نوح علیہ السلام ایک نشہ باز اور مست آدمی تھے، اپنے گھر میں ننگے ہو جاتے تھے اور ان کے بیٹے انھیں دیکھ کر مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (سفر التکوین الاصحاح ۹)
- اور لوط علیہ السلام کے متعلق یہود کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا تھا، جس سے وہ حاملہ ہو گئیں تھیں! (سفر التکوین: ۱۹۔۳۰)
- اور جد الانبیاء علیہ السلام کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ایک طمع پرست انسان تھے، اور سوائے مال و دولت جمع کرنے کے انھیں کوئی فکر نہیں تھی، اور مال ہی کے لالچ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مین وہ اپنی خوبصورت بیوی تک بادشاہوں کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے!(ایضا)

- اور داؤد علیہ السلام کے بارے مین ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی فوج کے ایک شخص کی بیوی سے زنا کیا تھا اور اپنے اس جرم کو چھپانے کے لیے انھوں نے الٹا اس عورت کے خاوند پر قتل کی تہمت لگا دی تھی!
- اور سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ آپ اسی عورت کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جس سے داؤد علیہ السلام نے زنا کیا تھا!

تو یہودیوں نے ان انبیاء کرام علیہ السلام پر مذکورہ گھناؤنے الزامات لگائے ،جن سے یقینی طور پر وہ بری ہیں اور ان کے متعلق ان جرائم کا تصور کرنا بھی درست نہیں ہے۔

پھر تیسری بات یہ کہ یہودی ان ابنیاء کے دین کو بھی تسلیم نہیں کرتے ، کیونکہ سب کے سب نبیوں کا دین اسلام تھا ،اور وہ دین اسلام ہی کی طرف اپنی امتوں کو دعوت دیتے رہے۔

خلاصۂ کلام: یہودیوں کا یہ دعوی کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں ،کس طرح درست ہوسکتا ہے جبکہ وہ نہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں ،اور نہ انبیاء کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ان کے دین پر ایمان لاتے ہیں !اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کے سچے ورثا تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کو تمام عیوب ونقائص سے پاک اور انبیاء کو معصوم مانتے ہیں اور اسلام ہی کو اللہ کا دین تصور کرتے ہیں۔

کیا یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں؟

یہودیوں کا ایک دعوی یہ بھی ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور انھی کے پیروکار ہیں ،اور چونکہ انکا لقب ''اسرائیل'' تھا اس لیے انہوں نے بھی اپنی ملکیت کا نام ''اسرائیل'' رکھا ہے!

ان کا یہ دعوی جھوٹا ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام مسلمان نبی تھے ،اور انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بیٹوں کو بھی دین اسلام پر ہی قائم رہنے اور اسی پر مرنے کا حکم دیا تھا، فرمان الٰہی ہے:

”ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب یبنیّ ان الله اصطفی لکم الدین فلاتموتن الا وانتم مسلمون “(البقرۃ۔۲/۱۳۲)

”اسی کی وصیت ابراہیم اور یعقوب (علیہ السلام) نے اپنی اولاد کو کی کہ اے ہمارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمایا ہے، خبردار تم مسلمان ہی مرنا“

تو کیا یہودی مسلمان ہیں؟ جب وہ مسلمان نہیں تو وہ اپنے اس دعوے میں کیونکر حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ ہو حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور ان کی پیروکار ہیں؟

اور جہاں تک یہودی مملکت کے نام کا تعلق ہے تو یہ محض رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لیے ہے۔ کیونکہ جس سرزمین پر ان کی یہ مملکت قائم کی گئی ہے وہ فلسطینی مسلمانوں سے چھینی گئی ہے، ان کی اپنی نہیں، اس لیے چھینی ہوئی زمین پر ”اسرائیل“ جیسے خوشنما نام کا اطلاق محض دھوکہ اور فراڈ ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

کیا سرزمین فلسطین کی وراثت کا اللہ نے یہودیوں سے وعدہ کیا تھا؟

یہودیوں کا دعوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے فلسطین اور اس کے اردگرد کی زمین کا، جس کی سرحدیں نیل سے فرات تک پھیلی ہوئی ہیں، مالک و وارث بنائے گا تا کہ یہاں پر وہ اپنا وطن قائم کر سکیں، چنانچہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے:

”لنسلك اعطیی هذه الارض من نهر مصرالی النهر الکبیر نهر فرات“

”دریائے مصر (نیل) سے لے کر دریائے فرات تک کی سرزمین تیری نسل کو دے دی گئی ہے“(سفر یوشع الاصحاح ۱۵ فقرہ:۱۸)

اور یہ دعویٰ بھی دوسری دعوں کی طرح جھوٹا ہے کیونکہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❏ حضرت ابراہیم یہودی تھے نہ نصرانی تھے، بلکہ وہ تو مسلمان تھے، فرمان الٰہی ہے:

”ما کان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ٥ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنو والله ولی المؤمنین “(آل عمران۔۳/۶۷، ۶۸)

”ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو مخلص مسلمان تھے۔ اور وہ مشرک بھی نہ تھے۔ تمام لوگوں میں ابرہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا کہا مانا اور (اسی طرح قربت میں) یہ نبی (محمد ﷺ) اور (یہ) مومن ہیں، ان مومنوں کا سہارا اللہ ہی ہے۔“

❏ اگر ہم یہود کا یہ دعوی بالفرض درست بھی تسلیم کرلیں تو تورات کے مطابق یہ وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت کیا گیا تھا جب آپ کی اولاد میں صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، تو گویا یہ وعدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی نسل کے لیے تھا نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے کیونکہ وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، پس اس سے ثابت ہوا کہ اس وعدے کے اصل مستحق عرب ہیں نہ کہ یہودی!

❏ تورات میں اس وعدے کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ وعدہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے، اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام سے کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ یہودیوں کا اپنا گھڑا ہوا ہے، جس کا مقصد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی نسل کو سرزمین فلسطین سے لاتعلق ثابت کرنا اور یہ جتانا کہ اس کے حقدار صرف یہودی ہیں۔

❏ پوری دنیا میں اب جتنے یہودی موجود ہیں یہ سرے سے حضرت ابرہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں ہی نہیں بلکہ تاریخی طور پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان کی بنیاد مختلف النسل اقوام ہیں اور ان میں ۹۲ فیصد لوگ وہ ہیں جو مشرقی یورپ میں رہائش پذیر تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،انہوں نے ۷۲۰ء میں اپنے آپ کو یہودی کہلانا شروع کر دیا تھا،اور خود ان کی کتاب ''العہد القدیم''(Old Testament) کے مطابق ان کے آباؤاجداد سرزمین فلسطین پر کبھی آئے ہی نہ تھے۔

❑ موجودہ دور کے یہودیوں کا دعوی ہے کہ ان کا تعلق پرانے بنواسرائیل سے ہے، یہ بھی ایک جھوٹا دعوی ہے کہ کیونکہ پہلی دوسری صدی عیسوی میں رومیوں نے بنواسرائیل کی نسل کشی کی مہم میں انہیں نیست ونابود کر دیا تھا،اوران میں جو باقی بچے تھے انہوں نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا، یا وہ بچ بچا کر سوریا، مصر اور شمالی افریقہ میں جا کر اباد ہو گئے تھے۔اسلام کے آنے کے بعد ان کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا،اور عرب لوگوں میں گھل مل گئے تھے،اوران میں جولوگ یورپ وغیرہ میں چلے گئے تھے وہ بھی وہاں رہنے والی مختلف النسل قومون میں مختلط ہو گئے تھے،اس لیے کہ کہنا کہ ان کا خون بنواسرائیل کا اصلی خون ہے۔

❑ ہم مسلمانوں کا دعوی ہے کہ بیت المقدس اور فلسطین کی سرزمین ہماری ہے، کیونکہ یہاں انبیاء کرام مبعوث ہوئے تھے جن کا دین اسلام تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سرزمین انبیاء اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہی ہے۔

❑ قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کے واقعۂ معراج کا ذکر کیا گیا ہے،اور یہ کہ آپ ﷺ کو مسجد اقصی کی سیر کرائی گئی ،تو بیت المقدس میں آپ کی آمد اور اسے ''اقصی'' کے نام سے موسوم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سرزمین آنخضور ﷺ کے متبعین کی ہے کیونکہ مسجد کا تصور صرف مسلمانون کے ہاں ہے یہودیوں کے ہاں نہیں ہے۔

کیا مسجد اقصی ''ہیکل سلیمانی'' کی جگہ پر بنائی گئی ہے؟

یہودیوں کا ایک دعوی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے مسجد اقصی کو''ہیکل سلیمانی'' کی جگہ پر تعمیر کیا ہے،اس لئے اسے گرا کر دوبارہ ہیکل کی تعمیر ضروری ہے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا یہ دعوی بھی جھوٹ اور من گھڑت کہانیوں پر مبنی ہے کیونکہ مسجد اقصیٰ جس جگہ پر واقع ہے اس کا تقدس تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، یعنی حضرت سلیمانؑ کی آمد سے بھی پہلے یہ جگہ مقدس سمجھی جاتی تھی، اس لیے اس کے متعلق یہ باور کرانا کہ اس جگہ کا تقدس ہیکل کی وجہ سے ہے بالکل غلط ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی اسے ''مسجد'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ''ہیکل'' کے لفظ سے نہیں۔ نیز خود حضرت سلیمانؑ نے بھی ''مسجد'' ہی کی تجدید کی تھی، ہیکل نام کی کوئی چیز نہیں بنائی تھی، جیسا کہ صحیح روایات میں یہ بات موجود ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ''ہیکل'' کے متعلق تمام اخرافات تحریف شدہ تورات سے آئی ہیں جن کی قطعا کوئی سند نہیں۔

کیا یہودی اللہ کی پسندیدہ قوم ہیں؟

یہودی ایک دعوی یہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہیں، اس لیے پوری دنیا پر حکمرانی کرنے کا حق صرف انہی کا ہے، نیز ان کے علاوہ جتنی قومیں موجود ہیں وہ سب کی سب یہودیوں کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہیں!

اس دعوے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر کسی قوم کو دوسری قوم پر فضیلت نہیں دی، بلکہ تمام اقوام اپنی اصل کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں، فرمان الٰہی ہے:

"ولقد خلقنا الانسٰن من سلٰلة من طين ٥ ثم جعلنٰه نطفة فى قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحما ثم انشاء نه خلقا اخر فتبارك الله احسن الخلقين"

''یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔" (المؤمنون۔۱۲ تا ۱۴)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ نے تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے، ایسا نہیں کہ کسی کو مٹی سے، کسی کو پیتل سے، کسی کو چاندی سے اور کسی کو سونے سے پیدا کیا ہو، اور اللہ کے ہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے تو وہ محض تقوی کی بنیاد پر ہے، فرمان الٰہی ہے:

"یاایھاالناس انا خلقنکم من ذکر و انثٰی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" (الحجرات۔۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔"

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس نے بنو اسرائیل کو ان کے زمانے میں دوسروں پر فضیلت اس لئے دی تھی کہ وہ اللہ کے احکامات کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیں اور اس کے فرمانبردار بندے بن جائیں، چنانچہ یہ فضیلت کسی خاص نسل یا خاص رنگ کی بنا پر ہرگز نہ تھی یہ ان کے لیے ایک آزمائش تھی کہ کیا وہ اس نعمت پر اللہ کے شکر گزار بندے بنتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں! فرمان الٰہی ہے:

"ولقد اخترنھم علی علم علی العلمین ○ واٰتینھم من الایت مافیه بلؤ مبین"

"اور ہم نے دانستہ طور پر بنو اسرائیل کو دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی، اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔" (الدخان۔۳۲،۳۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے "فضیلت اور" "آزمائش دونوں کو جمع کر دیا ہے، جس کا مقصد بالکل واضح ہے کہ اگر انہیں ان کے زمانے کے لوگوں پر فوقیت دی گئی تھی تو وہ محض ان کی آزمائش کے لیے تھی، تو کیا وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے تھے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے علاوہ خود ان کی اپنی کتابیں بھی شاہد ہیں کہ یہ لوگ اس آزمائش میں بری طرح ناکام ہوئے ، انہوں نے اللہ کے دین کو تبدیل کر ڈالا ، وحی الٰہی میں جھوٹ اور خرافات کو شامل کر دیا اور اللہ کے ہر حکم کی نافرنی کی ، اس کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور یہ اس کی لعنت کے مستحق ٹھہرے ، فرمان الٰہی ہے:

"وضربت عليهم الذلة والمسكنة وبآئو بغضب من الله ذلك بانهم كانو يكفرون بايت الله ويقتلون النبين بغير الحق ذلك بماعصوا و كانو يعتدون"

''اور ان پر ذلت اور مسکنت کو مسلط کر دیا گیا ، اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے ، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے ، یہ محض ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔'' (البقرۃ ۔۱۶)

اور قرآن مجید نے ان کے اس دعوے کا جواب دو طرح سے دیا ہے:

ایک یہ اگر یہ لوگ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو انہیں موت کی تمنا کرنی چاہیے ، تاکہ یہ اس بہترین انجام کو پہنچ جائیں جو اللہ نے اپنے پسندیدہ لوگوں کے لیے لکھ رکھا ہے ، فرمان الٰہی ہے:

"قل يايها الذين هادو ان زعمتم انكم اوليا الله من دون الناس فتمنو الموت ان كنتم صدقين ○ ولا يتمنونه ابدا بماقدمت ايديهم الله اعلم بالظلمين" (الجمعۃ ۶/۶۲۔۷)

''کہہ دیجئے: اے یہودیو! اگر تمہارا دعوی ہے کہ دوسرے لوگون کے سوا تم ہی اللہ کے دوست ہو تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ۔ یہ تو موت کی تمنا نہیں کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے اپنے آگے اپنے ہاتھوں بھیج رکھے ہیں ، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''

دوسرا یہ کہ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ذرا یہ بتائیں کہ ان کے کرتوتوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاداش میں اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کیوں دیتا رہا ہے؟ فرمان الٰہی ہے:

"وقالت الیهود والنصری نحن ابناؤ الله واحباؤه قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء" (المائدۃ ۱۸/۵)

"یہود ونصاری کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور دوست ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ پھر تمہیں تمھارے گناہوں کے سبب اللہ عذاب کیوں دیتا ہے؟ نہیں، بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک قوم ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے"

اور جہاں تک اللہ کا یہ فرمان ہے:

"ینی اسرائیل اذکرو نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین"

"اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی، اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی" (البقرۃ ۲/۴۷)

تو اس میں فضیلت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون اور اس کی فوج پر فوقیت دی تھی، کیونکہ وہ ظالم تھے اور یہ مظلوم، تو اللہ نے مظلوموں کی مدد کی اور ان پر نعمتوں کی بارش کی لیکن جب انہوں نے انعامات الٰہیہ پر ناشکری بلکہ سرکشی کا مظاہرہ کیا تو ان سے یہ فضیلت بھی چھن گئی، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان پر ذلت مسلط کر دی گئی۔

قضیہء فلسطین کا اصولی فیصلہ!

اس سلسلہ میں مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں کہ

"اصل مسئلہ محض مسجد اقصٰی کی حفاظت کا نہیں ہے۔ مسجد اقصٰی محفوظ نہیں ہو سکتی، جب تک بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہے اور خود بیت المقدس بھی محفوظ نہیں ہو سکتا جب تک فلسطین پر یہودی قابض ہیں۔ اس لیے اصل مسئلہ یہودیوں کے غاصبانہ تسلط سے فلسطین کو آزاد کرانے کا ہے اور اس کا سیدھا اور صاف حل یہ ہے کہ اعلان بالفور سے پہلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو یہودی فلسطین میں آباد تھے صرف وہی وہاں رہنے کا حق رکھتے ہیں، باقی جتنے یہودی ۱۹۱۷ء کے بعد سے اب تک وہاں باہر سے آئے اور لائے گئے ہیں انہیں واپس جانا چاہیے۔ ان لوگوں نے سازش اور جبر وظلم کے ذریعے سے ایک دوسری قوم کے وطن کو زبردستی اپنا قومی وطن بنایا، پھر اسے قومی ریاست میں تبدیل کیا اور اس کے توسیع کے جارحانہ منصوبے بنا کر آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا نہ صرف عملاً ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا بلکہ اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر علانیہ یہ لکھ دیا کہ کس کس ملک کو وہ اپنی اس جارحیت کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ ایسی ایک کھلی کھلی جارح ریاست کا وجود بجائے خود ایک جرم اور بین الاقوامی امن کے لیے خطرہ ہے، اور عالم اسلامی کے لیے اس بھی بڑھ کر وہ اس بنا پر خطرہ ہے کہ اس کے ان جارحانہ ارادوں کا ہدف مسلمانوں کے مقامات مقدسہ ہیں اب اس ریاست کا وجود برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو ختم ہونا چاہئے۔ فلسطین کے اصل باشندوں کی ایک جمہوری ریاست بننی چاہیے جس میں ملک کے پرانے یہودی باشندوں کو بھی عرب مسلمانوں کی طرح اور عیسائیوں کی طرح شہری حقوق حاصل ہوں، اور رہا باہر سے آئے ہوئے ان غاصبوں کو نکل جانا چاہئے جو زبردستی اس ملک کو اپنا قومی وطن اور پھر قومی ریاست بنانے کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اس کے سوا فلسطین کے مسئلے کا حل کوئی نہیں ہے۔ رہا امریکہ جو اپنا ضمیر یہودیوں کے ہاتھ رہن رکھ کر اور تمام اخلاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ان غاصبوں کی حمایت کر رہا ہے تو اب وقت آ گیا ہے کہ اب تمام مسلمان اس کو صاف صاف خبردار کریں کہ اگر اس کی یہ روش اسی طرح جاری رہی تو روئے زمین پر ایک مسلمان بھی وہ ایسا نہ پائے گا جس کے دل میں اس کے لیے کوئی ادنیٰ درجہ کا بھی جذبہ خیر سگالی باقی رہ جائے۔ اب وہ خود فیصلہ کر لے اسے یہودیوں کی حمایت میں کہاں تک جانا ہے۔

[ترجمان القرآن، ستمبر ۱۹۶۹ء بحوالہ ''فضیلت بیت المقدس اور فلسطین وشام'']

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری جنگ عظیم اور یہودیوں کا انجام
۔۔۔ایک نبویؐ پیش گوئی!

کتب احادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قرب قیامت کے حوالہ سے بعض ایسی پیش گوئیاں موجود ہیں، جن میں واضح طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نامی ایک شخص ظاہر ہوگا جو نہ صرف یہ کہ خدائی کا دعوی کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اسے اور اس وقت موجود لوگوں کی آخری سب سے بڑی آزمائش کے لئے، اسے کچھ ایسی طاقت عطا کر دیں گے کہ یہ بڑی بڑی ناممکن باتوں کو ممکن بنا دکھائے گا۔ یہ زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال، اور زمین فوراً اپنے خزانے نکال باہر کرے گی۔۔۔! یہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہے گا کہ بارش برسا اور اور فوراً بارش شروع ہو جائے گی۔۔۔!!

یہ سب کچھ اگرچہ اللہ تعالیٰ کر رہے ہوں گے مگر بظاہر یہی دکھائی دے گا کہ جیسے اصولی طور پر سارے اختیار اسی کے پاس آ گئے ہیں حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہوگا۔ ورنہ تو لامحالہ اس کا خدائی کا دعوی درست قرار پائے گا۔ (نعوذ باللہ) لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے کہنے پر اللہ تعالیٰ آخر ایسا کیوں کریں گے؟۔۔۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بڑے بڑے سرکش ایسے پیدا کئے جنہوں نے خدائی کے دعوے کئے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل بھی دے تا کہ ایک طرف تو انہیں پوری ڈھیل دی جائے اور دوسری طرف ان کے ادوار میں موجود لوگوں کا امتحان بھی پوری طرح لے لیا جائے۔ بہرصورت یہ الگ تفصیل طلب موضوع ہے جس پر راقم الحروف نے بحمد اللہ دو مستقل کتابیں (یعنی ''قیامت کی نشانیاں'' اور ''پیش گوئیوں کی حقیقت'') تالیف کی ہیں، شائقین تفصیل انہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اپنے شعبدے دکھائے گا تو لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ مل جائے گی حتی کہ بہت سے مسلمان بھی مرتد ہو کر اس کے ساتھ جا ملیں گے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جنہیں ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا) کو نازل کریں گے جو آ کر مسلمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے دجال ملعون کا خاتمہ کریں گے۔ اس طرح دنیا آخری مرتبہ ایک عالمی جنگ کا شکار ہوگی۔ جس میں ایک طرف مسلمان اور دوسری طرف دنیا بھر کے غیر مسلم شریک ہوں گے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتابوں اور سینہ بسینہ روایتوں میں بھی ''آرمیگاڈان'' کے نام سے اس آخری جنگ کا مذکرہ موجود ہے۔ یہ آخری جنگ کس خطہ ارضی پر ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دجال کو کہاں قتل کریں گے، ان سوالوں کے جواب میں احادیث میں جس علاقے کا تذکرہ خصوصی طور پر آتا ہے وہ یہ فلسطین اور اس کے مضافات ہیں۔ اس سلسلہ میں کتب احادیث کی پیش گوئیوں کو آئندہ سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

دجال بیت اللہ اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہوسکتا

① "عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ آخِرُهُمْ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى ...... إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَبَيْتَ الْمَقْدَسِ وَإِنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيُزَلْزَلُوْنَ زِلْزَالًا شَدِيْدًا ثُمَّ يُهْلِكُهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَجُنُوْدَهُ"

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی حتیٰ کہ تیس (30) جھوٹے ظاہر ہوں گے جن میں سب سے آخری 'کانا دجال' ہوگا جس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی...... وہ ساری زمین پر قبضہ جمالے گا مگر بیت اللہ اور بیت المقدس تک رسائی نہ پاسکے گا۔ بیت المقدس میں (موجود) مسلمانوں کا محاصرہ کرے گا تو ان (مسلمانوں) کو شدید زلزلوں کا سامنا ہوگا بالآخر اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے لشکروں کو تباہ و برباد کردیں گے۔"

[احمد (۲۲/۵)، السنن الکبری (۳۳۹/۲)، الاصابہ (۲۶/۴) قال ابن حجر: حدیث صحیح اخرجہ ابویعلی وابن خزیمہ (۳۲۵/۲) وغیرھما مجمع الزوائد (۳۴۸/۲) المعجم الکبیر (۲۲۷/۷) فتح الباری (۷۰۶/۲)]

② "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْزِلُ الدَّجَّالُ فِي هٰذِهِ السَّبْخَةِ بِمَرقَنَاة فَيَكُوْنُ أَكْثَرَ مَنْ يَخْرُجُ إِلَيْهِ النِّسَاءُ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْجِعُ إِلَى حَمِيْمِهِ وَإِلَى أُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ وَعَمَّتِهِ فَيُوثِقُهَا رِبَاطًا مَخَافَةَ أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْهِ ثُمَّ يُسَلِّطُ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ فَيَقْتُلُوْنَه وَيَقْتُلُونَ شِيعَتَهٗ حَتّٰى إِنَّ الْيَهُوْدِيَّ لَيَخْتَبِئُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ أَوِ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرَةُ لِلْمُسْلِمِ: هٰذَا يَهُوْدِيٌّ تَحْتِي فَاقْتُلْهُ"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

"اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دجال، مرقناہ (مدینے کے قریب ایک وادی) کی دلدلی زمین پر پڑاؤ کرے گا تو اس کی طرف سب سے زیادہ عورتیں جائیں گی حتیٰ کہ آدمی اپنی بیوی، ماں، بیٹی، بہن، چچی (پھوپھی وغیرہ) کے پاس جائے گا اور انہیں رسی کے ساتھ باندھ دے گا مبادا کہ وہ دجال کے پاس جا پہنچیں، پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دجال پر مسلط کر دیں گے اور مسلمان دجال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے یہاں تک کہ اگر کوئی یہودی درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپے گا تو وہ شجر و حجر پکار کر مسلمان سے کہے گا کہ یہ یہودی میری اوٹ میں ہے، اس قتل کرو۔"

[احمد (۲/۹۱، ۱۶۳) وقال احمد شاکر، اسنادہ صحیح (۷/۱۹۰) واصلہ فی البخاری (۲۹۲۵) ومسلم (۲۹۲۲)، المعجم الکبیر (۲/۳۰۷)، مجمع الزوائد (۷/۶۶۴)]

③ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ أَوِ الشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ! يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی حتی کہ مسلمان یہودیوں سے قتال کریں گے اور انہیں (چن چن کر) قتل کریں حتی کہ کوئی یہودی شجر و حجر درے چھپے گا تو وہ پکار اٹھے گا اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! ادھر آ یہ یہودی میری اوٹ میں ہے اسے قتل کر دے۔"

[بخاری؛ کتاب الجہاد والسیر، باب قتال الیہود (۲۹۲۵)، مسلم؛ کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعۃ حتی.... (۲۹۲۲) احمد (۲/۹۱، ۱۶۳، ۱۷۵) المعجم الکبیر (۲/۳۰۷)، مجمع الزوائد (۷/۶۶۴)]

④ "عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِيتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى، قَالَ: فَتَذَاكَرُوا أَمْرَ السَّاعَةِ فَرَدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِي

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِهَا ، فَرِدُّوا الْأَمْرَ إِلَى مُوسَى فَقَالَ : لَا عِلْمَ لِي بِهَا فَرِدُّوا الْأَمْرَ إِلَى عِيسَى فَقَالَ : أَمَّا وَجَبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ ، ذٰلِكَ فِيمَا عَهِدَ إِلَيَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ، أَنَّ الدَّجَّالَ خَارِجٌ، قَالَ : وَمَعِي قَضِيبَانِ فَإِذَا رَآنِي ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الرَّصَاصُ قَالَ : فَيُهْلِكُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى إِنَّ الْحَجَرَ وَالشَّجَرَ لَيَقُولُ : يَا مُسْلِمُ ! إِنَّ تَحْتِي كَافِرًا فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ قَالَ : فَيُهْلِكُهُمُ اللَّهُ "

[احمد (۳۷۵/۱) قال احمد شاکر اسنادہ صحیح (۵/۱۹۰) ابن ماجہ؛ کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال (۴۱۳۲)، حاکم (۵۳۴/۴)، طبری (۸۶/۹)]

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ

''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی تو قیامت کی بات چل نکلی سب نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف معاملہ کر دیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس (قیامت کے وقوع) کا علم نہیں، پھر بات موسیٰ کی طرف پہنچی تو انہوں نے بھی لاعلمی کا مظاہرہ کیا، پھر عیسیٰ پر بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ قیامت کے وقوع کا حتمی علم اللہ تعالیٰ کے سوا (ہم میں سے) کسی کو نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے جو میرے ساتھ (دنیا میں دوبارہ بھیجنے کا) وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس دو چھڑیاں ہوں گی تو جب وہ مجھے دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرما دیں گے یہاں تک کہ شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ میرے نیچے کافر ہے ادھر آؤ اور اسے مار ڈالو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان (سب) کو ہلاک کر دیں گے۔''

⑤ ''عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسَلَّمَ قَالَ : اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ، علیه السّلام، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمِشْقَ بَيْنَ مَهْرُوذَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَه قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْه جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفْسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَ نَفَسُه يَنْتَهِي حِيْنَ يَنْتَهِي طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُه حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلَهٗ "

حضرت نواس بن سمعان ﷺ سے مروی ہے کہ

"اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ حضرت (عیسیٰ) مسیح ابن مریم کو بھیج دیں گے اور وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، دو فرشتوں کے بازوں (پروں) پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ زندہ نہ بچے گا جب کہ ان کی سانس حد نگاہ تک پہنچے گی پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور 'لُد' (ایک مقام فلسطین میں) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔"

[مسلم؛ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال (۲۹۳۷) احمد (۲۲۸/۴)، ابوداود (۴۳۲۱)، ترمذی (۲۲۴۰)، ابن ماجہ (۴۱۲۶)، حاکم (۵۳۷/۴)، طبری (۹۵/۹)]

یہودیوں کے انجام بد کے حوالہ سے مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظر

مولانا مودودی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ "بنی اسرائیل کو ان کے انبیاء اور مقدس کتابوں کے ذریعے جس آخری مسیحا (Promised Messiah) کی خوشخبری دی گئی تھی اس سے مراد مسیح الہدیٰ (عیسیٰ) ہے مسیح الضلالۃ (دجال) نہیں جب کہ بنی اسرائیل دجال کو اپنا مسیح موعود سمجھ کر اس کے پیروکار بن جائیں گے۔ اس بات کی تاریخی حقیقت یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حضرت سلیمان ؈ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل تنزل و انحطاط کا شکار ہوتے چلے گئے اور ذلت و مسکنت ان کا مقدر ٹھہرا دی گئی تو انبیائے بنی اسرائیل نے انہیں یہ خوشخبری دینا شروع کی کہ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک 'مسیح' آنے والا ہے جو انہیں اس ذلت و مسکنت سے نجات دلائے گا۔

ان پیشنگوئیوں کی بناء پر یہودی ایک مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو در در کی ٹھوکریں کھانے کی بجائے 'فلسطین' میں جمع کر کے ایک زبردست سلطنت قائم کر دے لیکن ان کی توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح بن کر آئے مگر کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے (وہ اپنے زعم باطل میں انہیں قتل کر چکے ہیں) اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس 'مسیح موعود' کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں انہیں دی گئی تھیں، ان کا مذہبی لٹریچر بھی اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے اور وہ یہی امید لیے بیٹھے ہیں کہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی لیڈر ہوگا جو نیل سے فرات تک کا علاقہ جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں، انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو جمع کر کے وہاں لا بسائے گا۔

مشرق وسطی کے حالات اور نبی ﷺ کی پیشنگوئیوں کے پس منظر میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اس دجال اکبر کے ظہور کے لیے سٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصہ سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھچ کھچ کر چلے آرہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس دان اور ماہرین فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی یہ طاقت گردوپیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔''

[ملاحظہ ہو تفہیم القرآن از علامہ مودودی (جلد ۴ رصفحہ ۱۶۴)]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9

خدا کا سب سے بڑا مشرک ۔۔۔ ہندو!

❑ عالمی بالادستی کے ہندوانہ عزائم و نظریات

(کوتلیہ چانکیا کے افکار کی روشنی میں)

❑ ہندو کی دہشت گرد تنظیم ۔۔۔ آر ایس ایس

کے نظریات اور طریقہ واردات

❑ گجرات میں مسلم بیٹیوں پر کیا قیامت گزری؟

(ہندوؤں کے مظالم کی جگر پاش رپورٹ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالمی بالادستی کے ہندووانہ عزائم ونظریات

(کوتلیہ چانکیا کے افکار کی روشنی میں!)

کسی زمانے میں چندر گپت موریہ ہندوستان پر حکومت کرتا تھا۔اس کا ایک درباری ،ایک ہندو پنڈت چانکیا بھی تھا جس سے موریہ کبھی کبھی صلاح مشورہ کیا کرتا تھا۔ایک روز بادشاہ، چند درباریوں کے ہمراہ شکار کے لئے نکلا۔رات ہوگئی تو ایک جنگل میں پڑاؤ کیا۔سپاہی خیمے لگانے اور کھانے پینے کے بندوبست میں مصروف ہوگئے۔چانکیا بھی ادھر ادھر آ جارہا تھا کہ اسے ایک جھاڑی سے کانٹا چبھ گیا۔کانٹے کا لگنا ہی تھا کہ چانکیا غصے میں آپے سے باہر ہوگیا۔ملازم سے کہا کہ فوراً ایک گلاس شربت لے آؤ۔وہ جلدی سے شربت کا گلاس لے آیا۔چانکیا نے شربت کا ایک گھونٹ چکھا اور باقی شربت جھاڑی پر اور اس کی جڑوں میں انڈیل دیا۔ملازم نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا ''حضور کیا اس شربت میں کوئی خرابی یا مجھ سے کوئی خطا ہوئی کہ آپ نے شربت گرادیا؟'' چانکیا بولا ''اس کا جواب صبح دوں گا''۔دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کے کیڑے ہزاروں کی تعداد میں آئے اور صبح تک اس جھاڑی کو چٹ کر گئے۔

صبح چندر موریہ (بادشاہ) نے حیرانی سے پوچھا کہ ''رات یہاں اچھی خاصی جھاڑی تھی ،اسے کیا ہوا؟'' چانکیا نے ہاتھ باندھ کر عرض کی ''حضور!اس نے میرے ساتھ دشمنی کی تھی اور میں نے اس کا ایسا بندوبست کیا کہ اس کا نام ونشان ہی مٹادیا۔'' اور پھر اسے بتایا کہ میں نے جھاڑی کو کیسے تباہ کیا۔چندر گپت اس کی سکیم سن کر بہت خوش ہوا اور اسے اپنا مشیر خاص بنالیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ہندو دھرم میں کسی صحیفے یا آسمانی کتاب کا کوئی تصور نہیں (یا دوسرے لفظوں میں ان کا مذہب کسی نبی اور رسول کی تعلیمات پر مبنی نہیں) اس لئے ہندو قوم، چانکیا کے بتائے ہوئے اصولوں پر آج تک عمل کرتے آئے ہیں۔ چانکیا نے اپنی مشہور تصنیف ''ارتھ (آرتھا) شاستر'' میں ہندوؤں کے لئے سیاسی فلسفے کے بنیادی انتہائی تفصیل سے بیان کئے ہیں اور آج بھی بھارت کے پورے سیاسی نظام کا ڈھانچہ، جنگ اور امن دونوں حالتوں میں انہی اصولوں پر استوار ہے۔ (حساس ادارے: ص ۱۱۳)

چانکیا کا نظریہ حکومت میکاولی سے چنداں مختلف نہیں، وہ بھی اپنے پیروکاروں کو چالاک، سازشی، کمینگی کی حد تک بدلہ لینے کے خواہش مند، ہر لحہ اوچھے ہتھکنڈوں اور بددیانتی سے دشمن کو مات دینے پر تیار اور اس ہنر میں تاک دیکھنا چاہتا ہے۔ بھارت نے بھی چانکیا کی معاندانہ سوچ کی روشنی میں اپنا ریاستی نظام وضع کر رکھا ہے۔ چانکیا ہی کی تعلیمات کا حصہ ہے کہ اپنے ہمسایہ کو کبھی اپنا دوست نہ سمجھو بلکہ اسے ہمیشہ اپنے دشمن کی نظر سے دیکھو۔ پاکستان، بھارت کا ہمسایہ ہے، چنانچہ چانکیا کے اقوال کی روشنی میں ہم کبھی بھارت کے دوست نہیں ہو سکتے یا دوسرے لفظوں میں بھارت کبھی ہمارا دوست نہیں بن سکتا، خواہ اس مقصد کے لئے ہم کتنے پاپڑ بیلیں!!

آئندہ سطور میں چانکیا ہی کی اس کتاب ''ارتھ شاستر'' سے ہندوؤں کے ان عزائم اور چانکیا کے فلسفہ حکومت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

ایک کے ساتھ صلح دوسرے کے ساتھ لڑائی

ریاستوں کا حلقہ اصول شش گانہ مرکز ہے۔ میرے استاد کہتے ہیں کہ امن، جنگ، غیر جانبداری، سرگرمی، اتحاد اور ایک کے ساتھ صلح اور دوسرے کے ساتھ لڑائی۔ یہ ہیں ریاستی حکمت عملی کی چھ ممکنہ صورتیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورویہ پالیسی

اتحاد اور دورویہ پالیسی میں سے آخر الذکر کو تو ترجیح حاصل ہے کیونکہ جو کوئی یہ (دورویہ) پالیسی اختیار کرے، وہ اپنے آپ کو مالا مال کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنے تعمیری یا پیداواری کاموں پر توجہ مبذول کر سکتا ہے۔

کمزور بادشاہ ایسا رویہ رکھے جیسا کہ مغلوب غالب کے ساتھ رکھتا ہے۔ لیکن جب محسوس کرے کہ اس کے برتری حاصل کرنے کا موقع آ گیا ہے یعنی کسی وبا کے پھیلنے ،اندرونی خلفشار، دشمنوں کے بڑھنے یا دوست کے مصائب کی بناء پر اس کا حریف مشکلات کا شکار ہے تو وہ کسی بہانے مثلاً اسی دشمن کے خطرات کو دور کرنے کے لئے کفارے کی پوجا، وہ اس کے دوبار سے نکل آئے یا اگر اپنی عملداری میں ہو تو ان مشکلات میں گرفتار بادشاہ سے ملنے نہ دیا جائے یا اگر موقع پائے تو اس کو مار ڈالے۔

جو بادشاہ وطاقت والے بادشاہوں کے بیچ ہو، وہ اس کی پناہ مانگے گا جو دونوں میں سے زیادہ طاقت والا ہو گا یا جس پر وہ اعتماد کر سکے یا پھر دونوں سے برابر شرائط پر صلح کرے۔ پھر وہ ان میں سے ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑ کاءے اور ایک سے کہے کہ دوسرا جابر ہے اور اسے تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح دونوں میں پھوٹ ڈلوا دے۔ جب وہ دونوں ایک دوسرے سے کٹ جائیں تو خفیہ طریقے سے دونوں کو کیفر کردار تک پہنچا دے۔

جب کسی بادشاہ کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ ایک سے صلح کر کے اور دوسرے سے لڑائی کا آغاز کر کے اپنا مطلب نکال سکتا ہے تو اس کو دورویہ حکمت علمی پر کار بند ہونا چاہیے۔ جب کسی کمزور بادشاہ پر کوئی طاقت ور بادشاہ حملہ کر رہا ہو جو کسی ریاستوں کے حلقے کا حاکم ہو تو اسے انتہائی عاجزی سے صلح کی درخواست کرنا چاہیے اور صلح کی شرائط میں اگر اسے خزانہ' فوج' خود اس کی اپنی ذات اور زمین بھی پیش کرنا پڑے تو بلا پس و پیش کر دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی بادشاہ دیکھے کہ اس کا دشمن مشکلات میں گھرا ہوا ہے اور اس کی رعیت کے مصائب دور ہونے کے امکانات دور دور تک نہیں اور زبردستی اور زیادتی سے سخت پریشان ہیں، ان میں حوصلہ نہیں رہا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں تو ان کو اپنے آقا سے پھیر کر اپنے ساتھ ملایا جاسکتا ہے یا اگر دشمن ملک آگ، سیلاب، وبا یا قحط وغیرہ کی ناگہانی مصیبتوں میں گرفتار ہے، اس کے جوان لقمہ اجل بن رہے ہیں، دفاع کی طاقت ختم ہو چکی ہے تو وہ جنگ کے اعلان کے بعد حملہ کر دے۔

زمین کا حصول حلیف سے اہم ہے

اتحادی افواج کی یلغار سے حاصل ہونے والے فوائد مثلاً دوسرے ممالک کی دوستی، دوست اور زمین میں سے، زمین کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ حلیف ملک اور دولت تو علاقہ حاصل کرنے کے بعد بھی دسترس میں آسکتے ہیں اور یہ دونوں ہی ایک دوسرے کے حصول میں معاون بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

مخالف حکمرانوں کو دولت، زمین یا بیٹی بیوی وغیرہ پیش کر کے ساتھ ملالیں!

کسی کے خلاف بہت سے حکمران فوجی اتحاد قائم کر کے حملہ کی تیاریوں میں ہوں مگر کسی کو اتحاد کو مشترکہ سربراہ بنایا گیا ہو تو اسے چاہیے کہ مندرجہ ذیل قسم کے اتحادی حکمرانوں کو کسی نہ کسی طرح اپنے شاطرانہ لائحہ عمل کا شکار بنائے۔

۱۔ جو پرعزم ہوں

۲۔ جو اتحاد کے بنیادی متحرک ہوں

۳ جو ہر دلعزیز اور مقبول ہوں

۴۔ جو لالچ یا خوف کی وجہ سے اتحاد میں شامل ہوئے ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جن کے ساتھ کوئی خونی رشتہ ہو

۶۔ جو دوست (رہے) ہوں

۷۔ جو بے قرار اور چلتے پھرتے دشمن ہوں

۸۔ جو اس راجہ سے باطنی طور پر خوفزدہ ہوں جس کی سرکوبی کے لیے اتحاد بنایا گیا ہے۔ ان لوگوں کے خصائص وفضائل کے حوالہ سے درج ذیل اقسام کی مفید ترغیبات دی جائیں۔

۱۔ پرعزم حکمران کو اپنی بیٹی پیش کردی جائے یا اس کے کسی جوان کے نطفہ سے اپنی بیوی کے ہاں اولاد پیدا کردی جائے۔

۲۔ ہردلعزیز حکمران کو بیٹی پیش کی جائے یا حملے کی نسبت دگنے مالی مفادات کی پیشکش کردی جائے۔

۳۔ لالچی کو دولت اور افرادی قوت سے خرایدجائے اور جو دباؤ کے تحت اتحاد میں شامل ہوا ہو، اسے یرغمال بنا کر تحفظ کی پیشکش کی جائے۔ ایسا شخص فطری طور پر بزدل ہوگا۔

۴۔ اتحاد کے محرک کو خوشامد، حسن سلوک اور مصالحت کے ذریعے پھانسا جائے۔

۵۔ جس کے ساتھ خون کا رشتہ ہو، اس سے مزید قرابت پیدا کی جائے۔

۶۔ یہ حکمت عملی اختیار کرنے والا حکمران ایسے حاکموں کو جو اس سے خوفزدہ ہونے کے باوجود اس مخالفت میں بننے والے اتحاد میں شامل ہوں، اطمینان اور حوصلہ دلا کر اپنی مٹھی میں کرے۔

۷۔ دوست حکمران کے ساتھ مل کر دوطرفہ مفادات کے حصول میں معاون منصوبہ جات شروع کیے جائیں اور تمام جھگڑے فوری طور پر چھوڑ دیے جائیں۔

۸۔ بے قرار دشمن کے خلاف عملی کارروائیاں روک کر اسے امداد کی پیشکش کی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفوں کے خلاف تحائف سے لے کر دھمکی تک ہر حربہ استعمال کریں

ان کے علاوہ کسی بھی حکمران کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ (یعنی تحائف اور تفرقہ اندازی سے دھمکی تک) اختیار کیا جائے۔

چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں کو لالچ دے کر اپنا وفادار بنایا جاسکتا ہے اور ان کے اندرونی حالات بگاڑے جاسکتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں ڈرا دھمکا کر اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا جائے۔ حملہ آور حکمران اپنے دشمنوں کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لئے حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو لائحہ عمل مناسب سمجھے اختیار کرے۔

وہ اس کے دیہاتوں، جنگلوں کے مکینوں، مویشیوں کے گلوں، سڑکوں اور آمد و رفت کے راستوں کے تحفظ کا عہد کر کے مصالحت کی راہ ہموار کرے اور جوان مقامات سے نکال دیئے گئے ہیں یا فرار ہو گئے ہوں، ان کی واپسی کی ذمہ داری قبول کرے۔ اراضی کے عطیات، تحائف اور کنیا دان (لڑکی دینا) جیسے اعلان کر کے خوف و ہراس کی فضا ختم کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ہی ہمسایہ حکمران کو بھڑکا کر یا قبائلی سردار، شاہی خاندان کے کسی فرد یا مقید شاہزادے کو اپنا ہمنوا بنا کر فسادات شروع کروادے۔ جس حکمران کی قوت بڑھتی ہی چلی جارہی ہو، وہ عہد نامہ توڑ سکتا ہے۔

حلیفوں کو استعمال کرنے کے طریقے

فاتح (حکمران) کسی بھی طریقہ سے ایسی صورتحال مستقل پیدا کیے رکھے کہ اس کا تابعدار دوست مزید امداد کی خواہش میں اس کا فرمانبردار بنا رہے۔ لیکن اگر اس کے حالات ازخود خراب ہو رہے ہوں تو مدد نہ کی جائے کیونکہ سیاست کا تقاضا یہ ہے کہ حلیف کو نہ بہت زیادہ کمزور ہونے دیا جائے اور نہ انتہائی طاقتور بننے کا موقع دیا جائے۔

جب مصیبت دو حلیفوں میں سے کسی ایک پر ہو تو دوسرے کے وسائل سے مدد لے کر بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔ لیکن جب دونوں مصائب سے پہلے کون نکلے گا یا مزید پریشانیوں کا شکار کون ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حریف کے ساتھ برابر تعلقات رکھنے والے کو پہلے حریف سے الگ کر کے ختم کیا جائے اور پھر حریف سے نبرد آزما ہو کر اسے شکست دی جائے۔ اگر کوئی حلیف غیر جانبدار رہنا چاہے تو اسے اس کے پڑوسی حریف سے لڑوا دیا جائے۔ پھر جب وہ اس کے ہاتھوں خوب تنگ آ جائے تو اس کی مدد کر کے اس پر احسان جتایا جائے۔ اس طرح وہ وفاداری کا مظاہرہ کرے گا۔

کمزور حلیف اگر فاتح اور اس کے حریف دونوں سے مدد کا طالب ہو تو فاتح کو چاہیے کہ اس کی فوجی مدد کرے تاکہ وہ اس کے حریف سے مدد نہ مانگے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے سزا دینے کا بندوبست کر کے اپنے علاقے سے نکال کر کسی اور علاقے میں پھنسا دیا جائے۔ اگر ایسا حلیف طاقتور بن جائے اور خطرات کے وقت فاتح کی مدد نہ کرے تو فاتح کو چاہیے کہ اسے اچھی طرح اعتماد میں لیکر بعد ازاں عدم تعاون کی پاداش میں تباہ کر ڈالے۔

سیاست سے آگاہی رکھنے والے کو چاہیے کہ تخفیف ترقی، زوال، جمور اور تباہی کے آثار پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ ان جملہ سیاسی حربوں سے بھی آشنا ہو جو مندرجہ بالا مختلف حالات میں اسے اختیار کرنے چاہییں۔ جو حکمران اس حکمت عملی سے آگاہ اور اسکے بر موقع استعمال پر قادر ہوگا، وہ دیگر حاکموں کو اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے جیسے چاہے گا استعمال کرے گا۔

برہمن اور عالی نسب جرم بھی کریں تو انہیں کچھ نہ کہیں

گھٹیا اور کمتر افراد کی خاطر عالی نسب لوگوں کو نہیں مرنا چاہیے کیونکہ کثرت میں ہونے کی وجہ سے چھوٹے طبقے کے لوگ تو بھرتی کیے جا سکتے ہیں۔ عالی نسب آدمی گھٹیا ذات کے لوگوں کا سہارا ہوتے ہیں۔ بڑے لوگوں کے خلاف تشدد نہیں کیا جا سکتا اور اگر کیا بھی جائے تو مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر اور خطرناک ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں میں سے جس کسی کو بڑے گروہ کا تحفظ حاصل ہو اسے کچھ نہ کہا جائے لیکن جس کو اس قسم کا تحفظ حاصل نہیں اسے معاف نہ کیا جائے۔ کسی آریہ کو ہرگز غلام نہیں بنایا جائے گا لیکن ملیچھ لوگ اگر اپنے بچوں کو فروخت کریں یا گروی رکھیں تو مجرم تصور نہیں ہوں گے۔

جرم کی نوعیت کچھ بھی ہو لیکن کسی برہمن کو اذیتیں نہیں دی جائیں گی۔

فائدوں کے حصول کے لئے اچھی باتوں کو زیادہ خاطر میں نہ لائیں

فوائد کے حصول میں ہمیشہ مندرجہ ذیل باتریں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مقاصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے:

۱۔ جذبات ۲۔ غصہ ۳۔ بزدلی ۴۔ نرم دلی ۵۔ شرم ولحاظ یا وضع داری ۶۔ غیر آریائی رویے

۷۔ غرور ۸۔ رحم ۹۔ عاقبت سنوارنے کی فکر ۱۰۔ نیکی ہی کی دھن میں رہنے کا میلان

شہری اور مضافاتی لوگوں کا رابطہ ختم کرنے کے لئے تشدد کے علاوہ حکمران ہر طریقہ استعمال کر سکتا ہے۔ دنیاوی فوائد، مذہبی بھلائی اور نفسیاتی حظ کو مفاد یا تسکین کی تین صورتیں کہتے ہیں۔ پہلی کو دوسری اور دوسری کو تیسری پر فوقیت حاصل ہے۔

حکمرانوں کو قابو میں کرنے اور عظیم تر فتوحات کے گُر

دو حکمران ایک دوسرے سے ڈرتے ہوں تو ان میں نفاق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو نسبتاً زیادہ بزدل ہو، اس کو تباہی و بربادی سے خائف کر کے کہا جائے: "یہ حکمران کسی دوسرے سے اتحاد بنا کر تم کو نیست و نابود کر دے گا کیونکہ ایک دوست کے توسط سے صلح کے مذاکرات جاری ہیں جن میں تمہیں شریک نہیں کیا گیا۔"

اچھے اور نیک اطوار حکمران کو اپنی طرف سے صلح کا یقین دلا کر دوستی کے فوائد بیان کر کے اس کے خاندانی پس منظر کی تعریف کر کے اس کے بڑوں سے اپنے قدیم تعلقات کا اظہار کر کے قابو کرنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلیفوں اور حریفوں کو ان کی اوقات میں رکھنے کے لئے ہمیشہ گنجلک اور مشکل کارروائیاں ناگزیر ہوتی ہیں۔

دشمن جب سخت دباؤ اور مشکلات کا شکار ہو یا نامساعد خطہ میں ہو تب اس پر بھرپور حملہ کیا جائے۔ حریف کے باغیوں، وحشی قبائل یا دشمنوں کے ذریعے اپنی شکست کی افواہ پھیلا دی جائے اور خود کو کسی موزوں اور محفوظ مقام پر مورچہ بند کر لیا جائے، اس حکمت عملی کے نتیجے میں دشمن اپنا محفوظ مقام چھوڑ کر باہر آ جائے گا جسے شکست دینا آسان ہوگا۔

جب حریف لشکر پریشان، خستہ حال اور بوکھلایا ہوا ہو تو اچانک اس پر حملہ کر دیا جائے۔ حریف دھوپ سے جلس رہا ہو تو سایہ دار مقامات سے اس کی طرف اچانک پیش قدمی مفید ثابت ہوگی۔ اپنے ہاتھیوں کو روئی اور کھال کی جھولوں سے ڈھانپ کر شب خون مارنا بھی مطلوبہ نتائج کے حصول میں بے حد معاون ثابت ہوگا۔

اگر حملہ آور صلح کے عوض بھاری رقم کا مطالبہ کرے تو اسے مطلوبہ رقم کا کچھ حصہ ادا کر دیا جائے اور بقیہ رقم چھوٹی چھوٹی اقساط میں فراہم کی جاتی رہے۔ اس دوران دشمن کا لشکر بہت کاہل اور لاپرواہ ہو جائے گا۔ موقع مناسب دیکھ کر ان پر زہر، آگ اور ہتھیاروں سے حملہ کر کے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہمسایہ حکمران کی سرکوبی کے بعد فاتح کو وسطی حکمران کی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ یہ عظیم تر فتوحات کا تدریجی مرحلہ ہے۔

ممالک کا حلقہ فتح کرنے کے بعد فاتح مفتوحین میں سے اپنے دشمنوں اور دوستوں کا انتخاب کرے اور ان میں سے دشمنوں کو مختلف اوقات میں مختلف قسم کی مشکلات کا شکار کر کے اطاعت گزار بنا لیا جائے۔ توسیع پسندی کی خواہش کی تسکین کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

خفیہ جوڑ توڑ، آلہ کاروں کے ذریعے معلومات کا حصول، حریف کی افرادی قوت کو تباہ کرنا، محاصرہ کرنا اور پیش قدمی .... یہی وہ پانچ بنیادی اصول ہیں جن پر عمل کر کے ناقابل تسخیر قلعہ جات تک کا حصول بھی ممکن ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفارتی پیغام پہنچانا، معاہدوں پر عمل درآمد، الٹی میٹم دینا، راہ مزاسم پیدا کرنا، ساز باز کرنا، تفریق پیدا کرنا، دشمن کے عزیزوں کو اغوا کرنا، خفیہ کارندوں کی حرکات وسکنات پر نظر رکھنا، امن کے معاہدوں کی خلاف ورزی، دشمن کے ایلچیوں اور عہدہ داروں کو اپنے ساتھ ملانا، یہ سب ایلچی کے فرائض ہیں۔

تماشہ گروں اور دیگر فنکار لوگوں کو عورتوں میں سے جو متعدد زبانیں اور پیغام رسانی کے خفیہ اشارے جانتی ہوں گی، انہیں اور ان کے دوسرے عزیز واقارب کو بھی دوسرے ملکوں کے جاسوسوں کو قتل کروانے، دھوکا دینے اور سلطنت یا بادشاہ کے دشمنوں کا سراغ لگانے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

خزانہ بھرنے کے مختلف طریقے

محصول، اعلیٰ شہریوں اور دیہاتیوں سے کسی ضروری کارروائی کے بہانے وصول کرے گا۔ اعتماد میں لئے گئے لوگ عوام کے سامنے بھاری چندہ دیں۔ پھر ان کی مثال دے کر دوسرے لوگوں سے مانگا جائے۔

جاسوس عام لوگوں کے بھیس میں ان لوگوں پر طعنہ زنی کریں جو کافی مقدار میں چندہ نہ دیں۔ امیروں سے خاص طور پر کہا جائے کہ وہ اپنی دولت میں سے زیادہ سے زیادہ چندہ دیں۔ جو رضامندی سے اور نیک کام جان کر بادشاہ کو اپنی دولت پیش کریں، دربار میں ان کا رتبہ بڑھا دیا جائے اور ان کو دولت کے بدلے پگڑی اور قوم پیش کی جائیں۔

ادھرمیوں (ملحدوں) کی، نیز مندروں کے خزانے جاسوساحر بن کر اڑا لے جائیں۔ اسی طرح مرے ہوئے لوگوں کی دولت یا ان آدمیوں کی بھی جن کا گھر جل گیا ہو، البتہ وہ برہمنوں کے کام نہ آتی ہو....

کسی علاقے میں کسی دیوتا کا بت کھڑا کرکے، قربان گاہ بنوا کے کوئی آشرم کھول کر یا کسی بدشگونی کے ازالے کی خاطر میلہ منعقد کرانے کے بہانے رقم اکٹھی کی جائے۔

بادشاہ کے باغ کے کسی ایسے پیڑ کے متعلق جس پر بے موسم پھل پھول لگے ہوں، یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افواہ اڑادی جائے کہ یہ دیوتا کا معجزہ ہے یا لوگوں میں اس طرح خوف وہراس پیدا کیا جائے کہ فلاں درخت پر بھوت کا بسیرا ہے ۔اس درخت پر ایک آدمی چھپ چھپ کر مختلف آوازیں نکالتا رہے اور بادشاہ کے کارندے مہنت بن کر روپیہ بٹورتے رہیں .... یا کسی کنویں میں کئی سروں والے ناگ کو دکھا کر لوگوں سے پیسے بٹورے جائیں۔

بادشاہ کا ایجنٹ کسی کاروباری سے مل کر کاروبار کرے۔جب اچھی خاصی دولت جمع ہو جائے تو خود ڈاکوؤں سے لٹ جانے دے۔یہی طریقے بادشاہ کے صراف اور جوہری بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

بیوائیں نیک عورتوں کے بھیس میں امیروں کو متوجہ کریں اور جب وہ ان کے گھر جائیں تو وہ پکڑ لئے جائیں اور ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی جائے۔

جب کوئی جھگڑا دو باغیوں کے درمیان شروع ہو تو ان میں سے ایک کو مروا دیا جائے اور دوسرے کی املاک اسی جرم میں ضبط کر لی جائیں۔

پانچ پن ماہانہ سود کی کاروباری شرح سے جبکہ سوا پن ماہانہ مناسب شرح سود ہے۔

جنگلات کے مکینوں میں دس پن اور بحری تجارت کرنے والوں میں بیس پن کے حساب سے بھی سود کی شرح مقدر ہے۔سود کی مقرر کردہ شرح کی خلاف ورزی کرنے والوں یا اس میں معاون افراد کو اول درجے کی سزا کا مستحق ٹھہرایا جائے۔

کاروبار سے متعلقہ سامان پر عائد ہونے والا سود باقاعدگی سے سال کے اختتام پر ادا کیا جائے اور اس کی شرح منافع سے نصف مالیت کے برابر ہو۔

سود ادا کرنے والے کے ریاست سے باہر ہونے یا اس کی اپنی خواہش کے سبب اگر سود ادا کرنے کی بجائے جمع ہونے دیا جائے تو سود سمیت رقم اصل رقم سے بڑھ سکتی ہے۔

جو طوائف بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر کسی اور مرد کی مضبوط بانہوں کی پناہ میں جانا چاہے، وہ سرکار کو سوا چار پن ہر ماہ باقاعدگی سے ادا کرے۔

اگر کوئی طوائف بادشاہ کے حکم کے باوجود بھی اپنا جسم اور کے حوالے نہ کرے تو اسے پانچ ہزار پن جرمانے اور ایک ہزار کوڑے بطور سزا برداشت کرنے پڑیں گے ۔(بشکریہ 'مجلۃ الدعوۃ' دسمبر ۲۰۰۱ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندؤ کی دہشت گرد تنظیم ۔۔۔۔آر ایس ایس کے نظریات اور طریقہ واردات!

قائدین آر ایس ایس کے نظریات:

''اگر آپ ہندو مسلم ایکتا کی بات کریں تو مسلمانوں کا دماغ اور اوپر چڑھ جائے گا۔ مسلمانوں کو تو ملک دشمن بھی نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ یہ اس ملک کے نہیں۔ یہ تو صرف ودیشی اجنبی ہیں''

آر ایس ایس کے پہلے سربراہ ڈاکٹر ہیڈ گوار

''مسلمان یا تو ہندو کلچر، تہذیب، زبان کو اپنا لیں یا ہندو مذہب اور مذہبی شخصیات کا احترام کریں نہیں تو اس ملک میں اس طرح رہیں کہ ان کا نہ کوئی حق ہوگا اور نہ دعوی۔ ان کو خاص حقوق تو کجا ایک عام شہری کے حقوق بھی نہیں مل سکیں گے۔ انہیں ہندو قوم کا محکوم بن کر رہنا پڑے گا۔''

آر ایس ایس سربراہ گرو گولوالکر

''مسلمانوں کو اسلام کا بھارتیہ کرن کرنا چاہیے''

موجودہ سربراہ کے ایس سدرشن

''جلد بھارت ہندو حامی اور ہندو مخالف طاقتوں میں ایک مہا بھارت ہوگا۔''

''مسلمان بہت شرارت پسند ہو گئے ہیں کانگریس ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے۔ اس لیے ہمیں سرکار اور مسلمان دونوں کے خلاف لڑنا ہوگا۔ اس کے لیے آر ایس ایس کا استعمال آسان اور منافع بخش جرخہ کا مقابلہ آخر کار رائفل سے ہی کرنا ہوگا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بی ایس منجے صدر ہندو مہا سبھا

''ہندوستانیوں کی طرح اٹلی کے لوگ بھی آرام پسند ہیں۔انہوں نے فوجی تربیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔مسولینی نے اٹلی کے لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے تنظیم قائم کی۔فاشزم کا نظریہ کس طرح لوگوں کو کس کر باندھ سکتا ہے۔یہ اس تنظیم کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ہندوستان اور خاص طور پر ہندو بھارت کو ایسی ہی تنظیموں کی ضرورت ہے۔ڈاکٹر ہیڈگوار کی قیادت میں ہماری تنظیم آر ایس ایس اسی طرز پر بنی ہے۔''

آر ایس ایس کے لیڈر دامودر ساورکر

''کسی ملک کی تعمیر اس کے اکثریتی فرقہ کو لے کر ہوتی ہے نہ کہ اقلیتی فرقہ کو لے کر،جرمنی میں یہود کیا ہوا۔یہ اچھا ہوا کہ اقلیت ہونے کی وجہ سے انہیں جرمنی سے باہر نکال دیا گیا۔ہندوستان کے مسلمان اپنے مفادات اپنے ہمسایہ ہندوؤں سے نہیں بلکہ غیر ممالک کے مسلمانوں سے وابستہ کرتے ہیں۔ہندوستان میں ان کی سوچ ویسی ہی ہے جیسی جرمن میں یہود کی'' [دامودر ساورکر (۷دسمبر۱۹۴۹ء)]

''ہو وہ شخص جو مدارس میں دین اسلامی کو رواج دینا چاہتا ہے وہ دراصل ہندوستان اور ہندو کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ہم پر لازم ہے کہ ہم ہندوستان میں اسلام کو ختم کر دیں تاکہ ہم ترقی یافتہ ملک بن سکیں۔''

صوبہ اتر پردیش کا وزیر تعلیم،سمپورنانند

''کیونکہ بھارتی فوج کمزور اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں اس لیے عام ہندوؤں کا مسلح ہونا ضروری ہے۔ہندوؤں کو مستقل لڑائیوں اور جھگڑوں کے لیے تیار رہنا چاہیے جس کے لیے عسکری تربیت نہایت ضروری ہے۔'' (۲۰۰۱-۶-۲۲ یال ٹھاکرے)

''وہ وقت دور نہیں جب ہندو دنیا میں سپر پاور بن کر ابھریں گے اور اس سمت میں دنیا بھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تیزی کے ساتھ کام جاری ہے۔" (۲۰۰۱۔۶۔۲۷ سربراہ وشوا ہندو پریشد۔ اشوک سنگھل)

"میرے لیے بابری مسجد کی شہادت کے واقع کا دن خوشی کا دن تھا۔ اگرچہ کوئی پرندہ بھی بابری مسجد میں گھس نہیں سکتا تھا لیکن اس کے باوجود کار سیوک (رضا کار) نہ صرف بابری مسجد تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے بلکہ انہوں نے مسجد میں گھس کر وہاں پوجا بھی کی۔ ہم بابری مسجد گرکر رام مندر تعمیر کرنے کی مہم کا ایک حصہ تھے۔" (۲۰۰۱/۶/۱۵ ایل۔ کے۔ ایڈوانی)

"۵۰،۰۰۰ ہزار نوجوانوں کی مسلح تربیت شروع کر دی ہے۔ اس مقاصد کے لیے بھارتی ریاست اتر پردیش میں سٹیٹ گیسٹ ہاؤس کو تربیتی مرکز میں تبدیل کر دیا ہے۔ جہاں ہندو نوجوان طلباء کو ہتھیاروں اور مارشل آرٹس کی تربیت دی جا رہی ہے۔" (سربراہ بجرنگ دل ۲۰۰۱۔۶۔۱۵)

"گذشتہ مہینے آر ایس ایس کے فیصلہ جات کرنے والی کمیٹی 'اکھل بھارتیہ پرتیندھی' نے ایک قرارداد پاس کی جسمیں کہا گیا ہے کہ بھارت کے ۱۲ کروڑ مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان کی جان صرف اکثریت (ہندوؤں) کی خواہشات پر عمل کرتے ہی بچ سکتی ہے۔ اس موقع پر بھارتی سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج کلدیپ سنگھ نے کہ کہ اقلیتوں (مسلمانوں) کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ وہ ہندووانہ تہذیب وتمدن اور وراثت سے جان نہیں چھڑا سکتے۔"

آر ایس ایس کے دہشت گردیوں کی ایک جھلک:

بھیونڈی مہاراشٹر ۱۹۷۰ء میں آر ایس ایس نے سینکڑوں مسلمان شہید کیے۔ جس کے متعلق جسٹس مدان کمیشن لکھتا ہے کہ ۲۰۰ سے لے کر ۴۰۰ ہندو آس پاس کے گاؤں سے لاٹھیاں لے کر جلوس کی شکل میں آئے۔ انہوں نے آر ایس ایس کے جھنڈوں کی آڑ میں لاٹھیاں رکھ لی تھیں۔ یہ پولیس آفیسر اتنے بے وقوف بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکیں کہ اس کے پیچھے کیا حال ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ خفیہ کی اطلاعات کے مطابق گولوالکر کی تقریروں نے ماحول خراب کیا اس نے کہا

''ہندوستان میں صرف ہندوؤں کی حکومت ہونی چاہئے۔ یہاں اچھا انتظام نہیں ہو سکتا اگر ہندو پارسی مسلم اور عیسائی سب شامل ہوں گے۔ اگر گدھے کا سر بندر کے جسم پر لگا دیا جائے' صرف کیڑے اسے کھا جائیں گے اور بدبو اٹھے گی۔''

اتر پردیش کے چیف سکرٹری رامیشور دیال نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے

''اطلاعات ملنے کے بعد آر ایس ایس کے احاطہ میں چھاپہ مار کر دو بڑے بکسوں میں بھرے ہوئے دستاویزات پکڑے گئے جس میں مغربی یوپی کے مسلمان اکثریتی علاقوں کا بالکل ٹھیک ٹھیک نقشہ بنا ہوا تھا اور ان کی مدد سے مسلمانوں کا قتل عام کیا جانا تھا۔ بروقت کاروائی کرنے سے ایسا نہیں ہو سکا مگر یوپی اسمبلی کے سپیکر کی سفارش سے آر ایس ایس کے سربراہ گول والکر کو گرفتار نہیں کیا جا سکا۔''

رامیشو دیال جمشید پور صوبہ بہار میں ۱۹۷۹ء میں ہونے والے سینکڑوں مسلمانوں کے قتل عام کی جانچ پڑتال کرنے والے کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا

''تمام ریکارڈ کی احتیاط سے جانچ پڑتال کرنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آر ایس ایس نے اپنی تمام تنظیمی ڈھانچہ اور جن سنگھ و بھارتیہ مزدور سنگھ سے اپنے رشتہ استعمال کر کے ایسے حالات پیدا کئے کہ جو اس فساد کے ذمہ دار تھے۔''

جسٹس جیتندر نارائن کمیشن

۱۹۷۱ء کے تیلچری میں ہونے والے مسلمانوں کے قتل عام پر جسٹس جوزف وتھیاتھل نے لکھا:

''تیلچری کے ہندو مسلم آپس میں بہت خوشگوار رہے تھے مگر ''آر ایس ایس'' اور جن سنگھ کے قیام کے بعد یہاں کے ماحول میں تبدیلی آ گئی مثلاً مسلمانوں کے قتل عام کے دوران

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فسادی ہندوؤں نے محمد کے گھر پر حملہ کر کے اس سے کہا کہ اگر جان بچانا چاہتے ہو تو اپنے گھر کے تین چکر رام رام کہہ کر کاٹو۔"

۱۹۶۹ء میں احمد آباد میں ۴۶۰ نہتے مسلمانوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

اس قتل عام کی جانچ کرنے والے کمیشن کے سربراہ جسٹس جگموہن ریڈی نے کہا

"یہ تو صرف محکمہ خفیہ کی مجرمانہ ناکامی تھی کہ وہ تشدد پھوٹنے سے نہیں روک سکی مگر اس نے کمیشن سے بھی حقائق چھپانے کی کوشش کی گئی۔ خاص طور پر آر ایس ایس اور جن سنگھ کے لیڈروں کے فساد سے متعلق رول کو چھپانے میں"

۱۹۵۴ء سے ۱۹۸۵ء کے دوران مسلمانوں پر ہندوؤں نے ۸۴۴۹ حملے کئے جس میں ۷۲۲۹ مسلمان شہید ہوئے اور ۲۲۱۴۷ مسلمان زخمی ہوئے یہ اعداد و شمار شائع شدہ رپورٹس کے مطابق ہیں جبکہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ آر ایس ایس کے طریقہ واردات میں یہ بات شامل ہے کہ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی رپورٹس کو شائع ہونے سے روکا جائے یا نہایت کم بتایا جائے۔

آر ایس ایس کے لٹریچر، تقاریر، منشور میں مسلمانوں کے خلاف وارداتوں کے طریقے درج ذیل ہیں:

- مسلمان لڑکیوں خاص طور پر دیندار گھرانے کی لڑکیوں کو فحاشی اور زنا کی ترکیب دینا
- مسلمانوں کے علاقوں میں منشیات کے مراکز 'شراب خانے' جوا خانے' بے حیائی اور زنا کے مراکز کھولنا۔
- ہندو نوجوان کا مسلمان لڑکیوں کے ساتھ دوستیاں لگانا انہیں راستوں میں چھیڑنا اور عزت لوٹنے کی کوشش کرنا۔
- ہندو تاجروں کو ترغیب دلانا کہ وہ مسلمانوں کی معیشت کو کمزور کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- فوج اور پولیس کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا اوران کی اس نہج پر تربیت کرنا۔
- آر ایس ایس کے عسکری تربیت یافتہ کارکنان کا مسلمانوں پر اچانک حملے کرنا اور اس سلسلے میں اپنے دوستوں اور جاننے والوں کے لیے قطعا رحم دلی کا مظاہرہ نہ کرنا۔
- طلباء کے لیے نصاب تعلیم بناتے وقت سنسکرت زبان پر توجہ مرکوز کرنا اور ایک مضمون لازماً شائع کرنا جس میں سنسکرت پڑھنا لازمی ہو۔(چونکہ اردو زبان کی عربی سے بہت زیادہ مشابہت ہے اس لیے اردو زبان مکمل ختم کرنے کے لیے سنسکرت کی اشاعت کے لیے مہم چلائی جارہی ہے)
- دویا بھارتی (آر ایس ایس کے تعلیمی اداروں کے لیے نصاب تعلیم تیار کرنے والی کمیٹی) ہندومت کے دقیانوسی، قومی عقیدے اور افکار کو راسخ کرے تاکہ جب کوئی ہندو بچہ ان افکار پر جوان ہو تو وہ خود بخود تمام اقلیتوں ر، بالخصوص مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھے۔

آر ایس ایس کے اہداف

- ہندوستان میں ہندوازم کے سوا تمام مذاہب کا خاتمہ۔
- آر ایس ایس کے تمام اراکان پر لازمی عسکری تربیت۔
- غیر ہندو لوگوں کا صفایا۔
- ہندی، ہندو، ہندوستان کا غلبہ۔
- ۳۰۰۰ (تین ہزار) تاریخی مساجد، کا انہدام۔
- ۲۵،۰۰۰ (پچیس ہزار) اسلامی دینی مدارس کی بندش۔
- آر ایس ایس کے کارکنان کی تربیت کے لیے اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) مدارس کا قیام (کہ جہاں صرف ان کے اساتذہ تیار کئے جائیں گے اب تک ۵۰۰۰ ہزار اساتذہ سرکاری عہدوں پر فائز ہو چکے ہیں جن میں بالخصوص تعلیمی ادارے شامل ہیں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ۲۰،۰۰،۰۰۰ (بیس لاکھ) اساتذہ کی تیاری (جن کے ذریعے کروڑوں ہندو دہشت گرد تیار کئے جائیں گے)
- پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، برما، سری لنکا، بھوٹان، کو توڑ کر ہندوستان کے ساتھ شامل کرنا۔
- ایک ایسے عالمی ہندوستان کا قیام جس کی سرحدیں افغانستان پاکستان اور مذکورہ بالا ممالک سے ہوتی ہوئی سنگاپور سے انڈونیشیا کے ساتھ ساتھ دریائے نیل کو چھوتی ہوں۔ (اس ہدف میں خلیج کے ممالک بالخصوص سعودی عرب بھی شامل ہے، آر ایس ایس کے عقیدے کے مطابق مکہ میں جو معبد کعبہ ہندوؤں کا قدیم مندر تھا جس پر محمد ﷺ نے قبضہ کرلیا۔ اسی مندر (کعبہ) کو موجودہ ۳۶۰ بتوں میں سے منات کا بت بھی تھا، یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھارت میں سب سے بڑا بت اور مندر منات یعنی سومنات کا ہے۔ (اس وقت تک آر ایس ایس اپنے اہداف کے مطابق ۲ ہزار مساجد، تین سو گرجا گھر اور ۳۵ گردوارے گرا چکی ہے۔)
- ہندوؤں میں خوف کی نفسیات پیدا کرنے کی غرض سے ان میں یہ پروپیگنڈا کرنا کہ ہندوؤں کی آبادی کم ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی ابادی بڑھ رہی ہے۔
- ہندوؤں میں دستی بموں اور ہلکے اسلحے کی تقسیم کرنا۔
- محنت کش طبقہ کے لوگوں کے درمیان دوستی اور رابطے کو تقویت دینا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے دوران ان کی تائید اور حمایت حاصل ہو۔
- ہر جگہ بتوں کی تنصیب کرنا مثلاً مساجد، مقبرے، کلیسا، دکانات وغیرہ میں تاکہ کوئی جگہ ایسی نہ رہے کہ جہاں نظر اٹھے اور بت نظر نہ آئیں۔
- شیب طب میں ہندومت کے افکار پھیلانے کے لیے خاص طور پر کام کرنا۔
- ایسی ادوایات جن کے استعمال کی تاریخ ختم ہوگئی تو ایسی ادویات مسلمانوں کو بیچنا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اس کے متعلق کچھ نہ بتانا۔

- مسلمانوں کے بچوں کو دائمی بانجھ پن کا ٹیکہ لگانا۔
- آر ایس ایس کے رضا کار مسلمانوں کے مدارس کے سامنے ایسی مضر اشیاء کھانے پینے والی بیچتے ہیں جس سے وہ جسمانی و ذہنی طور پر بیمار ہو جائیں۔
- مسلمانوں کو غدار وطن کا الزام لگا کر فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنا۔
- جن علاقوں میں مسلمانوں پر حملے شروع ہو جائیں وہاں تخریبی ذہن والے رضا کار اپنا کام دکھا کر دور نکل جائیں۔
- ہر قسم کی نشریات اور پرنٹ میڈیا میں ایسے اخبارات کا بائیکاٹ کیا جائے جس میں مسلمانوں کو تما حقوق دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہو۔
- حکومت، انتظامیہ اور بیوروکریسی میں آر ایس ایس کے کارکن داخل کرنا۔
- مسلمان تنظیموں کی نگرانی اور تفتیش کے متعلق نگرانی کرنا۔
- تعلیمی اداروں میں سرسواتی (معرفت کا دیوتا) کے اصولوں کو لازمی قرار دینا۔
- اصل ہندو رسم رواج و ثقافت کی تجدید کرنا۔
- مسلمان بچوں کے ذہنوں میں اوم، شری رام وغیرہ کے الفاظ راسخ کرنا۔
- مسلمانوں میں منشیات کو فروغ دینا۔
- پروپیگنڈے کے ذریعے نوجوانوں کی برین واشنگ کرنا۔
- مقامی مظاہروں میں اختلافات کو مزید ہوا دینا۔
- روشن ہندوستانی تاریخ کو مظاہر کرنا۔
- جن مسلمانوں کے نام کے ساتھ کوئی ہندوانہ نام نہ لگا ہوا سے قطعا ملازمت نہ دینا۔
- ہندی فلموں کے ذریعے ہندو ثقافت تمام اسلامی مملک خصوصا پاکستان میں پھیلانا۔
- دھمکی، دھونس اور دھاندلی کے ذریعے اپنے مقاصد پورے کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آر ایس ایس کا نعرہ ہے کہ مسلمان ہندی ثقافت اور تمدن کو اپنائیں اور اپنے دینی شعائر کو بھول جائیں ورنہ پھر یہاں اجنبی بن کر رہیں ملک کے شہری کے طور پر نہیں۔ خصوصا عرب ممالک میں ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ ملازمتیں دلوائی جائیں تا کہ یہاں بھی ہندو تہذیب پھیلائی جائے۔

مسلمانون کی معیشت کو کمزور کیا جائے ، یہاں اپنا نیٹ ورک مضبوط کیا جائے تا کہ مستقبل میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ مسلمانوں کو عرب ممالک میں کام کرنے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تا کہ ان کے بیرونی مسلمانوں سے رابطے مضبوط نہ ہوں۔

آر ایس ایس کی عسکری تربیت

آر ایس ایس نے اپنے ہر کارکن کے لیے عسکری تربیت کو لازمی قرار دے رکھا ہے۔ جس میں جسمانی تربیت کے ساتھ تلوار، گتکا، عسکری ڈرل، ہلکے ہتھیاروں کی مشق ، خنجر، چاقو کی مہارت ، آگ لگانے ، ہنگامے برپا کرنے ، عزتیں لوٹنے ، پٹرول ، تیل ، کیروسین کے ذریعے مسلمانوں کی املاک اور جائیدادوں کو جلانے ، توڑ پھوڑ کونے کی تربیت دی جاتی ہے۔

پورے بھارت میں آر ایس ایس کے ہزاروں معسکرات ہیں کہ جہاں سے ہر سال لاکھوں نوجوان تربیت حاصل کر کے فارغ ہوتے ہیں ۔ مثال کے طور پر ۲۰۰۱ء میں یعنی صرف ایک سال میں ۴۵۳۰۱ نوجوانوں نے عسکری تربیت مکمل کی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک ۲۸۰۶۰۷۱ (۲۸ لاکھ ٦ ہزار ۷۱) ہندو نوجوان عسکری تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ (یہ اعداد و شمار ایک سال قبل کے ہیں)

آر ایس ایس کے عسکری مراکز کی تعداد ۵۰۳۰ ہے ، اس کا ہیڈ کوارٹر ناگ پور میں ہے۔ اس کے کچھ علاقوں میں موجود عسکری مراکز کی مختصر رپورٹ کچھ اس طرح سے ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوبہ راجستھان میں آر ایس ایس کے ۱۲۱ عسکری کیمپ ہیں جہاں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔اور ہر سال لگ بھگ ۲۰ ہزار دہشت گرد ہندو تربیت حاصل کرتے ہیں جس میں را' کے اہلکاروں کی بہت بڑی تعداد شامل ہوتی ہے ۔راجستھان کا علاقہ پورے بھارت میں سب سے اہم اس لیئے خیال کیا جاتا ہے کہ آبادیوں سے دور کم گنجان علاقے عسکریت کے لیے نہایت موزوں ہیں۔راجستھان میں کچھ عرصہ پہلے تک مسلمانوں کے لیے داڑھی رکھنا ممنوع تھی ۔دوسرا یہ کہ اس کی سرحدیں پاکستان سے لگتی ہیں جس کا فائدہ یہ ہے کہ تربیت کے فورا بعد پاکستان میں بم دھماکے فسادات برپا کرنے کے لیے فورا لانچ کردیا جاتا ہے۔ان تمام عسکری کیمپوں میں سب سے اہم کیمپ گنگا نگر کا ہے۔ جہاں اہم ترین افراد کو تربیت ی جاتی ہے عام طور پر گنگا نگر میں ۴۷۰، بیکانیر میں ۷۰۰، چتر ناری میں ۶۰۰، برمیر میں ۲۸۰ جے پوری میں ۱۱۷۰، جا کر میں ۵۰۰، بابنیا میں ۱۴۰ ہندو عسکری مراکز قائم ہیں بھارتی صوبہ پنجاب میں تین بڑے اہم خفیہ عسکری مراکز کام کررہے ہیں جس میں پٹھانکوٹ میں جو کیمپ میں سوا دوسو (۲۲۵) گاندھی نگر میں ۷۰۰، فیروز پور مین ۲۰۰ کے لگ بھگ ہندو دہشت گردی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں کے بارے میں رپورٹ ہے کہ یہ دہشت گردوں کے بہروپ میں سکھ لابی کے خلاف بھی کام کرتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کو روکنے کے لیے بھی کیمپ موجود ہیں ۔۱۹۹۷ء کی رپورٹ کے مطابق اس سال منڈھیر منڈی میں ۷۰، اودھم پور میں ۴۰، چنگا قلعہ میں ۱۸، سرینگر میں ۱۰۰ اور راونی پور میں ۲۰ سے زائد ہندوؤں نے عسکری تربیت حاصل کی۔

اسی طرح صوبہ گجرات میں چار بڑے اہم عسکری مراکز ہیں کہ جہاں آر ایس ایس کے کارکنان تربیت حاصل کرتے ہیں۔ان میں ضلع بھوچ اور لکھپت دیر کے مراکز سے فارغ ہونے والے ہندو دہشت گردوں کی تعداد لگ بھگ ۴۰۰ سو ہے جبکہ ضلع تھراڈ میں ۲۰۰، سوئی گام میں ۱۹۰ ہندوؤں نے ٹریننگ کی ہے۔ یہ صرف ایک سال کی رپورٹ ہے جبکہ یہ کام گذشتہ نصف صدی سے جاری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت بھارتی فوج کے تقریباً ۵۰ ہزار افسر اور جوان ریٹائرڈ اور حاضر سروس ہندوستان کے ۱۸ صوبوں میں آر ایس ایس کے لیے عسکری خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گجرات کے حالیہ مسلم کش فسادات کے دوران آر ایس ایس نے ترشول دکھشنا سمارو' مہم کے نام پر ہندوؤں میں بڑے پیمانے پر اسلحہ تقسیم کرنے اور عسکری تربیت دینے کا کام جاری رکھا ایک رپورٹ کے مطابق اب تک صوبہ گجرات میں ۵ لاکھ ترشول تقسیم کئے جا چکے ہیں۔اور انڈیا ٹوڈے کی رپورٹ کے مطابق ۱۲ لاکھ ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف کارروائی میں حصہ لیا۔

گجرات کے حالیہ قتل عام کے دوران اور اس کے بعد بھی آر ایس ایس کی طرف سے ایسے لٹریچر اور پمفلٹ کی تقسیم جاری ہے کہ جس میں مسلمانوں کا مکمل طور پر معاشی بائیکاٹ کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔یہ پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیے گئے ہیں اور جن ہندوؤں نے ان ہدایات پر عمل نہیں کیا ان کے خلاف سخت کاروائی کی گئی۔

آر ایس ایس کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف تقسیم کردہ معاشی بائیکاٹ کا پمفلٹ

جئے شری رام:

جاگئے اٹھئے! سوچئے! زور لگائیے ملک بچائیے، مذہب بچائیے!

معاشی بائیکاٹ ہی واحد حل ہے۔قوم مخالف عناصر (مسلمان) ہندوؤں سے کمائی ہوئی رقم ہمیں تباہ کرنے کے لیے ہمارے ہی خلاف استعمال کرتے ہیں!

وہ ہتھیار خریدتے ہیں! وہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی عزت لوٹتے ہیں ان عناصر کی کمر توڑنے کا راستہ بھی یہی ہے کہ معاشی عدم تعاون کی تحریک چلائی جائے۔آیئے عہد کریں:

۱۔آج سے میں کسی مسلمان دوکاندار سے کوئی چیز نہیں خریدوں گا۔

۲۔میں اپنی دوکان سے کوئی چیز ان عناصر کو نہیں بیچوں گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ان قوم مخالف (مسلمانوں) کے نہ تو ہوٹل استعمال کروں گا اور نہ ہی ان کے گیراج۔

۴۔میں اپنی گاڑیاں صرف ہندوؤں کی موٹر ورکشاپ سے ٹھیک کراؤں گا،ایک سوئیسے لے کر سونے تک ، میں مسلمانوں کی بنائی ہوئی چیز نہیں خریدوں گا اور نہ ہی اپنی بنائی ہوئی چیزیں انہیں بیچیں گے۔

۵۔دل سے بائیکاٹ کیجئے ان فلموں کا جس میں مسلمان ہیرو یا ہیروئن کے طور پر اداکاری کرے۔ان کی بنائی ہوئی فلموں کو پھینک دیجئے۔

۶۔مسلمانوں کے دفاتر میں کام مت کیجئے۔نہ ہی انہیں کرائے پر دیجئے۔

۷۔اپنے کاروباری احاطے میں انہیں کوئی دفتر نہ خریدنے دیجئے ۔اپنی کالونیوں ،سوسائٹیوں یا معاشرے میں انہیں اپنے گھر کرائے پر دیجئے اور نہ بیچئے۔

۸۔میں یقیناً اسے ہی ووٹ دوں گا جو صرف ہندو قوم کی حفاظت کرے گا۔

۹۔میں اس بات کا ہوشیاری سے دھیان رکھوں گا کہ ہماری بہنیں ،بیٹیاں سکول،کالج یا کام کی جگہ پر مسلمانوں کے لڑکوں کے عشق یا محبت کے جھانسے میں نہ آئیں۔

۱۰۔میں کسی مسلمان استاد سے کوئی تعلیم یا تربیت حاصل نہیں کروں گا۔

ایسا سخت معاشی بائیکاٹ ہی ان عناصر کو الٹا سکتا ہے۔یہ ان کی کمر توڑ دے گا۔پھر ان کے لیے مشکل ہوگا کہ وہ اس ملک کے کسی بھی کونے میں (سکون سے) رہ سکیں۔

دوستو! پھر آیئے! آج سے یہ معاشی بائیکاٹ شروع کریں۔پھر کوئی مسلمان ہمارے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گا۔کیا آپ نے یہ پمفلٹ پڑھ لیا ہے؟ پھر اسکی دس فوٹو سٹیٹ کروائیں اور اسے اپنے بھائیوں میں تقسیم کریں۔ہنومان کی لعنت ہو اس پر جو اس پر عمل نہ کریں اور اسے دوسروں تک تقسیم نہ کرے اور اس پر رام چندر جی کی بھی لعنت ہو۔

جئے شری رام۔۔۔۔۔۔ایک سچا محبت وطن ہندو!!

(بشکریہ مجلہ الدعوۃ مئی ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گجرات میں مسلم بیٹیوں پر کیا قیامت گزری؟

(حالیہ فسادات کے حوالہ سے ہندوؤں کے مظالم کی جگر پاش رپورٹ)

تقسیم ہند سے لے کر اب تک بھارت میں بلا مبالغہ سینکڑوں مرتبہ فسادات ہوئے اور یہ فسادات مسلمانوں کے خلاف سوچی سمجھی سازشوں کے تحت ہوتے آئے ہیں۔اور صاف ظاہر ہے اس میں نقصان بھی مسلمانوں ہی کا ہوا۔ ہزاروں مسلمان ان فسادات میں ہلاک کئے گئے، مسلمانوں کی املاک تباہ کی گئیں، ان کے گھروں کو نذر آتش کیا گیا، مساجد کو شہید اور عزتوں کو پامال کیا گیا۔ بھارت کے سیکولرائز ہونے کے بعد خیال تھا کہ دین و مذہب کی بنیاد پر ہونے والے ان فسادات کا سد باب ہو جائے گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔اس کی دو بڑی وجوہات ہیں: ایک تو یہ کہ بھارت کا سیکولرازم بھی 'ملطلب' کا ہے۔اور دوسری یہ کہ بھارت میں کچھ ایسی انتہا پسند اور دہشت گرد تنظیمیں ہیں جو بھارت ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کا وجود کسی طرح بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ان دہشت گرد تنظیموں میں بڑی اور سرگرم عمل تنظیمیں یہ ہیں یعنی:

جن سنگھ، راشٹریہ سیوک سنگھ، شیوسینا، ہندو مہا سبھا

ہندو مہا سبھا تو اب زوال پذیر ہے اور عملی سیاست میں اس کا نام کم ہی سننے میں آیا ہے۔انتہا پسند، متعصب، تنگدل، جنونی اور دہشت گرد ہندوؤں کے لئے 'جن سنگھ' میں زیادہ کشش ہے۔ چنانچہ اس کا دائرہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۵۷ء کے عام انتخابات میں اسے ۴ فیصد ووٹ ملے جبکہ ۱۹۶۷ء میں یہ تعداد دوگنی ہو گئی۔ راشٹریہ سیوک سنگھ عملاً جن سنگھ ہی کا فوجی بازو ہے۔اس تنظیم کی بنیاد 'نازی' خطوط پر استوار کی گئی ہے۔ یہ باقاعدہ ''فوجی مشقیں'' کرتی اور مسلمانوں کو منظم طور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہلاک کرنے اور ان کے مکانات اور دکانوں کو آگ لگانے کی تربیت ہندو نوجوانوں کو دیتی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل دی گئی ہے۔

بھارت کے تمام غیر جانبدار اور منصف مزاج ہندو (اگرچہ ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی جارہی ہے) اس بات پر متفق ہیں کہ بھارت میں جب بھی اور جہاں بھی مسلم کش بلوے ہوتے ہیں، ان کے پیچھے ان دونوں تنظیموں کا منظم منصوبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور بالخصوص ایسے بلوے وہیں ہوتے ہیں، جہاں ان تنظیموں کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ (دہشت گرد بھارت ص ۴۶)

گجرات، احمد آباد کے حالیہ فسادات میں ہزاروں مسلمانوں کو منظم طریقے سے قتل کیا گیا، ان املاک تباہ و برباد کی گئیں۔ جبکہ مسلم عورتوں کے ساتھ جو گھناؤنا سلوک کیا گیا، وہ بیان سے باہر ہے۔ آئندہ سطور میں اسی سلسلہ میں عینی گواہوں کے بیان کردہ کچھ ایسے واقعات دیئے جارہے ہیں جنہیں ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' نے مہاجر کیمپوں کا باقاعدہ سروے کر کے تیار کیا ہے:

''جب ہمیں گنگوتری (Gangotri) سوسائٹی سے زبردستی نکال دیا گیا تو ہندوؤں کے ایک جتھے نے جلتے ہوئے ٹائروں کے ساتھ ہمارا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران انہوں نے کئی مسلمان لڑکیوں کی عزتیں لوٹ لیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے ۸ سے ۱۰ تک عزتیں لٹنے کے مناظر دیکھے۔ ہم نے ۱۶ سالہ مہر النساء کو ننگا ہوتے دیکھا۔ وہ لڑکیوں کو ننگا کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ان میں سے ۸ مسلم لڑکیوں کی عزت سڑک کے بیچ لوٹ لی۔ ہم نے ایک لڑکی کی شرمگاہ کو لمبائی کے رخ ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا پھر ان سب بدقسمت لڑکیوں کو جلا دیا اور اس طرح تمام ثبوت ختم کر دیئے۔'' [ذرائع کلثوم بی بی۔ شاہ عالم کیمپ ۲۷ مارچ ۲۰۰۲ء]

''میں نے فرزانہ کی گڈو چارا کے ذریعے عزت لوٹتی دیکھی۔ فرزانہ کی عمر صرف ۱۳ سال ہے وہ حسین نگر کی رہائشی تھی۔ انہوں نے فرزانہ کے معدے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر یا گھسڑ دیا۔ بعد میں اسے جلا کر راکھ کر دیا۔۱۲ سالہ نور جہاں کی بھی عصمت دری کی گئی ۔عصمت لوٹنے والوں میں گڈو، سریش، نریش، چارا اور ہریا شامل تھے۔ میں نے سٹیٹ ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والی بھوانی سنگھ کو دیکھا کہ اس نے پانچ مسلمان مرد اور ایک بچے کو قتل کر دیا۔ چارانگر اور کوبرنگر سے آنے والے ہندوؤں کے جتھوں نے شام چھ بجے مسلمانوں کو جلانا شروع کر دیا۔ ان ہندوؤں نے اس علاقے کی تمام لڑکیوں کو بالکل برہنہ کر دیا جس میں میری ۲۲ سالہ بیٹی بھی شامل تھی ۔ پھر ان سے منہ کالا کیا۔ میری بیٹی کی منگنی ہو چکی تھی ۔میرے گھر کے افراد کو زندہ جلا دیا گیا جس میں میری بیوی (۴۰ سالہ)میرے بیٹے (۱۸،۱۴،۱۲، اور ۷ سال کے)اور میری تین بیٹیوں (۲،۱۴ اور ۲۲ سال کی) شامل ہیں۔ میری سب سے بری بیٹی جو بعد میں سول ہسپتال جا کر مر گئی، اس نے مرنے سے قبل بتایا کہ عزت لوٹنے والے ہندو خاکی نیکریں پہنے ہوئے تھے" (یعنی آر ایس ایس کی وردی میں تھے)[ذرائع عبداللہ عثمان]

"۲۸ فروری کی سہ پہر ہم ۱۴۰ افراد ضلع کالول کی طرف فرار ہونا چاہتے تھے ۔ میرا خاوند بس چلا رہا تھا۔ کالول سے باہر ایک مروتی کار نے سڑک بلاک کر رکھی تھی ۔ ہندو درندوں کا ایک گروہ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ فیروز نے بچانے کی کوشش کی، بس الٹ گئی ۔ جیسے ہم ہم باہر نکلے ہم پر حملے شروع ہو گئے ۔مسلمان چاروں طرف بھاگنے لگے ۔ہم میں سے کچھ دریا کی طرف بھاگے ۔ چونکہ میری گود میں میرا بیٹا فیضان تھا اس لئے میں گر گئی ۔ ہندوؤں نے مجھے پیچھے سے پکڑا اور سڑک پر پھینک دیا۔ فیضان میری گود سے گر گیا اور چیخنے چلانے لگا۔ ہندوؤں نے میرے کپڑے پھاڑ کر اتار دیئے اور میں بالکل ننگی ہو گئی۔ ایک ایک کر کے ہندوؤں نے میری عصمت دری کی ۔اس دوران میرے بچے کی چیخنے کی آوازیں میرے کانوں مین آتی رہیں۔ تین ہندوؤں کے عزت لوٹنے کے بعد میں بے ہوش ہو گئی پھر انہوں نے ایک تیز آلہ سے میرا پاؤں کاٹ کر علیحدہ کر دیا اور میں اسی حالت میں وہاں پڑی رہی ۔" (رپورٹ دینے والا بیان کرتا ہے کہ یہ عورت جس کا نام سلطانی ہے تا حال ہسپتال میں ہے اور اسے علم نہیں کہ اس کا خاوند قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ ابھی تک اپنے خاوند کے انتظار میں ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے سسر جو کہ ریٹائرڈ سکول استاد ہیں نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ کالول کی طرف نکلنے سے انکار کر دیا۔انہیں یقین تھا کہ وہ اتنے شریف ہیں کہ انہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔۲۸ فروری سے ہمارے گھر والوں نے مختلف گھروں اور کھیتوں میں پناہ لینا شروع کی ۔۳ مارچ بروز ہفتہ دوپہر کو جس جگہ ہم چھپے ہوئے تھے ۔حملہ ہو گیا۔ہم مختلف سمتوں میں بھاگے اور کھیتوں میں جا چھپے۔لیکن ہندوؤں نے ہمیں تلاش کر لیا میں نے اپنے گھر والوں کی آوازیں سنیں وہ ہندوؤں سے رحم کی اپیلیں کر رہے تھے۔میں نے دو ہندوؤں کو پہچان لیا وہ ہمارے گاؤں ہی کے تھے۔گانو باریہ اور سنیل ۔انہوں نے میری بیٹی شبانہ کو کھینچنا شروع کر دیا۔وہ چیخی چلائی کہ اسے چھوڑ دیا جائے ۔رقیہ، سہانہ اور شبانہ کی چیخیں عزت بچانے کے لئے مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں ۔میرا دماغ خوف اور دہشت سے سن ہو چکا تھا میں اپنی بیٹیوں کی عزت اور انہیں مرنے سے بچانے کے لیے کچھ نہ کر سکتی تھی ۔انہوں نے میری بیٹیوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ وہ کس طرح کے انسان تھے؟ ان درندوں نے میری پیاری بیٹیوں کے ٹکرے ٹکڑے کر دیئے ۔کچھ دیر بعد ہندو زور زور سے کہہ رہے تھے کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو کوئی ثبوت نہ چھوڑو ۔میں نے انہیں آگ میں جلتے دیکھا۔رقیہ کے بارے میں بتایا کہ اس کا پاجامہ اتار لیا گیا اور ایک ایک کر کے ہندو اس کے جسم کے نچلے حصے میں اپنا جسم گھسیڑتے رہے۔(استغفر اللہ!)

[ذرائع مدینہ مصطفیٰ اسماعیل شیخ پنج محل ضلع ۳۰ مارچ ۲۰۰۲ء]

"۲۸ فروری کو ۹ بجے ہندو آئے اور نعرے لگانے لگے کہ مسلمانوں کو باہر نکالو۔میں اپنی ماں، باپ، بہن، بہن کی بیٹی، بیوی زرینہ سگے بھائی، اور بھتیجی کو لے کر بھاگا۔ہم گھر کے (۱۱)افراد پولیس کی چوکی کی طرف بھاگے۔پولیس نے کہا گودی ناتھ اور گنگوتری کی طرف بھاگ جاؤ۔میں اپنی بیوی سے جدا ہو گیا پھر اس کے ساتھ ہو گیا اس نے بتایا کہ اس نے ہندوؤں سے بچنے کے لیے ایک دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔انہوں نے مل کر اس کی عزت لوٹی اور اس کا ایک بازو کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔وہ ملی تو بالکل برہنہ تھی اب وہ سول ہسپتال میں زیر علاج ہے اور خانپور دروازہ کے قریب اپنی ماں کے ساتھ رہ رہی ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[ذرائع نعیم الدین ابراہیم شیخ۔زرینہ کا ۳۰ سالہ شوہر۔شاہ عالم کیمپ نرودہ]

''ہم ۲۰ مسلمان ہندوؤں سے بچنے کے لیے دریا کی طرف دوڑے۔جاوید کا ایک لڑکا کسی طرح بچ کر جھاریوں کے پیچھے چھپ گیا۔انہوں نے دیکھا کہ ہندوؤں نے محمد بھائی کو قتل کیا اور ۱۳ سالہ یاسمین کی عزت لوٹ لی۔وہ اس لڑکے کی ماں کو قتل کرنے والے تھے جو کہ ہمارے ساتھ جھاڑی میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ فوراً چیختا ہوا باہر نکلا اور پکڑا گیا۔اسے لاشوں کے گرد چکر لگانے کا حکم دیا گیا اور پھر اسے بھی آگ میں جھونک کر راکھ کر دیا گیا۔''

[ذرائع: دیلول کیمپ کی خواتین پنچ محل ضلع ۳۰ مارچ ۲۰۰۲ء]

۳۵ سالہ حسینہ بی بی یسین خان پٹھان کے ہمراہ اپنے گھر کے ۱۷ افراد کو لے کر لمکھدا (Limkheda) سے نکلے۔صبح ۷ بجے وہ ریلوے سٹیشن سے ریل پر بیٹھے ۔۱۰ بجے دھیرول سٹیشن پہنچنے پر ہندوؤں نے حملہ کر دیا۔تمام خاندان کے لوگ افراتفری میں بکھر گئے۔حسینہ اس کے خاوند اور جوان بیٹی نے ھلول کی طرف نکلنے کی کوشش کی۔دو بچے فرزانہ دس سالہ اور سکندرہ سات سالہ کھیتوں میں فرار ہو چکیں تھیں۔۴ بچے ایوب (۱۲ سالہ)مشتاق (۱۲ سالہ) محسن (۱۰ سالہ) شیراز (۷ سالہ) جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئے اور فسادات اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ہندوؤں کا بہت بڑا مجمع تھا وہ سب پینٹ شرٹ پہنے ہوئے تھے۔تلواریں ہاتھ میں لیئے۔ایوب کے مطابق ہندوؤں نے اس کی بہن افسانہ ،کزن زیبو،نور جہاں،ستارہ اکبر، ریحانہ، یوسف،عمران، آنٹی خاتون اور بھائی ظریف کو پکڑ لیا۔بس یہ آخری منظر ایوب نے دیکھا۔اگلے دن ان کی لاشوں کے ٹکڑے قریبی نہر سے ملے۔[ذرائع: ایوب، بلول کیمپ۔ضلع محل۔۔۔واقعے کا پہلا حصہ اس کی ماں حسینہ بی بی کا بیان کردہ ہے۔]

نسیم اور محمودہ جو کہ ایک تنظیم سے منسلک ہے اور اب شاہ عالم کیمپ میں کام کر رہی ہیں۔انہون نے گواہی دی کہ کیمپ میں پہنچنے والی بہت سی عورتیں بالکل ننگی تھیں۔مردوں نے اپنی قمیصیں اتار کر ان کی شرمگاہوں کو ڈھانپا۔کچھ عورتیں اجتماعی عصمت دری اور جنسی تشدد کی وجہ سے مشکل سے چل پا رہی تھیں کیونکہ ان کے جسم کے مخصوص حصے پھٹ گئے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،ہم ان سے باتیں کرتے ہوئے ،زبیدہ آپا سے ملے جو کہ عمر رسیدہ خاتون ہیں۔لیکن مسلم لڑکیوں کی عزت لٹنے کی گواہ ہیں۔اس کے چہرے پر گہرا زخم ہے،ہم زیادہ سوال کر کے اس کے دکھ میں اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ہمیں نجمہ بانو کے متعلق بتایا گیا کہ جو کہ بے ہوشی کی حالت میں کیمپ میں لائی گئی۔اس کے جسم پر ناخنوں اور دانتوں کے کاٹنے کے نشانات بھر پڑے تھے ان سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔جن خواتین نے اس کی پٹیاں کیں انہون نے اس کی شرمگاہ سے لکڑی کے ٹکڑے کھینچ کر نکالے۔نجمہ بانو اتنی زخمی تھی کہ وہ اپنی کہانی بیان کرنے کے قابل نہیں تھی۔وہ کہتی ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اس کا جسم دہشت وحشت کی تمام کہانی سنا رہا تھا۔

شام ۶:۳۰ بجے ہندوؤں نے میرے خاوند کو پکڑا اور تلوار کے دو وار اس کے سر پر کیئے ۔پھر انہون نے اس کی آنکھوں پر پٹرول چھڑکا اور پھر اسے جلا کر کوئلہ کر دیا۔میری نند کو برہنہ کیا گیا اور عصمت دری کی گئی،اس کی گود میں تین ماہ کا بچہ تھا۔انہوں نے پٹرول اس پر پھینکا اور اس کی گود سے بچہ لے لیا اور اسے بھی جلتی آگ میں ڈال دیا میرے دیو کے سر پر بھی تلوار کی ضربیں لگائیں اور اسے بھی آگ میں جلا دیا گیا۔ہم عمارت کی بلکونی میں چھپے ہوئے تھے،میری ساس سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی تھی اس لیے وہ اپنے ۴ سالہ پوتے کے ساتھ نیچے ہی رہ گئی۔میری ساس نے روتے ہوئے منتیں کیں جتنے چاہے روپے لے لو میرے پوتے کو چھوڑ دو۔انہوں نے تمام زیورات اور رقوم اکٹھیں کیں پھر بچے پر پٹرول پھینک کر آگ لگا دی۔میری بوڑھی ساس کی بھی عزت لوٹ لی گئی۔مین ان تمام واقعات کی گواہ ہوں۔میری گلی کی غیر شادی شدہ مسلمان لڑکیوں کو ننگا کیا گیا،عصمت دری کی گئی اور آگ لگادی گئی۔ایک ۱۴ سالہ لڑکی کے معدے میں لوہے کا راڈ داخل کر کے مار دیا گیا۔یہ مہم رات ۲:۳۰ بجے ختم ہوئی۔پھر ایمبولینس اور میں اور اس میں میرے خاوند اور بچوں کی لاشوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔میری ٹانگوں کے پٹھوں اور بائیں ہاتھ پر پولیس کی مار کی وجہ سے زخم تھے۔میرا خاوند ۴۸ فیصد اور میری بیٹی ۹۵ فیصد جل گئی تھی اس لیے وہ تین دن بعد مر گئے۔پولیس اس واقعے کے دوران موجود تھی لیکن وہ ہندو بلوائیوں کی مدد کرتی رہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھارت/اسرائیل، گٹھ جوڑ اور سلامتی پاکستان کو درپیش خطرات!

۲۱ مئی ۲۰۰۳ء کو انگریزی معاصر ''دی نیوز'' نے خبر دی کہ اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون ۱۰ جون ۲۰۰۳ء کو بھارت کا دورہ کر رہے ہیں۔ خبر نگار ماریانا بابر کا کہنا ہے: ''یہ دورہ اس امر کا غماز ہے کہ گزشتہ ایک عشرے کے دوران بھارت اور اسرائیل نے سفارتی، تجارتی اور دفاعی میدانوں میں جو دوستیاں کی ہیں، اب ان تعلقات کو مزید مستحکم کیا جا رہا ہے۔''

بھارتی پالیسی سازوں نے بروقت بڑی ہی مشاقی سے اسرائیل کے توسط سے امریکہ کے ساتھ تعلقات کو مستحکم تر کرنے کا ڈول ڈالا ہے کیونکہ بھارت جانتا ہے کہ امریکہ کے جملہ ذرائع کی جان اسرائیلی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے اور یہ بھی کہ امریکی حکومت کے تینوں بڑے ستون (پینٹا گان، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور سی آئی اے) امریکی یہودیوں کے زیر اثر کام کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دنوں جب بھارتی سکیورٹی کونسل کے سربراہ برجیش مشرا امریکہ کے دورے پر گئے تو انہوں نے واشنگٹن میں ایک یہودی لابی اور تھنک ٹینک سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''دنیا میں جمہوریت کے تین اہم ترین محور امریکہ، بھارت اور اسرائیل ہیں۔ یہ تینوں ممالک ہاتھوں میں ہاتھ دے کر دہشت گردی کے خلاف جنگ جیت سکتے ہیں۔'' برجیش مشرا نے اپنے اس خطاب میں یہ تجویز بھی پیش کی: کیوں نہ ہم تینوں دہشت گردی کے خلاف اس جنگ کو باقاعدہ ایک معاہدے کی شکل دے دیں؟

بھارت اسرائیل تعلقات کے اس نئے منظر کے حوالے سے اسلام آباد میں مختلف رائے پائی جاتی ہیں مگر ایک خیال مشترک ہے کہ پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی میں بہت تیز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بہت محتاط تبدیلیاں لا نا ہوں گی۔ حیرانی کی بات ہے کہ اسلام آباد کے مقتدر ایوانوں میں بھارت اور اسرائیل کے بڑھتے ہوئے ان تعلقات کے حوالے سے نجیدہ اور فہمیدہ انداز میں سوچنے والے افراد بہت کم ہیں۔ اس سلسلے میں جب سینیٹر سید مشاہد حسین جو وفاقی وزیر اطلاعات بھی رہے ہیں اور گفتگو کرنے کا سلیقہ خوب جانتے ہیں، سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''رواں لمحوں میں اسرائیل، پاکستان کو ایک خطرے (Threat) کی حیثیت میں نہیں دیکھ رہا ہے اور نہ ہی پاکستان کی خارجہ پالیسی میں اسرائیل مخالف عنصر اتنا نمایاں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حالیہ دنوں میں بھارت اور اسرائیل کے درمیان تعلقات نے جو نئی شکل اور جہت اختیار کی ہے، اس کے پاکستان پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟'' مشاہد حسین تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد بھارت نے اسرائیل سے جدید دفاعی ساز و سامان کی خریداری کرنے میں دیر نہیں کی ہے۔ بھارت نے اسرائیل کے ساتھ جو دفاعی معاہدے کئے ہیں، ان کے مطابق یہ ڈیفنس ڈیل 300 ارب ڈالر کو محیط ہے، اگرچہ اس کا زیادہ تر حصہ ابھی پائپ لائن میں ہے۔''

اسرائیل بہت سے اہم محاذوں پر بھارت کی اعانت کر رہا ہے۔ مثلاً مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجوں کے ساتھ اسرائیلی فوجی بروئے کار ہیں اور یہ راز اب راز نہیں رہا کہ اسرائیل، بھارت کے تین ہزار کمانڈوز کو اپنے ہاں تربیت دے رہا ہے اس پیش رفت کو پاکستان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ گزشتہ برس جب مشہور بھارتی متشدد سیاسی رہنما ایل کے ایڈوانی اسرائیل کے دورے پر گئے تو انہی کی درخواست پر اسرائیل نے بھارتی کمانڈوز کو اپنے ہاں تربیت دینے کی ہامی بھری تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایڈوانی کی کوششوں ہی سے اسرائیل کی طرف سے بھارت کو وہ حساس آلات ملے ہیں جن کی بدولت مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کی سرگرمیوں کی جاسوسی کرنا آسان کام بن گیا ہے۔ اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے جنرل حمید گل کو بھی اپنے ایک انٹرویو میں کہنا پڑا ہے: ''اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون کا دورۂ بھارت دراصل پاکستان کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔ بھارت پہلے بھی اسرائیل گہرے تعلقات استوار کر چکا تھا مگر ان کو OPEN کرنے سے ہچکچاتا تھا کیونکہ اسے عربوں کا ڈر تھا مگر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے اور اب عراق پر امریکی قبضے نے بھارت کی جھجک بھی دور کر دی ہے اور اب وہ دیدہ دلیری کے مظاہرے کرنے لگا ہے'' جنرل حمید گل نے مزید کہا: ''ماضی قریب میں اسرائیل نے پاکستان کی جوہری تنصیبات پر بھارت کے ساتھ ملکر حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔''

اور ماضی قریب ہی میں بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے یہ آوازیں اٹھتی رہی ہیں کہ یہ پاکستان کے بہتر مفاد میں ہوگا کہ ہم اسرائیل کو تسلیم کرلیں۔ اس سلسلے میں آزاد کشمیر کے معروف سیاستدان اور سابق وزیراعظم سردار عبدالقیوم کے صاحبزادے سردار عتیق صاحب بھی بار بار بیان دیتے رہے ہیں کہ پاکستان کو چاہئے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کر لے۔ چند سال قبل اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا جب لاہور کے ایک مشہور عالم دین نے خفیہ طور پر اسرائیل کا دورہ کیا تھا۔ یہ قدم بعض مقتدر قوتوں کی اعانت اور اشارے کے بغیر کیسے اٹھایا جا سکتا تھا؟ پاکستان میں بعض حلقوں کی یہ خواہش ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے مگر عوامی رائے اس خواہش اور تمنا کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اگرچہ او آئی سی (آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس) میں عالم اسلام کے بعض ایسے ممالک بھی شامل ہیں جو اسرائیل کا وجود تسلیم کرتے ہیں، جنہوں نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات استوار کئے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوصف اکثریت ایسے اسلامی ممالک کی ہے جو اسرائیل کو ایک غاصب ملک اور فلسطینیوں کا قاتل خیال کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے پر بالکل تیار نہیں ہیں۔

بھارت اسرائیل تعلقات کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ بھارتی حکومت نے تقسیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے بعد اسرائیل سے خفیہ تعلقات استوار کر لئے تھے۔ بظاہر نہرو عربوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اسرائیل کی مخالفت کر رہا تھا۔ عالم عرب کے ساتھ یک جہتی نبھاتے ہوئے اور عالم اسلام کا ایک ناگزیر حصہ ہونے کے سبب پاکستان نے آزادی کے روزِ اول سے ہی اسرائیل کو نہ صرف تسلیم نہ کیا بلکہ عرب برادری کے ساتھ کندھے سے کندھا ملاتے ہوئے دنیا کے ہر فورم پر اسرائیل کی مخالفت کی۔ بھارت نے نہایت چالاکی اور مکاری سے اس سے فائدہ اٹھایا اور پاکستان کو زک پہنچانے کے لئے خفیہ طور پر بھی اسرائیل سے نہ صرف سفارتی اور تجارتی تعلقات مستحکم کئے بلکہ اسرائیل کے ساتھ خود کئی ایک دفاعی معاہدوں میں بھی منسلک کر لیا۔

اگر ہم مقبوضہ فلسطین میں اسرائیل کے ظالمانہ رویے اور مقبوضہ کشمیر میں بھارتی استبداد کا تقابلی جائزہ لیں تو حیران کن حد تک یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف بھارت اور اسرائیل کے ہتھکنڈے اور عزائم کئی اعتبار سے یکساں اور مشترک ہیں۔ اور اگر ہم بھارت کے مشہور صحافی اور ناول نگار خوشونت سنگھ کے تازہ ترین سوانح عمری Truth, Love and a little Malice کا مطالعہ کریں تو ایک اور واضح مثال ہمارے سامنے آتی ہے کہ بھارت اور اسرائیل کئی میدانوں اور محاذوں میں ''ایک برادری'' کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ خوشونت سنگھ لکھتے ہیں: ''میں لندن میں تھا کہ ہم چند بھارتی ہندوؤں اور سکھوں نے مل کر ''اسرائیل فرینڈ شپ'' تحریک کی بنیاد رکھی اور مجھے اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ اس تنظیم نے آگے چل کر بھارت کو اسرائیل کے قریب لانے میں بہت مدد فراہم کی۔''

اسی پلیٹ فارم سے بھارت کے مشہور عالم دین مولانا وحید الدین خان کئی بار اسرائیل جا چکے ہیں اور تل ابیب میں بھارتی ترنگے کے استحکام کے لئے خدمات انجام دے چکے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھارت کی قومی سلامتی کے مشیر مسٹر برجیش مشرا نے اگر مئی ۲۰۰۳ء کے وسط میں واشنگٹن جا کر یہودیوں کو یہ نوید سنائی ہے کہ جون ۲۰۰۳ء کے دوسرے ہفتے اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون بھارت کے دورے پر جارہے ہیں تو یہاں یہ بتانا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ برجیش مشرا ہی کو بھارت اسرائیل تعلقات کو مستحکم بنانے والے بھارتی رہنماؤں میں سرفہرست جگہ دی جاتی ہے۔ اگر یہ دورہ بروقت انجام پا جاتا ہے تو اسرائیل کی طرف سے اعلیٰ ترین قیادت کا یہ پہلا بھارتی دورہ قرار پائے گا' اگرچہ اس سے قبل ۱۹۹۶ء میں اسرائیلی صدر ایزر ویزمین (Ezer Weizman) اور ۲۰۰۲ء کے دوران اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز بھارت کے دورے کر چکے ہیں۔ ستمبر ۲۰۰۱ء کے آخری ہفتے اسرائیل کی قومی سلامتی کے سینئر مشیر میجر جنرل اوزی دیان (Uzi Dayan) نے بھارت کا دورہ کرتے ہوئے اپنے ہم منصب برجیش مشرا سے کئی ملاقاتیں کی تھیں۔ اسی طرح بھارت کی طرف سے برجیش مشرا، سابق بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ اور نائب وزیراعظم ایل کے ایڈوانی اسرائیل کے دورے کر چکے ہیں۔

بھارت اور اسرائیل کے آپس میں بڑھتے ہوئے تعلقات سے ظاہر ہے پاکستان کو تشویش ہونی چاہئے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں ممالک نے دوستی اور تعاون کی یہ منازل کیسے طے کی ہیں؟ بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بھارت اور اسرائیل کو قریب لانے میں امریکہ میں رہنے والے دولت منداور مؤثر بھارتیوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ امریکہ میں مقیم بھارتی ہندوؤں نے مؤثر امریکی یہودیوں سے راہ و رسم پیدا کی اور آگے چل کر یہی راہ و رسم دونوں کے بڑوں کو قریب لانے کا سبب بن گئی۔ ان تعلقات اور قربتوں کے سبب بھارت نے اسرائیل سے بہت سے مفادات سمیٹے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اسرائیل رواں لمحوں میں بھارت کو دفاعی ساز و سامان فراہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا دنیا کا دوسرا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے۔ ڈیفنس کے علاوہ زراعت کے میدان میں بھی بھارت اور اسرائیل ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔

اسرائیل نے امریکہ کی مخالفت کے باوجود بھارت کو بغیر پائلٹ اڑنے والے جاسوسی طیارے (UAV) بھی فراہم کیے ہیں۔ گزشتہ سال کے ابتدائی ہفتوں کے دوران پاکستان کے ایک ایف سولہ طیارے نے اسرائیل کی طرف سے بھارت کو فراہم کردہ ایسے ہی ایک جاسوسی طیارے (ایم کے دوم) کو مار گرایا تھا۔ اسرائیل آگے بڑھ کر بھارت کو زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل (جسے یاراک کا نام دیا گیا ہے) کے علاوہ گرین پائن ریڈار سسٹم بھی فراہم کر رہا ہے۔ انٹیلی جنس اور کاؤنٹر انٹیلی جنس کے محاذوں پر بھی اسرائیل، بھارت کی مدد کر رہا ہے۔ اسرائیل کی ایک الیکٹرانکس کمپنی (ایلنا الیکٹرانکس) کو دنیا بھر میں سرفہرست خیال کیا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہی کمپنی اب بھارت کے مگ۔ 21 جنگی طیاروں کے ناکارہ الیکٹرانک سسٹم کو Up grade کرنے کا ٹھیکہ حاصل کر چکی ہے۔ ان معلومات کو ماہرین ابھی معمولی (Tip of Ice Berg) قرار دے رہے ہیں کہ انہیں بھارت کے اخبارات سے اخذ کیا گیا ہے لیکن اصلی راز کیا ہیں، یہ ابھی آنکھوں سے مخفی ہیں۔ گزشتہ سال اسرائیل نے بھارت کو فالکن آواکس طیارے فروخت کرنے کی کوشش کی تھی مگر امریکہ کے دباؤ پر فراہمی روک دی گئی کیونکہ پاکستان اور بھارت جنگ کے دہانے پر کھڑے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسرائیل نے اسی طرح ایک اور ڈیفنس ڈیل چین سے بھی کی تھی مگر جب امریکہ نے اسرائیل کو ایٹمی جنگ کی دھمکی دی تو وہ اس ''حرکت'' سے باز آ گیا۔

تعلقات کے اس پس منظر میں ایک انگریزی معاصر نے سوال اٹھایا ہے کہ کیا بھارت اور اسرائیل کے ان بڑھتے ہوئے تعلقات کی وجہ سے پاکستان اور اس کی سلامتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر (منفی) اثرات مرتب ہوں گے؟ اور پھر اس کا جواب دیتے ہوئے مذکورہ اخبار لکھتا ہے: ''پاکستان پر اس کے اثرات منفی بھی ہو سکتے ہیں اور نہیں بھی۔ پاکستان ایک عجیب و غریب صورت حال میں پھنسا ہوا ہے۔ ان حالات میں بھارت اسرائیل بڑھتے ہوئے تعلقات کا توڑ کرنے کے لیے پاکستان کچھ بھی کرنے سے قاصر ہے کیونکہ پاکستان، اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتا۔ پاکستان کے لیے ایک چھوٹا سا در یہ ۱۹۹۳ء کے اواخر میں کھلا تھا جب فلسطین اور اسرائیل نے اوسلو معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ لیکن (پاکستان) اس سے بھی فائدہ اٹھانے سے قاصر رہا۔ اب تو یہ کام مزید مشکل ہو چکا ہے کیونکہ اسرائیل میں دائیں بازو کے انتہا پسندوں کی حکومت ہے۔''

بھارت اور اسرائیل نے تقریباً ایک ہی وقت میں آزاد ریاستوں کی شکل اختیار کی تھی۔ بھارت نے ابتدا میں تقسیم فلسطین کی مخالفت کی تھی اور جب اسرائیل کو اقوام متحدہ کی رکنیت دی گئی تو بھارت نے اس کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کی عرب نواز پالیسی نے کئی عشروں تک بھارت اور اسرائیل کو ایک دوسرے کے قریب نہ آنے دیا۔ ستر کی دہائی میں بھارت کے پالیسی سازوں نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا آغاز کیا۔ اسی عرصے میں بھارت نے تل ابیب سے گولہ باری کا ساز و سامان بھی خریدا۔ ۱۹۸۴ء میں بھارت نے اپنے سینئر ایٹمی سائنسدانوں پر مشتمل ایک مشن کو خفیہ طور پر اسرائیل بھیجا جنہوں نے اسرائیل سے جدید ایٹمی ٹیکنالوجی کی معلومات حاصل کیں۔ ۱۹۹۲ء میں بھارت اور اسرائیل کے درمیان باقاعدہ سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔

سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد بھارت نے جدید ترین ہتھیاروں کے حصول کے لیے اسرائیل کا رخ کیا کہ اسرائیل کے بیشتر ہتھیار اس کے خود تیار کردہ ہیں۔ اسرائیل کی نظریں پہلے ہی بھارت کی وسیع منڈی پر لگی تھیں، چنانچہ جونہی بھارت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جھکاؤ ظاہر کیا، اسرائیل کی دفاعی صنعت نے بھارت کی منڈیوں میں پاؤں جما لئے۔ پھر بھارت کو ہتھیار فراہم کرنے کے لیے اسرائیل کسی دھمکی کی پرواہ بھی نہیں کر رہا تھا۔ دوسرے محاذ پر اسرائیل، بھارت کو جدید ترین ہتھیار فراہم کر کے پاکستان کو زک پہنچانا اور نیچا دکھانا چاہتا تھا کیونکہ پاکستان اپنی مشرق وسطی پالیسی میں فلسطینی مقاصد کی حمایت میں سب سے پیش پیش تھا۔ اسرائیل کے اس خبثِ باطن سے بھارت نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ بھارت بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کے بین البراعظمی میزائلوں پر بھی نظریں جمائے بیٹھا ہے۔ بھارت کی خواہش ہے کسی طرح یہ میزائل (Arrow) حاصل کرے۔ اور اگر بھارت کسی طرح سے ان خطرناک اور طاقتور میزائلوں کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس سے جنوبی ایشیا کے دفاعی توازن کو بری طرح دھچکا لگے گا۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون عین اس موقع پر بھارت کا دورہ کر رہے ہیں جب اسرائیل اور بھارت بڑی تندہی سے امریکہ کے اشارے پر اپنے اپنے دشمنوں اور حریفوں سے پرانے تنازعات کے خاتمے اور امن کی شروعات کے لئے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اگرچہ اسرائیل کے ساتھ بھارت نے تعلقات مستحکم کر لئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پاکستان بالخصوص افواج پاکستان، اسرائیل کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ افواج پاکستان کے اندر اسرائیل کے بارے میں کیسی سوچ پروان چڑھ رہی ہے، اس بارے میں امریکہ کے ممتاز دفاعی دانشور اور محقق سٹیفن پی کوہن نے اپنی معرکہ آرا کتاب Pakistan Army میں جگہ بہ جگہ اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس کتاب کے صفحہ ۹۹ پر مصنف نے ایک حیرت انگریز بات لکھی ہے: ''جب پاکستان کے کرنلوں اور بریگیڈیئروں کے ایک گروپ سے پوچھا گیا کہ پاکستان کی کس فوج اور ملک سے سب سے زیادہ مشابہت ہے تو انہوں نے تقریباً یک زبان ہو کر کہا: ''اسرائیل''!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوہن مزید لکھتا ہے: ''وہ (افواج پاکستان) عربوں کی جدوجہد کے حامی ہیں اور ضرورت پڑنے پر اسرائیل سے جنگ پر بھی آمادہ ہوں گے مگر وہ اسرائیلی ڈھانچے کو تقریباً ہوبہو پاکستان جیسا تصور کرتے ہیں اور وہ (پاکستانی فوجی) اسرائیلی فوجی قوت سے بے حد متاثر ہیں۔ پاکستانی فوجی افسر دوسری مشابہتوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مثلاً اسرائیل بھی بٹوارے کے نتیجے میں وجود میں آیا، اس کا فوجی ورثہ بھی برطانوی ہے جس پر امریکی افواج سے وسیع روابط کے اثرات پڑے ہیں اور اس کا وجود بھی مظلوم ہم مذہبوں کو وطن فراہم کرنا ہے۔'' یہ امریکی محقق آگے چل کر لکھتا ہے: ''سب سے بڑھ کر پاکستانی فوج اسرائیلی دفاعی افواج کی ثابت قدمی اور اہلیت کو پسند کرتی ہے...... پاکستانی اپنے وطن کو ایک دوسرا اسرائیل سمجھنا پسند کرتے ہیں جس کے پاس ایک مضبوط، چھوٹی، تعداد میں بہت کم لیکن بالآخر سرخرو آرمی ہو اور جس کی قوت کا سرچشمہ مشترکہ مذہب اور جدید فوجی ٹیکنالوجی ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ افواج پاکستان ہمہ دم اسرائیل کے وجود اور اس کی سرگرمیوں سے واقف ہے لیکن معاملہ گھوم پھر کر وہیں آ جاتا ہے کہ جب اسرائیل، بھارت اور امریکہ سہ فریقی محور کی شکل اختیار کر لیں تو پاکستان اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟

بھارت اور اسرائیل کے درمیان بڑھتے ہوئے فوجی تعلقات پر پاکستان کو بجا طور پر تشویش ہے۔ پاکستان نے اس سلسلے میں امریکہ کو بھی اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا۔ ایک سینئر امریکی سفارتکار لنکن پی لوم فیلڈ (نائب امریکی وزیر خارجہ برائے سیاسی و فوجی امور) نے پاکستان کی اس تشویش کو کم کرنے کے لیے اسی سلسلے میں ۲۴ مئی ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد میں پاکستان کے سیکرٹری دفاع حامد نواز سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات دراصل مئی ۲۰۰۳ء کے وسط میں ایک اور نائب امریکی وزیر خارجہ (برائے تخفیف اسلحہ) سٹیفن جی ریڈی کی اسلام آباد میں پاکستان کے سینئر فوجی حکام سے ملاقاتوں کا تسلسل تھا مگر ان ملاقاتوں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفصل احوال اخبارات کے کانوں تک نہ پہنچ سکا۔ فوج کے ادارے آئی ایس پی آر کی طرف سے بس یہ مختصر اور مبہم سا بیان اخبارات کو جاری ہو سکا "دونوں ممالک، امریکہ اور پاکستان کے سینئر افسروں نے باہمی دلچسپی کے معاملات پر گفتگو کی۔" قوم منتظر ہی رہی کہ ان ملاقاتوں میں اگر بھارت اسرائیل بڑھتے ہوئے تعلقات پر کوئی گفتگو ہوئی ہے تو اسے سامنے لایا جائے گا مگر اے بسا آرزو کہ...... اسی دوران انگریزی معاصر "دی نیوز" میں ۲۵ مئی ۲۰۰۳ء کو امریکی وزیر خارجہ رمز فیلڈ کے اس آرٹیکل کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ امریکہ رواں لمحوں میں ہر طرح سے دفاعی میدان میں بھارت کی پشت پناہی کرنا چاہتا ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسرائیل اگر بھارت کو خطرناک اسلحہ فروخت کر رہا ہے تو اسے کھلی چھٹی دی جا چکی ہے۔

ایک طرف بھارت جدید اسلحے کے حصول کے اسرائیل کی گود میں بیٹھ گیا ہے اور دوسری طرف پاکستان کے وزیر اطلاعات ونشریات جناب شیخ رشید احمد، جنہیں صدر مملکت جنرل پرویز مشرف اپنا ترجمان قرار دے چکے ہیں، نے کہہ دیا ہے کہ پاکستان ایک حد تک خود کو غیر مسلح کرنے پر تیار ہے۔ ۲۴ مئی ۲۰۰۳ء کو امریکی دورے کے دوران شیخ رشید احمد نے وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: "اگر پاکستان کے تحفظ اور سلامتی کی ضمانت دی جائے تو ایک محدود حد تک ہم غیر مسلح ہونے کے لیے تیار ہیں، تاہم پاکستان خود کو پوری طرح غیر مسلح یا اپنا ایٹمی پروگرام رول بیک نہیں کر سکتا۔" حیرانی کی بات ہے کہ پاکستان کے تحفظ اور سلامتی کی درخواست اس امریکہ سے کی جا رہی ہے جسے پاکستان کئی بار آزما چکا ہے اور یہ درخواست ایسے مملک کی طرف سے کی جا رہی ہے جس ملک کے باسیوں کو قرآن نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے ہر وقت تیار رکھیں۔

اس دوران پاکستان کے سیکرٹری خارجہ ریاض کھوکھر کا ایک بیان قدرے اطمینان بخش سامنے آیا ہے جس میں پاکستان کی تشویش اور عزم بجا طور پر جھلکتا ہے۔ ۲۶ مئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۳ء کو ریاض احمد کھوکھر نے ویانا میں اقوام متحدہ کے تخفیف اسلحہ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''امریکہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق کے بعد کہ اس نے جدید ترین اسرائیلی ائیر بورن فالکن ریڈار سسٹم کی بھارت کو فروخت کی منظوری دے دی ہے، پاکستان کوشش کرے گا کہ اس کا توڑ کرے۔ ہم بھی اسرائیلی ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلحے کی عالمی منڈی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوں گے۔'' انہوں نے کہا کہ اسرائیل کی طرف سے بھارت کو اسلحے کی فروخت کے بعد خطے کا توازن بگڑ جائے گا مگر ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

یہ تو معلوم تھا کہ بھارت میں یہودی آباد ہیں جن میں سے بہت سے یہودی ہجرت کر کے اب اسرائیل میں آباد ہو چکے ہیں۔ یہی بھارتی یہودی اسرائیل کو بھارت کے قریب لانے میں بھی اپنا ایک مخصوص کردار ادا کر رہے ہیں لیکن اب ایک نیا انکشاف ہوا ہے کہ پاکستان میں بھی یہودی آباد ہیں اور ان میں سے بعض تو وفاقی حکومت میں اعلیٰ سرکاری عہدوں پر بھی فائز ہیں۔ مثلاً ہفت روزہ ''انڈی پینڈنٹ'' (اشاعت یکم تا ۷ مئی ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۵) نے اپنی ایک خصوصی رپورٹ میں بتایا ہے کہ اس وقت وفاقی حکومت میں ۱۰ یہودی افسر، جن کی شہریت پاکستانی ہے، مختلف عہدوں پر فائز سرکاری خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک سرکاری رپورٹ میں سکیورٹی کے نقطۂ نظر سے ان یہودی وفاقی ملازمین کے نام تو نہیں بتائے گئے لیکن ان کے گریڈ اور ان کی تعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اس رپورٹ کے مطابق پاکستان کی وفاقی حکومت میں ایک پاکستانی یہودی سکیل ۱۸ میں کام کر رہا ہے، ایک سترہ سکیل میں، چار یہودی گریڈ ۱۶ میں، ایک چودہ سکیل میں اور تین یہودی گریڈ ۱۳ کے عہدے پر کام کر رہے ہیں۔

پاکستانیوں کی اکثریت اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات استوار کرنے کی حامی نہیں ہے۔ یہ خیال پاکستان سے ہجرت کر کے دیار مغرب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی جا پہنچا ہے۔ اسرائیل اسی خیال کی وجہ سے پاکستان کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ۲۱ مئی ۲۰۰۳ء کو ایک خبر آئی: ''لندن میں اسرائیلی سفارتخانے نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ اسرائیلی حکومت نے پاکستان نژاد اور دیگر برطانوی شہریت کے حامل مسلمانوں کے اسرائیل میں داخلے پر پابندی لگا دی ہے۔ اسرائیل نے یہ اقدام حالیہ فدائی حملے میں دو پاکستانی نژاد برطانوی شہریوں کے ملوث ہونے کے نتیجے میں اٹھایا ہے۔ دریں اثناء برطانیہ کے پولیس سکاٹ لینڈ یارڈ نے برطانیہ بھر میں پولیس سٹیشنوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے علاقے میں مقیم ایسے مسلمانوں کے بارے میں جن کے بارے انہیں خدشہ ہے کہ وہ انتہا پسند ہیں، کی حرکات وسکنات پر خفیہ انداز میں نظر رکھیں۔ ذرائع کے مطابق ''یہ قدم اسرائیلی حکومت کے احتجاج پر اٹھایا گیا ہے'' اس خبر کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو یہ بات کسی قدر سمجھ میں آتی ہے کہ اسرائیل آگے بڑھ کر بھارت سے پینگیں بڑھانے میں اتنا اشتیاق کیوں رکھتا ہے؟!! (بشکریہ ماہنامہ 'الاخوہ' لاہور، جولائی ۲۰۰۳ء مضمون نگار 'تنویر قیصر شاہد')

WWW.KITABOSUNNAT.COM

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد اور دہشت گردی

اسلام اور مسلمانوں کو مطعون کرنے کے لئے مغرب نے ہمیشہ نئے سے نیا حربہ اختیار کیا' ایک حربہ ابھی ختم نہیں ہو پاتا کہ اسکی جگہ اس سے زیادہ مؤثر حربہ تلاش کر لیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے (بنیاد پرستی) کی اصطلاح وضع کی گئی۔ یہ اصطلاح جسے بطور گالی مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا رہا' ابھی پرانی نہ ہوئی تھی کہ اسکی جگہ اس سے بڑی گالی اور اس سے زیادہ وحشت و بربریت' سفاکی و بہیمیت کی ترجمان اصطلاح یعنی (دہشت گردی) ایجاد کر لی گئی بس پھر کیا تھا کہ ہر طرف سے مسلمانوں کو ''دہشت گرد'' قرار دیا جانے لگا۔ بلکہ نوبت جا رسید کہ مسلمان اور دہشت گرد کو دنیا بھر میں مترادف کے طور پر بولا' لکھا اور پڑھا جا رہا ہے

یہ ''بنیاد پرستی'' اور ''انتہا پرستی'' کیا ہے؟ ''دہشت گردی'' کس بلا کا نام ہے؟ اسلام کو ''دہشت گرد دین'' کیوں ڈکلیئر کیا جا رہا ہے؟ ''اصل دہشت گرد'' کون؟ اور ''اصل دہشت گردی'' کا شکار کون ہے؟

دنیا بھر میں ظلم و جارحیت کا مرتکب کون' اور مظلوم کون ہے؟ مذہبی' ریاستی' اور سیاسی دہشت گردی کے اسباب و علل کیا ہیں؟ دہشت گردی اور اسکے انسداد کے حوالہ سے اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟ فدائی اور خودکش حملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ردعمل اور ظلم کا بدلہ لینے کے لئے قانون ہاتھ میں لینے کی گنجائش کتنی ہے؟ جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟

زیر نظر کتاب ایسے تمام سوالوں کے تشفی بخش جوابات کے ساتھ ساتھ امریکہ' اسرائیل اور بھارت وغیرہ کے سنگین جرائم اور انکے دُنیا پر بالا دستی کے مکروہ عزائم کی تفصیلات پر مشتمل مباحث سمیٹے ہوئے ہے۔

اسٹاکسٹ

- کتاب سرائے فرسٹ فلور' الحمد مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور فون 042-7320318
- نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ' اردو بازار' لاہور فون 042-7321865
- بک سنٹر حیدر روڈ' راولپنڈی (صدر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ